

THE LIFE OF CHRIST

حیاتِ المسیح

مترجمہ و مؤلفہ

پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (مرحوم)



پنجاب ریجنل بک سٹوٹ

انارکلی - لاہور

P. R. B. S., ANARKALI - LAHORE

حیاتِ المسیح

مترجمہ و مؤلف

پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (مجموع)

پنجاب ریجنس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

۱۹۶۶ء

تعداد ۱۰۰۰

بار چہارم

حیات المسیح

پہلا باب

آمد آمد کی خبر

جہان کو روشن کرنے والے مسیح جس نے ابھی رات کی تاریکی کو اپنی کرنوں سے دور نہیں کیا تھا کہ مہیکل کے کار گزار اپنے اپنے کام میں مصروف ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ وہ اپنے دشمنوں کے مطابق ہر صبح ایک مکان میں جمع ہوا کرتے تھے تاکہ ان میں سے ہر کامن قعر کے وسیلے سے دن بھر کے لئے اپنی خاص خدمت برقرار کیا جائے۔ یہ طریقہ اس واسطے اختیار کیا گیا تھا کہ وہ سب کی نگاہ سے محفوظ رہیں اور چھپائی بڑائی کا خیال ان کی لگاؤ میں رخنہ نہ ڈالنے پائے۔ قعر چارم تہہ ڈالا جاتا تھا، اور قعر مہیکل کا دروازہ کھلنے سے پیشتر اور دو قعر دروازہ کھلنے کے بعد پہلا قعر ڈالنے کے وقت وہ آگ کا شعلہ اپنی روشنی دیا کرتا تھا جو چراغِ نوری کی طرح مذبح پر جلتا ہوا اپنی

فہرس

باب	مضمون	صفحہ
۱	آمد آمد کی خبر	۳
۲	آنحوش مادر اور خاموش تربیت	۲۱
۳	قوم اور زمانہ کی حالت	۵۳
۴	تیاری کی آخری منزلیں	۶۷
۵	اُس کے کام کے حصے	۸۷
	گناہی کا سبیل	۸۹
۶	دوسرا سال۔ قبولِ عام	۹۵
	سچ کی تعلیم اور اُس کی تاثیر	۱۰۹
۷	مخالفت کا سال	۱۴۹
۸	کام کا خاتمہ	۱۷۶

کہیں چاندوں طرف پھسلاتا تھا۔ دوسرا قرعہ اُس وقت ڈالا جاتا تھا جبکہ صبح صادق رات کی تاریکی کا پردہ اٹھا کر اپنے جمالی جہاں اُردا سے دُنیا کو روشن کرتی تھی۔ اس موقع پر وہ لوگ اپنی اپنی خدمت پر مقرر ہوئے تھے جو ثربانی چڑھانے اور سونے کے شمعوں کے آگے آگے آگے اور بخور کے نرج کے سنداوت سے کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ترہ لایا جاتا تھا تاکہ بڑے خور سے دیکھا جائے کہ آیا وہ قربانی کے لائق ہے یا نہیں اور اگر اُس میں عثروری مغنیس پائی جاتی تھیں تو اُس پر سونے کے پیالے سے پانی ڈال کر اور اُس کا مُنہ مغرب کی جانب کرتے اُسے مدح کے شمالی حصے پر باندھ کر رکھ دیتے تھے۔ اس بُروانہ طریقے کی نسبت پر روایت جاری تھی کہ ابراہیم نے بھی امتحان کو اسی طرح قربان کرنے کے لئے باندھا تھا۔

اُرد پھر جب قربانی مدح کے لئے تیار کی جاتی تھی تو اُس غرض میں مقررہ کی کاہن پاک جبکہ کو آراستہ کر دیتے تھے تاکہ وہاں بخور چلایا جائے جو کہ اسرائیل کی نبیوں کی ہوتی دھماؤں کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس موقع پر تیسری دفعہ جیسی ڈالی جاتی تھی اور اُس کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ اُس کے دینے سے وہ شخص چُنا جائے جو بخور چلانے کی خدمت کو انجام دے۔ یہ کام پھر پھر میں صرف ایک مرتبہ نصیب چڑا کرتا تھا۔ اس وقت تمام کاہن دعا مانگتے اور اپنے عقیدے کا اقرار کیا کرتے تھے۔ جس دن کا ذکر ہم کر رہے ہیں اُس دن چھٹی ایک ایسے کاہن کے نام ملتی جو اُس دُنیا کے سفر کی کم از کم ساٹھ منزلیں طے کر چکا تھا وہ زکریا کاہن تھا۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کبھی بخور چلانے کی خدمت

کے لئے منتخب نہیں ہوا تھا تو بھی سبکی کے خرام اُس سے نا آشنا نہ تھے کیونکہ کاہنوں کا ہر گز وہ سال میں دو دفعہ سبکی کی خدمات میں مصروف چڑا کرتا تھا اور کاہن لادلوں کی طرح بڑھاپے کے سبب سے معزول نہیں کیے جاتے تھے، پھر بھی کئی باتوں کے سبب سے اُس میں اُرد ویکہ کاہنوں میں بڑا فرق پایا جاتا تھا مثلاً اُس کا گھر اُن بڑے بڑے شہروں میں نہ تھا جو کاہنوں کی سکونت گاہ سمجھے جاتے تھے، وہ ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا تھا جو اُس کو ہستانی علاقے میں آباد تھا، جو یروشلم کے جنوب میں واقع تھا، اگرچہ ہر طرح سے عزت کے لائق تھا کیونکہ اولیٰ تو کاہن ہوتا ہی بڑے فخر کا باعث سمجھا جاتا تھا اور پھر جب کوئی کاہن کسی عذر سے کاہن کی لڑکی سے شادی کر لیتا تھا تو اُس کی عزت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ تو ۵۸۰: ۵۹۰ و ۶۰۱ و ۶۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکریا اپنے علاقہ میں نزدیک و دور خوب مشہور تھا۔ اُس کے پڑوسی اُس کے معاملات میں دلچسپی لیتے اور اُس کے ساتھ کمال تعظیم سے پیش آتے تھے۔ وہ اُرد اُس کی بیوی الیشبعہ کے احکام اور فراموشی کے بجالانے میں دل و جان سے کوشاں تھے جن کا بچا لانا اُن پر فرض تھا۔

لیکن زکریا کا دل بڑھ گیا کیونکہ اُس کی بیوی بانجھ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس نے اس معاملے میں کئی سال تک دست و پا دوڑا کیا جو کہ اُرد الیشبعہ نے اپنی بے اولادی سے بار بار غم کھایا ہوگا کیونکہ عورت کے رحم کا بند ہونا اُن دنوں بڑی بے عزتی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ ہر خاتون یہ امید رکھتی تھی کہ شاید میرے ہی بدن سے

مسیح پیدا ہو اور اسرائیلی کی امیدیں برپا ہوں

لیکن اس وقت زکریا کے دل میں اولاد کا خیال نہ تھا بلکہ اس عظیم خدمت کے خیال میں جو اس کے بیٹے کی گئی تھی بھہر گیا۔ اسے بخیر چلا تا تھا اور اس وقت وہ اسی کے دھیان میں مگن تھا کہ بخیر چلائے سے پہلے اسے اپنے دوستوں یا عزیزوں میں سے دو اور شخصوں کو مدد کے لئے چننا تھا۔ ان میں سے ایک کا کام یہ تھا کہ وہ بخیر کے مذبح کو صاف کر کے یا یوں کہیں کہ گزشتہ شام سے جو کچھ مذبح پر رکھا تھا اسے ہٹا کر اور سجدہ کر کے چلا جائے اور دوسرا مومنین قربانی کے مذبح پر سے دیکھتے ہوئے کھٹکے لے کر ان کو بخیر کے مذبح پر بچھائے اور پھر وہ بھی سجدہ کر کے نکل جائے۔ یہ دونوں شخص اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے۔ اب زکریا وہ ایک سوئے کا بخود وان ہاتھ میں لئے پاک جگہ میں کھڑا تھا جو سات شانوں والے شخصوں کی روشنی سے نورانی ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے اور اس پر سے کے پاس جو پاک ترین جگہ کے سامنے رکھا تھا سونے کا مذبح رکھا تھا جس پر دیکھتے ہوئے کو شکہ چک رہے تھے اس کی فنی طرف نظر کی دھیوں کی میز پر تھی اور اس کی بائیں جانب سونے کا شمع دان دھڑا تھا۔ اب زکریا خاموش کھڑا اس اشد سے کا انتظار کر رہا تھا جو یہ خبر دیا کرتا تھا کہ مذبح پر بخیر ڈالنے کا وقت آ گیا ہے۔ کاہن اور دیگر اخصاص مذبح سے الگ ہو کر اور اندر سے جھنڈے لگا کر چپ چاپ دھما مانگ رہے تھے اور جب تک بخیر کو آگ نہ لگی زکریا وہیں کھڑا رہا اور اگر ایک روایا اس پر نکلا ہوتا ہوتی تو وہ بھی سجدہ کرتے

نکل رہا تھا کہ اس عجیب رویہ کے سبب سے نہیں کھڑا رہا اور وہ دیا یہ تھی کہ اس نے سونے کے مذبح اور شمع دان کے درمیان ایک فرشتے کو دیکھا۔ آگے بھٹی کسی کاہن کو بخیر چلائے وقت اس قسم کی رویہ کا نظام نصیب نہیں ہوا تھا تو بھی جس وقت کوئی کاہن خدا کے حضور چایا کرتا تھا تو لوگوں کے دل خوف سے کانپ اٹھتے تھے اور اگر اس کے آنے میں زرا دیر ہو جاتی تھی تو وہ آمد بھی ٹھہرانے لگ جاتے تھے۔

زکریا یہ رویہ دیکھ کر ڈر گیا اور جب فرشتے نے اسے اس کی دعائیں اور امیدیں یاد دلایں اور کہا کہ وہ اب پوری ہوں گی تو وہ حیرت کا چلا بن گیا۔ اسے بتایا گیا کہ جو بڑا کام اس کے دل پیدا ہوگا اس کا نام یحنا تھا خدا امیران سے رکھا جائے گا اور اس کے سبب سے نہ صرف ماں باپ بلکہ غیروں کے دل بھی شادمان ہوں گے۔ وہ خدا کے حضور میں بزرگ آدمہ سمسون اور سمبول کی طرح عمر بھر کے واسطے خدا کا نذیر ہوگا اور ماں کے پیٹ ہی سے اپنی خدمت کے لئے مخصوص کیا جائے گا۔ وہ ایک طرح سے سمسون اور سمبول سے بھی بڑھ کر ہوگا کیونکہ اس میں خدا کی قدرت بیرونی اور باطنی ہر دو صورت میں نمایاں ہوگی کیونکہ وہ اسی وقت سے جبکہ زندگی کا دم اس میں پھونکا جائے گا روح القدس سے بھر جائے گا۔ سمسون کی طرح خدا کی قدرت سے مامور ہو کر ان دشمنوں کی جڑ پر لگنا شروع کرے گا جن کی روح خدا کو منکرو ہے اور سمبول کی طرح بدت سے بنی اسرائیل کو خدا کی طرف رجوع کرے گا اور یوں ان دونوں بزرگوں

کی کچھ چیزیں تھیں جو کہ ہر جہاں کے الیاس کو کربل پر ان سے ملنے
ہوئے تھے۔ یہ تو اس کے مطابق الیاس کی طاقت کے ساتھ تسبیح کے ظاہر
ہونے سے پہلے نمودار ہو گا اور الیاس کے دوبارہ آنے کے عمومی اصول
کو پورا کرے گا اور اس صورت میں یہ نیا الیاس خود لوہے کے لئے ایک
گروہ تیار کرے گا۔

اب جس طرح وہ فرشتے کی شکل دیکھ کر دریا سے ہجرت میں
دوب رہا تھا اسی طرح اس کے الفاظ سن کر تعجب سے بھر گیا اور
کچھ وقت تک اس کا مطلب سمجھنا اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ البتہ ایک
نیالی وقت سے اس کے دل میں جاگزیں تھا اب پھر دل میں کشاکش
رہا تھا کہ وہ جیسے کا نیالی تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اس بڑھاپے میں
یہ کہاں ممکن ہے کہ میں اس کم اعتقادی کے باعث اس نے جو کچھ
فرشتے سے سنا تھا اس کا نشان مانگا۔ اس کو یہ نشان دیا گیا کہ
وہ گوندگا ہو گیا پر چونکہ یہ نشان بے اعتقادی کی دغا کا نتیجہ تھا اس
لئے اسے ایک طرح نہ کیا کہ اس کا سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک دوسرے
معنی میں اس جماعت کے لئے ہر مشکل میں منتظر کھڑی تھی اور البتہ
کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو نہ کیا یہ سے واقعہ تھے اور خود
نہ کیا یہ کہ اس کے لئے بھی اس کی نیاہ کی تہائی اور گوشہ نشینی میں
ایک حقیقی نشان تھا۔ ان ایک ایسا نشان تھا جو اس وقت جب
کہ اس کی زبان کھلی گئی آگ کے شعلے کی طرح جھک اٹھا۔ نہ کیا یہ کہ
ہر ایک میں ہر ایک کے برخلاف زیادہ دیر لگی۔ لوگ دعا مانگ چکے تھے اور
اب پاک جگر کی طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ آخر کار نہ کیا یہ

پاک جگہ سے باہر آیا اور ان بیڑیوں پر کھڑا ہوا جو میسک کے سامنے
سے کابھن کے صحن کی طرف جاتی تھیں اور وہاں کا مہنی برکت کے
کلمات اور ان کا چاہتا تھا کہ پہلے وہ برکت دی جاتی تھی جو کتنی
۶۴-۶۵ میں قلمبند ہے اور پھر نقد کی قربانی چڑھائی جاتی تھی
اور تبادون کے ساتھ حمد و شائستگی کے مزامیر خوش آواز سے شروع
کئے جاتے تھے۔ قربانیوں کے ٹکڑے مذبح پر حسب ترتیب چھپے
گئے تھے اور کاہن بیڑیوں پر صفت باندھے تھے نیز عابدوں
کی جماعت منتظر کھڑی تھی۔ نہ کیا یہ بولنا چاہتا تھا پھر بول نہیں سکتا
تھا کیونکہ ابھی اس نے محسوس نہیں کیا تھا کہ گویائی کی طاقت مجھ
سے بالکل جاتی رہی ہے لیکن لوگوں نے اس کی خاموشی سے جان
لیا کہ اس نے میسک میں کوئی نہ کیا دیکھی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد
کاہن اور دیگر اشخاص قریبتر ہو گئے۔ بعض عقل کو اور بعض پر کچھ
کو اور بعض اپنے اپنے گاؤں کی طرف چلے گئے مگر خدا نے اپنے
معدہ کو جو فرشتے کے وسیلے سے کیا تھا وقت مہنت پر پورا کیا۔
اب البتہ کو حاملہ ہوئے قریباً پانچ ماہ گذر گئے تھے کہ ایک
اجنبی قاصد اس کی درشت اور مریم کے پاس ہو ٹک گاہل میں رہا
کہتی تھی ایک عجیب پیغام کے ساتھ آیا۔ وہ قاصد جبرش تھا۔
اس وقت وہ صوبے کے مذبح اور شمع دان کے درمیان جہاں شوکت
اور جلال شری پیچیدگی سے اپنا جلوہ دکھاتے تھے نمودار نہ ہوا بلکہ
قصر نامریت میں ایک غریب شخص کی چھوٹی سی میں ظاہر ہوا۔ اس
غیر معمولی نظارے کو دیکھ کر مریم پر خوف چھا گیا ہو گا پھر وہ اس

عجیب خاصہ کی صورت سے اس قدر مختصر نہیں ہوئی جس قدر اس
کلام سے جو اس قاعدہ کے تحت سے نکلا اور جس کے وسیلے سے ایسی
بے نظیر برکت کی خبر اس کو دی گئی جو کبھی اس کے خواب و خیال میں
میں بھی نہ آئی تھی۔ سلام محمد کو البتہ یہ الفاظ تو کچھ غیر معمولی نہ تھے
کیونکہ سلام کرتے وقت عموماً یہی الفاظ استعمال کئے جاتے تھے اور نہ
کوئی ایسی عجیب بات الفاظ "خداوند تیرے ساتھ ہے" سے ظاہر ہوتی
تھی کیونکہ اس سے ان شخصوں کا رول کا سماں جو زمانہ ماضی میں فرشتے
کی امداد سے وقوع میں آئے تھے انکھوں میں پھر جانا تھا مگر یہ کہنا
کہ "خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے" کسی بہت ہی بڑی نعمت
کی خبر دیتا تھا اور اسی خیال نے اسے حیرانی میں ڈال دیا۔ یہ حیرت
غالباً اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ اپنے اہل اس کو دیکھ کر یہ کہتی تھی کہ
مجھے ایسی بے بس و بے کس کو کب ایسی برکت مل سکتی ہے بلکہ
اس لئے کہ وہ اپنی ذاتی اور اندرونی غریبی کو فرتنی سے محسوس
کر رہی تھی، جب وہ اس حیرت افزا کلام کو جو فضل الہی کا پتہ
دیتا تھا سن کر حیران ہوئی تو فرشتے نے اس فضل کی تفصیل بیان کی اور
بتایا کہ وہ کس طرح حاملہ ہوئی اور اس لڑکے کا نام جو اس سے پیدا
ہو گا کیا رکھا جائے گا اور کہ وہ نام کس طرح اس کے کام بردار ثابت
کرے گا۔ فرشتے نے اس کی لامحدود عظمت کو بھی اس پر ظاہر کیا اور بتایا کہ
وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا اور اس میں وہ امید برآئے گی جس کا وعدہ
مٹے ہوئے نہیں ہے۔ وہ سمجھ کر ہنسے اور اس دنیا میں مہجورانہ طور پر گئے
سے ہمیشہ ٹھوکر کھاتے ہی اور چمکے ہمیں امید ہے کہ کتابہ حیاتِ الہیہ ہمارے

داؤد کے ساتھ کیا گیا تھا یعنی اس میں داؤد کے خاندان کی بادشاہی
ہمیشہ ملک قائم رہی اور اس کی کوئی استقامت ہو گی، یہ کوئی ایسی بات نہ تھی
دیکھ لوٹ صفر ۱۰ ہندو و بھائیوں اور مسلمان دوستوں کے مطالعہ سے بھی گذرے گی
لذا ہم ان کے لئے چند سطروں میں امر یہ تحریر کرنا چاہتے ہیں جو ایک ایسی لائق آن کاوش
میں جس کا مقصد فقط یہ ہے کہ خداوند سبحان کی انسانی زندگی کے واقعات کو ترتیب
وقت کے مطابق ناظرین کے سامنے رکھے تاکہ وہ اس کے مطالعہ سے ناگہانہ اٹھائیں۔
اس قسم کی بحث کے لئے جگہ نہیں ہے، بہت کم طور پر چند خیالات پر نظر میں کر رہے ہیں۔
مختل بحث کے لئے جو مبنی کے طور پر عام کیا تھا صاحب کی لائف آف کرائسٹ کا
لاحظہ کرنا چاہیے جو مشرقی و مغربی معتزلوں کے واسطے میں تحریر کی گئی ہے۔
اگر ہم سمجھ کی پیداغش اور ہم کے اصل مقصد کو سمجھ لیں جو یہ تھا کہ ہر انسان
میں خدائی تبدیل پیدا ہو اور ہر آدمی کی زندگی کا ایک نیا سلسلہ جاری ہو تو خدا کا مجسم ہونا اور
مہجورانہ طور پر اس دنیا میں آنا خلاف عقل معلوم نہ ہو گا۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ مسیح کی انسانی
زندگی تاریخی واقعات کے سلسلہ میں منسلک ہے بلکہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام تاریخی حقائق
الہی کے مطابق اس طور پر ترتیب کی گئی تھی کہ عجیب و غریب واقعہ جب سرزد ہوا تو
اس میں اپنی مشق سے جگہ سے تاہم جلوہ کھانا چاہیے کہ یہ ہم انسان واقعہ دیکھ کر تائید میں
سے پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ ایک اعلیٰ عنصر ہے جو دنیا کی اس طرح اور ماضی کے لئے ہے۔
وہ امر ہے جو داخل ہوا جو ہے انسان کے فطری سلسلہ سے پیدا ہوئی ہے وہ امر
ہے کہ انسانیت کے تصور کاہرے میں سے ہی جہت سے نکلا ہے اور اس کے عجیب کی ہر گز
ہوتی ہو نہیں سکتی کہ وہ شخص جو انسانیت کی ایک نئی شکل پیدا کرنے کو مقدر تھا
ہے اور جو خدا کا آدم بننے والا ہے وہ خود نہیں گناہوں اور خواہشوں میں مبتلا ہوا
نجات دینے کے لئے وہ نوراں ہوا ہے۔ پس اگر ہم سمجھ کوئی آدمی اس سے ایک عام آدمی نہ

جس کو تسلیم کرنا ناممکن ہوتا کیونکہ جو لوگ اسرائیل کی عظیم امتید کے برائے
کی راہ و ناکھ وہ تھے وہ اسی قسم کے نادر اظہار کے منتظر تھے،
(یعنی برصغیر ۱۰) سمجھیں بلکہ ایک نئی نسل کا بانی تصور کریں تو اس کا جسمنا علم محکم ہوگا۔
یہ عقل کی گواہی ہے اور جب ہم حقیقی واقعات کی طرف متوجہ ہونے میں تو ہم دیکھتے
ہیں کہ جو خیال ہم کو عقلاً صحیح معلوم ہوتا ہے اس کے وقوع میں آنے پر تائید بھی گواہی دیتی
ہے مثلاً سقراط اور کتا کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند کا پیدائش کے عمومی قواعد
کے مطابق اس دنیا میں نہیں آیا۔ اب جو لوگ اس کو اپنی گواہی کو رد کرتے ہیں وہ سمجھ رہے
کہ وہ دوجہوں میں سے ایک دھڑے کو اختیار کریں، ایک یہ ہے کہ سقراط اور کتا کا بیان بالکل
بنیادی ہے اور دوسرا یہ کہ کوئی نہ کوئی بات اس کی جڑ میں ضرور ہوگی جس پر سقراط
نے مسیح کے معجزانہ طور پر پیدا ہونے کا دعویٰ قائم کر لیا۔

جو لوگ پہلا دھڑے کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح کے شاگردوں نے اس کی
نادر سیرت اور اس کی عجیب تعلیم کو دیکھا اور سمجھا تو اس کے بعد اس فکر میں لگے کہ اس کی
پیدائش کا ایک ایسا فوق العادہ بیان تحریر کریں جو اس کی عظمت کے مطابق ہو کر خیال
بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ وہ عبارتیں جو اس بیان کو پیش کرتی ہیں بالکل سادہ اور سہر
طرح کے تصنیف سے پاک ہیں اور پھر جو مسیح کی پریشانی اور اس کی دلی حالت کا وہ
نقشہ چرتی کے بیان میں پایا جاتا ہے اس خیال کا سخت مخالفت ہے وہ نقشہ بالکل
ایسا ہے جیسا کہ اس وقت کھینچ جاتا ہے جب انسانی غیرت مشتعل ہوتی ہے۔
اور دوسرا دھڑے کرتے والے لوگ کوئی اصلی واقعہ جس کی بنا پر یہ سب بیان رقم
کیا گیا پیش نہیں کر سکتے۔ پھر اس کے جو ایک گندہ سے اور ناقص خیال پر مبنی ہے اور جس
سے دینی خیالات کی جڑ کٹتی اور انہی پر دھکا دے کر ایک نئی روحانی ہے۔ علاوہ یہ کہ اس
قسم کی بناوٹ میں دیوں میں نہ پڑے اور نہ ہی اس کے اندر ان کے درمیان رواں چا سکتی تھی۔

اور نہ نام کے پیش از وقت بتلائے جاتے ہیں کوئی انہونی بات پائی
جاتی تھی کیونکہ ہم جانتے تھے کہ کئی بزرگوں کا نام ان کی پیدائش سے پہلے
البتہ قوتِ صغیر ۱۰) اگرچہ وہ دنیا کے درمیان اس قسم کی کافی تھوڑی جاتی تو ممکن نہ تھا
لیکن پھر بھی درمیان کی وہ شہادت نہ ہوتی جو کہ ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ ہندو طرز اپنی
مذہبی حاکمیت کو نوراً ظاہر کر دیتی مگر عیسائیوں کے درمیان اس قسم کی کافی کا دخل پانا
بالکل ناممکن تھا مثلاً وہ مدت الہی کی تعلیم جس کے وہ دل و جان سے پابند تھے اس کی انہ
خصی پھر بھی دیہات کے رشتہ کی جیسی عزت کیا کرتے تھے اور عورت کے تہنادر پنہ کو
اچھا پس سمجھتے تھے نہ تو مسیح کی اذیت کو بخوبی سمجھتے تھے پس یہ تمام باتیں مان لیں
کہ اس قسم کی کوئی بات یسویوں کے دہم سے پیدا ہو یا ان کے قلم سے لکے تا وقتیکہ
فی الحقیقت واقعہ نہ ہوئی ہو۔

آوردہ اصحاب اور مسکون اور صوفی کی نظر میں کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ
مسیح کی پیدائش کا حال بھی کچھ گھٹان بزرگوں کی پیدائش کے حال کی مانند ہو گا ان کی
پیدائش کے بیان نے انجیل نویسوں کے ذہن کو ایک نئے بیان کے اختراع کرنے میں مدد
دی کہ اگرچہ یسوی تاریخ میں ان بزرگوں کی تاریخ کا حال بالکل مختلف تصور رکھتا ہے ان کی
ہاتھ بائیں گروہم یا کچھ دھڑے آوردہ ان بزرگوں کی پیدائش ان کو قانون قدرت سے مستثنیٰ تصور کرتا ہے۔
بعض دفعہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر وہ مجھو اندہ طور پر پیدا ہوا تھا تو اس کے
نزدیکی رشتہ دار اس پر ایمان کیوں نہ لائے اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ تعجب
نہیں کہ شروع میں اس کے تمام رشتہ دار اس واقعہ کو بہت سمجھ کر اس سے بڑی بڑی باتوں
کی امید رکھتے ہوں گے مگر چونکہ میں میں کا دوسرا گزرا اور انہوں نے کوئی عجائبات اس
سے نہ دیکھے اور جب وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے لگا تو اس وقت بھی وہ ایسا مسخ ثابت
نہ ہوا جیسا وہ اپنے ذہن میں سمجھتے تھے تو انہوں نے اس کو قبول نہ کیا مگر اس کی

بتلا یا گیا ہے اور اسی طرح شمع موعود کا نام بھی پہلے ہی سے بتلایا جائے گا۔
 اُس کے دل میں بسے اعتقاد کی کی روح نہ تھی۔ وہ خدا کے وعدوں کو سچا جانتی
 رہتی تھی۔ وہ اُن اُمس کی فوق العادہ پیدائش کے سبب اُس پر ایمان رکھتی تھی اور
 یہ اُس موعود سے جوئی ثابت ہے جبکہ اُس نے خانا کے گیل میں اُس سے ملکر دکھانے کی
 درخواست کی حالانکہ اب تک اُس نے کوئی معجزہ نہ دکھایا تھا۔ اگر وہ اُس کی معجزانہ قوت
 کی قائل نہ ہوتی تو کبھی ایسی درخواست نہ کرتی۔ واضح ہو کہ اُس معجزے کے لیے عزم کی
 درخواست کا ذکر وہ نہیں کر رہی کہ اُس کے معجزانہ طور پر پیدا ہونے کا مطلب ذکر نہیں کرتا۔
 اسی جگہ ایک اور بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شمع
 یہ بھی گمان کرتی تھی کہ وہ خانا کے اُس کی غیر معمولی پیدائش کا ذکر نہیں میں کیا؟ اُس کے جواب
 میں پہلے ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سوال کو اپنی انجیل میں یہ دکھانا منظور تھا کہ شمع جو ہم کو اس
 دیکھتے ہیں کیا اُس کی انسانی زندگی میں کس طرح باپ کے اکلوتے کمال ظاہر ہوتا۔ ہم
 دیکھتے ہیں کہ اُس کی انجیل میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس واقعہ کے برخلاف ہو
 بلکہ اشارے ملتے ہیں جو اُس کی تائید کرتے ہیں مثلاً وہ قلیبر جو اُس کے متعلق اُس
 کی انجیل میں پائی جاتی ہے ولایت کرتی ہے کہ یوحنا اُس کی معجزانہ پیدائش کا قائل
 ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی انجیل میں شمع یہ کہتا ہے کہ جو ہم سے پیدا
 ہوا ہے وہ ہم سے ہے۔
 پھر یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ ہم اُس کے مخالف گمان کرتے تھے کیا یہ
 دوست اور مریم کا بیٹا نہیں؟ اُس بات کو سن کر شمع نے اپنے فوق العادہ پیدائش
 کا دعوے کیوں نہ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ثبوت میں ایک ایسا
 واقعہ پیش نہیں کرنا چاہتا تھا جو گڑبگ تھا اور جس کا ثبوت کرنا مشکل بلکہ ناممکن
 تھا۔ پس وہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کی جگہ بہتر سمجھتا تھا کہ

تھی اور اگر اُس نے فرشتے سے سوال کیا تو اس خیال سے کہ وہ اپنے
 آپ کو شمع اور ناجیز سمجھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اس کو زیادہ ہدایت کی جائے کہ
 البتہ فرقہ صفر ۱۰ روگ اُس کے کانوں اور اُس کی تعلیم سے جن کو وہ دیکھتے اور
 سنتے تھے قائل تھے جائیں ہیں وہ ایک ایسے واقعہ کا گواہ نہیں دینا چاہتا تھا
 جس کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔
 پھر دیکھا جاتا ہے کہ روگ اکثر غیر قوموں کی متنبیالوجی (علم الامت) سے
 نفیر نہ کرتا تھا۔ اُس کے پاس اور کتنے ہیں کہ ان ہفتوں نے انجیل قریبوں کو شمع کی معجزانہ
 پیدائش کا حال گھڑنے میں مدد دی ہوگی۔
 ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ اس قسم کے قیصر گمانیاں یسوعی دماغ میں راہ
 نہیں پاسکتے تھے اور نہ اُن کے تصورات سے موافقت رکھ سکتے تھے۔ ہم یہاں
 یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ متنبیالوجی اُس کی انجیل میں جو مشابہت پائی جاتی ہے
 اُس کے اصل حل تک پہنچنے کے لئے اُس رشتے پر غور کرنا چاہیے جو کہ متنبیالوجی
 کے نیچرل مذہب اور انجیلوں کے اعلیٰ اور قاریوں کے مذہب میں پایا جاتا ہے۔
 متنبیالوجی میں دیوتاؤں کے بیٹوں اور اُن کے پیدا ہونے کا خیال اُس اہلک
 سے پیدا ہوتا ہے جو بت پرستی کی بطلان سے ناقص ہو جاتا ہے مگر صاف
 ہی اس خیال کا بھی حکوم ہوتا ہے کہ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہی خیال قاریوں
 صداقت پر مبنی اور سادگی سے ٹپس ہے اور بڑی وضاحت اور صفائی کے
 ساتھ اپنے قیصر ظاہر کرتا ہے۔
 اب جو بات بت پرست قصصوں کی تہ میں شامل ہے وہ یہ ہے کہ انسان
 میں ایک زبردست خواہش پائی جاتی ہے جسے وہ اپنی روح سے جدا نہیں کر
 سکتا۔ خدا کی صحبت اور اُس کے وصل کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور چاہتا

وہ کس طرح سے پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں
سونپ دے۔ فرشتے نے خدا کی برکت کے وعدہ کا باقی حصہ بھی اُس
پر ظاہر کیا اور روح القدس کے نازل ہونے اور اُس پر سایہ کرنے کی
بشارت اُس کو دی۔ یہ بات اُس کے لئے غیر مافوق نہ تھی کیونکہ یہودی اُن
بات کے قائل تھے کہ بڑے بڑے واقعات میں روح القدس کام کرتا ہے
گو یہ ممکن ہے کہ وہ اُس کے شخص کے مجید کو پورے طور پر نہیں سمجھتے
تھے، مگر وہ یہ بھی مانتے تھے کہ روح القدس کی مدد اور طاقت
صرف بزرگوں اور اہل علم و فضل کو حاصل ہوتی ہے پھر جبریل نے
دقیقہ نوٹ صفحہ ۱۱ ہے کہ اُس کی روح اور خدا کے مابین چلنے پھرنے کا واسطہ ہے وہ
خدا ہو جائے اور ایسا اتصال ذات الہی کے ساتھ حاصل ہو کر اُس کی زندگی بالکل
تبدیل ہو جائے۔ یہی مذہب انسانیت اور انجیل کا ایسا میل سیج میں دکھاتا
ہے۔ اب اگر اس حقیقت کے اشتیاق میں پُرانے مذہبوں نے وہ نقشے اور
کہانیاں تھکھکیں جو انجیلی بیان کے ساتھ نہایت ہی خفیف سی مشابہت رکھتی ہیں
تو کچھ تعجب نہیں:

پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انجیلوں کے بیان اور پُرانے مذہب پرست
مذہب کے بیان میں بڑا فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذہب پرست مذہب
کے بیان خدا کی قدرت کے ساتھ انجیل اسباب کو بھی عجیب واقعات کے برائے
میں شامل کرتے ہیں اور ان وہ فطری طاقتوں کو خدا کا ہم پل بنا دیتے ہیں اور اسی
لئے ان کی شرح بھی انجیل امثال کی بنا پر ہو سکتی ہے مگر کسی مذہب پرست کی
مذہب پرست پیدائش کا ذکر کرتا ہے تو انجیل اسباب کو دخل نہیں دیتا بلکہ سب کچھ براہ
راست خدا کی مرضی اور قدرت سے منسوب کرتا ہے:

اُس فضل کا جو مریم پر نازل ہونے والا تھا اُس کو یہ نشان دیا کہ جو کچھ خدا
نے اپنی رحمت سے ایشیہ کے حق میں کیا تھا وہ سب کچھ اُس کو
فوری طور پر دیا۔

یہ نشان ایک طور پر اُس کے لئے رہنمائی کا کام کر گیا اور ایشیہ
یہی ہے اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ ایشیہ کی
نہیں اُس عورت کے پاس جاؤں جو ہر بات میں میرے ساتھ طبیعت
اور مزاج میں نہ جاتی رہتی ہے اور اُسے ایسا حال آتا کہ اپنے
دل کو بند کر دے اور اُس سے برکت آمیز تعلقات سٹوں پس اُس کا
اٹھنا اور جلدی سے اپنے رشتہ دار کے پاس جانا بہت موزوں تھا۔

ایشیہ نے اُس کو ادنیٰ ماں کو بڑے چاک سے قبول کیا اور اُس
میں شک نہیں کہ ایشیہ نے وہ تمام باتیں جو اُس کے بیٹے کی پیدائش
اور اُس کے کام سے علاقہ رکھتی تھیں اپنے شوہر سے معلوم کی ہوگی۔
پس وہ جانتی تھی کہ سچ اب اُنے والا ہے کیونکہ جو خدا سے کی چیز کیا
کوئی گئی تھی اُس کا پیش رو تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کب
کسے کا اور کس کے گھر پیدا ہوگا لیکن چونکہ اُس نے مریم کے ساتھ اُن
آواز سنی، بیٹے اُس کے پیٹ میں اچھل پڑا۔ بچہ کا پیٹ میں اچھلنا
ایک نشان تھا جس سے سب یہودی خوب واقف تھے اور جب
یہ نشان وجود میں آیا تو ایشیہ نے فوراً پہچان لیا کہ یہی مریم جو میرے
نزدیکی رشتہ داروں میں سے ہے خداوند کی ماں ہے۔ وہ روح القدس
سے بھر گئی اور بکاؤ نہ بند بول اٹھی تو عورتوں میں مبارک اور
تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے۔ یہ وہ دعا ہے خیر بھتی جو

بچوں والیاں بچوں والوں کو دیا کرتی تھیں اور یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رستم کیا کر کے دلہنے کی ماں اُس کی ماں کو جس کے لئے راستہ یہ دیکھا جانا تھا اور ماریتی ہے۔

تین ماہ تک مرم البشیع کے یہاں رہی مگر جب البشیع کے دن نزدیک آئے تو اُس نے دیکھا کہ اب البشیع کے پڑوسی اور رستم اور اُس کے پاس اُس کے اور اُس کی خوشی میں مثالوں کے گریہ جھجھکوں میں صبر نہ کر رہے تھے نہ باتیں، مگر یہ وہ خوب جی سی تھی کہ جو کچھ میرے سامنے ہوا ہے اُس کا کیا مطلب ہے وہ بھی جب اُس کے یوسف کے پاس اس ماجہ سے کہہ کر کیا ہو گا تو یہ تذکرہ اُس کے لئے کیا اُس کو کہہ دیا تو اُس نے نہایت خوشی سے کہہ دیا کہ اُس کی طرح کی مذکورہ تیری جاس بھی تو اس سے چھ مہینے کی اور ہم دیکھتے ہیں کہ یوسف کے دل سے اُس وقت تک بدگمانی دور نہ ہوئی جب تک خدا نے اُس کو نہ مارا کہ جو مرم سے رہم ہی رہے وہ گرج اللہ سے ہے، اس آگاہی سے پہلے وہ حیران و پریشان نظر آتا تھا اور کبھی مرم کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا تھا مگر اُس کے پورا کسے میں جلدی بھی بند نہیں کرتا تھا کبھی بہا تھا کہ اگر اُس سے قطع تعلق کرنا چاہوں تو مجھے دستور کے مطابق حلاق دینی ٹرسے گی اور نہ مجھے ایسا کرنے کی شرافت کے سے دو گاہوں کے سامنے حلاق نامہ اُس کے حوالہ کر دینا کا نہ لیکن اُس کو دنیا کی انگشت تالی کا نفع نہ دیناؤں گا جس طریقہ سے وہ دینی اراکین سے آگاہ کیا کیا اُس کی یہ بات اُس کو مطمئن نہ تھی۔ یہاں پر خواب کے وسیلے سے خدا نے اُس کو ساری باتیں بتا دیں۔ اس کے بعد تمام مشکوک کا غیر ایک نامہ لگی اُس کے

میں سے دور ہو گیا کیونکہ جب یہ آواز اُس کے کان میں آئی تھی یوسف ابن داؤد تو وہ فرشتہ کے پیغام کے لئے تیار ہو گیا اور پھر جب شیخ کا نام پیشتر سے بتایا گیا تو اُس نے اس خبر کو بھی خالصتہ مروجہ کے میں مطابق یا اور پھر شیخ نام کی یہ تشریح کو وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچائے گا، شیخ موقوف کے اصل کام پر دلالت کرتی ہوئی معلوم ہوئی اور چونکہ یہ خبر اُس کو خواب میں ہی تھی بعد اُس نے اُس سے بے ساختہ قبول کر لیا تین چوبیس چوبیس کی ماں رحمت کا نشانہ تھی جاتی تھیں اور ان میں سے ایک خواب تھا۔ اب جب اس خواب کے وسیلے سے یوسف کے دل کی تمام کمزوری دور ہو گئی اور اُس نے عموں گیا کہ یہ ابویہ البشیع اور اُس کی کنواری ماں کے مشتاق اب یہ فرض ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے مرم سے نکاح کر لیں جس سے نہ صرف ظاہری نیکی نہی بنی رہے گی بلکہ ہم مولوں کی اخلاقی مہ فطرت بھی ہوگی۔

اسی رشتا میں زکریا کے گھر میں وہ عجیب واقعہ ہوا جس کی راہ سے دیکھی جا رہی تھی یعنی یوحنا پیدا ہوا۔ یہودی تمام انوں میں سب سے زیادہ سجدہ اور سب سے زیادہ عاسی کا موقع وہ ہوا تھا جسکے لڑکے کا غنہ کیا جاتا تھا اس رسم کے وسیلے سے شریعت کا جو اپنے کے کندھے پر اڑتا تھا اور وہ ان تمام فریقوں کا ذمہ دار اور حقوق کا تحفظ تھا تاہم جس پر یہ ضابطہ دلالت کرتا تھا۔ روایت تھی کہ جب یہ رسم شروع میں آتی ہے وہ باب سردار کاہن کی جگہ سے کہ خود اپنے پیچھے کو خد کے حضور شکر گداری اور محبت کی راہ سے بند کرتا ہے۔ یوحنا کا صنت حسب معمول انھوں نے دن کیا گیا اور حسب

درج ہو۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے وہ حکم جاری کیا جو مقدس
روح کی انجلیں میں اس طرح قلمبند ہے۔ مٹی دیوں میں ایسا ہوا کہ قیصر
اکس کی طرف سے یہ حکم جاری ہو کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام
لکھے جائیں۔ اس حکم نویسی یا مردم شماری کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ کسی
کے مطابق محصول اور چیز دیا جائے۔ جس ممالک پر اس فرمان کی اطاعت
فرض تھی ان میں سے ایک فلسطین تھا جس کا بادشاہ ہرودیس شہنشاہ
روم کے باجگزاروں میں شامل تھا۔ اس حکم سے تمام ملک میں بل چل
پڑ گئی کیونکہ یہودیوں کا یہ قدیم دستور تھا کہ اسم نویسی کے وقت جہاں وہ
رہا کرتے تھے وہاں اپنے نام نہیں لکھوایا کرتے تھے بلکہ ہر فرقہ کے لوگ
اپنے نام لکھوانے کے لئے ان جگہوں کو جیسے جاتے تھے جو ان کے
باپ دادوں سے علاقہ رکھتی تھیں۔

جس لوگوں کو قیصر کا حکم مختلف جگہوں کو بھیجے لئے جانا تھا ان
میں تو مسلمان اور مقدس مہر کم بھی شامل تھے یہ وہ دن مقدسین نصرت
سے بیت لحم کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہی لوگ تھے مسفران کے ساتھ تھے
(بقیہ فرسٹ صفحہ ۱۲) مزاج نہیں کر سکتے کیونکہ حکمرانوں کی تلب ہم کو اجانت نہیں دی۔
یہ ہم پر بنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ہمیں کھٹ کو دیکھا جاپے تو تادیب اور لعنت
آپ کراست کو پڑھے مائتوہ تعمیر کا ملاحظہ کرے۔ مہیوز صاحب اس بحث کو
جس میں تعلیم کے ہر حصہ پر غور کرتے ہیں وہ جیتے ہیں۔ (د) اسم نویسی کی کامیابی
تھی اور کہاں کہاں دھڑکی گئی (۱۲) اس بات کا ثبوت کہ یہ اسم نویسی کی حقیقت تھی
کے بیان کے مطابق وقوع میں آئی اور (۳) کو گورنری کے ساتھ اس کے کیا تعلق
تھا۔

کو بھی وہ اس سفر کو خوشگلاست اور تکلیفوں کے سبب سے درخ کا
مور تھا، خلیفہ کرنے کو تیار تھے تاگو اپنے مندر میں جا کر اصل وجہ میں
اپنے نام درج کرائیں۔ گو اس وقت وہ نیکی کے بیج میں گرنے والے تھے اور
ان کی سبھی ساری صبح سے غریبی شکیں تھیں مگر سیت الخمر کو جانا تھا ہر کر رہا
تھا کہ شاہی خون ان کی رگ میں حرکت کر رہا ہے۔ بادشاہ کا حکم ان دیوں
کو دھکیلے ہوئے ان کی منزلیں مقصود کی طرف لئے جاتا تھا اور وہ دشوار گزار
راستے کی سختیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دن بدن اگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں
تک کہ ایک دن چٹانی چڑھا گئی تھے کہ ان کی اپنی منزل پر جا پہنچے۔ مگر اس وقت
پسٹ طرح طرح کی ٹکڑوں میں ڈوبا ہوا تھا اور ہریم تھکان کے مارے
بے دم ہوئی جاتی تھی اور جب وہ سرسٹے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ

سٹہ علاقہ نہیں کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں فلسطین کی سرزمین کچھ ایسی طرز کی ہوگی
جس طرز کی آسٹیا ملک آرمین میں پائی جاتی ہے۔ ان کے سامنے ایک صحن ہوتا
تھا اور دیواروں سے گھرا ہوا ہوتا تھا اور اس سے ساتھ ایک ایک منزلہ مکان لگا
ہوا ہوتا تھا جو بہشت ہوتے تھے۔ بڑی بڑی سراؤں میں کمی کو ٹھہرا دیا پائی
جاتی تھیں صحن میں جو دروازے جاتے تھے اور کو ٹھہرا دیوں میں مسافر رہتے
تھے۔ مسافر اپنے جانوروں کو آپ سنبھالتے تھے۔ اپنا کھانا اور اپنا ہینتر
اپنے ساتھ لاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سراؤں میں اور ہمارے ملک کی
سراؤں میں جو بڑے چھوٹے دیہات اور دیہوں میں پائی جاتی ہیں، ایک فرقہ نہ تھا۔
ہوٹل جی میں سچے چمڑے کرے اور آسٹس کے سب ملک و ملتان اور لفظ کھانے
میں وقت چاہی اس وقت مل جاتے ہیں، جدید مذہب کا نتیجہ ہیں، لیکن فلسطین

[illegible]

۱۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۲۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۳۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۴۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۵۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۶۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۷۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۸۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۹۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں
 ۱۰۔ اگرچہ کہ یہ ایک نیا ہیرو ہے مگر اس کی زندگی میں

[illegible]

مذکورات ایک بیچ بسمال پورے پورے طور پر میری سمجھ میں نہ آیا۔
جب میں اس میں کی سرسٹے میں پہنچا تو میں نے اس کمرے کو دیکھا جہاں
ماریٹن کو کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ماں باپ بھی کچھ کام کے لئے یہاں آئے
تھے اور وہ بھی تنگدستی کے جنگل میں گرفتار تھے اور جب یہ سرسٹے ایک بڑی
بھیڑ سے پر اور سنو و جھانے کو گھونٹ رہی تھی میں اس وقت وہ شخص پہنچا
جو قریب کو ایک نئے سانچے میں ڈھانسنے والا تھا۔

سیاح کی پیدائش کے بعد سیاح کو سرسٹے میں پھر شور و غل کا بازار گرم
ہوا۔ بہت لمبے باغیچے حسب معمول پھرا پنے کاروبار میں مصروف
ہوئے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گزری رات ایک ایسی بات و خبر میں
کئی شے جو تمام دنیا کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ہر ایک بچہ جو اس دنیا میں
آکا ہے گویا راز سرسٹے کی طرح یا توں کہیں کہ نہ دنیا کی طرح ہوتا ہے۔
جس میں طرح طرح کے امکانات کے ہوا پر بند ہوئے ہیں۔ بیشک قیامت اور
حیرت میں جہنم سے وقت بھی اور جانتے بھی کہ ہم ہر ایک غریب گھر
میں پیدا ہوئی اور ایک غریب تجار سے بیانی گئی ہے اس سلسلہ سے
متاثر گئی ہے کہ اپنی قوم کے مسیح موعود اور دنیا کے نجات دہندہ
کی وجہ سے اعتبار سے خدا کے بیٹے کی ماں کلائے۔

ایک قدیم نبوت کے مطابق اسے قس جگہ پیدا ہونا تھا۔ وہ نبوت
یعنی کرا سے بیت لحم، فلستا، ہر چند کہ قویڈہ کے سرواڑوں میں مناسک
ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی ٹھہر میں سے وہ شخص انکی کے چھ پاس ٹھہرا
(بقیہ نمٹ صفحہ ۲۵) انکوں کا وہی مقصد ہوتا ہے جو موعود نبوت انکی کی چھائی
اور ان کے مستشرق کی دیانتداری کا پکا ثبوت ہے۔

جو امرائیں میں حاکم ہوگا۔ اگرچہ ان دو جہانوں کو تنگ مزاج گندس کا
مٹک بیت لحم کی جانب جو جنوب کی طرف واقع تھا پہنچ لیا تھا، تو بھی
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ساتھ ہی ساتھ ایک اور بات بھی کام کر رہا تھا
اور وہ بات اس کا تھا جو اپنے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے تہمتناہوں
اور بادشاہوں، بڑے بڑے مہرول اور پارلیمنٹوں کے ارادوں کو
اپنے پس میں رکھتا ہے خواہ وہ اسے جہاں یا نہ جائیگا۔ اس کے لئے فوج
کے دلی کو جمع کر لیا۔ اس کے غریب کو غلام کی طرح اپنے قدیموں میں لگایا۔
اس نے نہ در بدر کدھر کر اپنا جاکر بنایا۔ پس وہ اس قابل تھا کہ گندس
کی حرص اور تکبر کو اپنے اغراض کے پورا کرنے کی خاطر ہی حکمت
کے مطابق کام میں لائے۔

مختصہ پرستار۔ اگرچہ مسیح نے بڑی پستی اور خاموشی سے
دنیا کی سطح پر اپنا قدم رکھا۔ اگرچہ بائبل گان میں ہم نے یہ یاد کیا ہے
درمیان کیسا عجب واقعہ سرزد ہوا ہے۔ اگرچہ ہم نے اس
بات سے بالکل بے خبر تھا کہ بارغ عالم میں ایک نیا نگر کھلا ہے
جس کی خوشبو سے سام جٹ سکنا اٹھے گی اور آج وہ بادشاہوں کا
بادشاہ پیدا ہو رہا ہے جو صرف سلطنت روم پر حکمران ہوگا بلکہ اس کی
کابینہ ان ممالک میں بھی رائج ہوگا جہاں رومی عقاب سے اب تک
میں مارا۔ اگرچہ یہی قوم کی ایک کو جزو دنیا کی طرح شور مچاتی ہوئی سی
معمولی طریق پر جا رہی تھی اور اس نادار و فقیر سے جو سرزد ہو چکا
ن، انشا تعنی تدبیری گئی توگ ایسے بھی تھے جو اس عجب و فقر سے وابستہ
تھے جس طرح مسیح نے رحم میں جب اس کے خداوند کی ان سرسٹے ایک

ہو گا یہ سب امر ہم اور اس کے بچے کو دیکھا، کیونکہ مریم اپنے ساتھ وہ قریبی
نبی لائی تھی جو عمر، اپنے موصوفوں پر پھر پھائی جا رہی تھی۔ وہ فقط قریبوں
کا ایک جوڑ لائی تھی جو کنگوں کی ذرا سی کچھ جاتا تھا۔ اگرچہ یہ کنگ تھے
کار گذاروں نے اسے پہچان پر بعض اہل بصیرت نے جن کی آنکھوں پر
اس کو دم نما جو فرشتہ دنیا کے جیسے نظر ہوں کی جھلک سے جھکا جو مریم
کا پر وہ نہیں جھپٹا تھا۔ سے پہچان میں تنگ دستی کا پر وہ اُن سے اس
کے جلال کو میں جھپٹا سکتا تھا۔ ان اہل بعد میں سے ایک شخصوں تھا
جس نے اپنی بے خبری و عاؤں کے جو، ب میں یہ وعدہ پایا تھا کہ جب
تک وہ مسیح کو نہ دیکھ لے تب تک اس کا شے فانی سے نہ ہوگا۔ کریگا
اور جب اس سے مریم اور اس کے بچے کو دیکھا تو وہ ایسا حال میں کی طرح
اُس کے دل میں سے گزر گیا کہ یہی بچہ وہ مسیح تادمہ ہے جس کے
استقبالیہ و پادریں مدت سے چشم بڑھائیں۔ اُس نے اسے اپنی گود میں
جدا کر لیا۔ قریبوں نے فوراً اور امرا اہل جہاں کو دیکھ کر کھد کا لشکر دایا۔ وہ
پنا کلام پر توجہ نہ کرے یا، تھا کہ ایک درگاہ میں ہوا دسویں ایک
حدیریت جو تھی جس کا نام تھا جو مدت سے پہلے ہی میں رہا کہ تھی
اُس کی آنکھوں میں اور روز سے کئے شہریت۔ ایسی حالت ہو گئی تھی کہ اس
کی نظر ہمارے ہر وقت کو دیکھنے سے سدھنی حقیقت کی نہ تاب پاسی بیج
رہی تھی۔ اُس نے بڑے کئے تمکون کی کو ہی کی۔ بعد کی وہ اس را سے
دیگر بند گاہی خد کو جو اسرا میں کی نجات کی سنک۔ وہ تھے ہنگام۔
اب یہ چرچا ہے اور ہر عمر و مہر و صفہ میں اس جگہ کے سرور یکہ ہی
را کرتے تھے جہاں یہ نئی طاقت و نیامیں داخل ہوئی، گھر میں عجیب و غریب

نے دیکھا اور ان کے مالک میں بھی ان کے برہنوں پر اپنا عکس جھاڑا۔ جب مجوسی
اُسے دیکھنے آئے تو اس وقت فانی اُٹھ گیا۔ میں جھپٹکا تھا اور اس کے
میں باپ اسے میت لھم کو دیکھنے آئے تھے تاکہ اُن میں پورے باطن اکتھ رہ کر
کوڑا عزت کر دایں۔ مجوسی اُن مہارک کے رہنے والے تھے۔
تو یہ عجیب قوم کے ہی وسط تھے جس میں مہارک کو نصف اور طب سہل
تھے۔ وہی مہارک کے خزانوں کی کھد بھی میں سے کے پڑھیں۔
میشس کوڑا مہارک میں اور کو میفس جسے نامور مہارک بتاتے ہیں کہ
جن مہارک سے یہ لوگ آئے تھے وہاں اُن دلوں اس بات کا انتظار رہا
تھا کہ ملک پروردہ میں ایک بادشاہ پیدا ہونے والا ہے اور میں قابل
منجم کبر کے حساب کے منگو پڑا ہے کہ اُن میں اس طرح اس میں
کے چہرہ اور ہر مہارک میں جگہ بنا اسے بارہ نوور مہارک تھا۔ اب یہ
سے مہارک کی صفت پر تھی سیدہ منجم کبر نے کہ ہے۔ سے بارہ وقت
ہوئے کے بڑے اور انور و فانی کی باتوں کو سچا ہو چکے۔ اُن میں بعض
دگر باہر اس پر کہ اس طرح کبر ہے ۳۰ اور ۱۰ کے نہ میں پہلے اس اور
تھی فانی منجم کبر۔ سچہ یہ کہ کچھ عرصہ سے ہر مہارک میں اس سے آلا اور پھر محل
اور سرری کے وہاں ایک بادشاہ دیکھا ہو جی چھ دیکھیں وہہ سے ہی کہیں
ہوئے یہ قریب فریاد کئے صوفی کے بعد و قریب میں ناچے۔ صاحب لکھتے تھے
مہارک میں ایک ہی دور بادشاہ و عید امراش دونوں قریب اکتھ تھا۔ اور پندرہ
ہج جو کچھ نہ اُن اور شہری کے مہارک میں دیکھیں۔ شہرہ یا دیکھ کی رہا ہر گاہ مجوسیوں کے
سائے کی نصرت تھی و شہرہ میں۔ ہنگام یہ کہ اس سائے کے وہ قریب تھے جو
کچھ صاحب کے صاحب کے مطابق سچ کی یہ لکھتے تھے ذرا پہلے واقعہ اس پر مہارک

محمّدی علیہ السلام کے بڑے شائق تھے۔ یہ سب تھے کہ غیر معمولی اظہار
در سطح اہسان پر نمودار ہوتا ہے۔ اس حالت پر دلالت کرتا ہے کہ سطح ذہن
پر بھی کوئی غیر معمولی تہذیب نہ ہوگی۔ یہی ممکن ہے کہ انہوں نے اس
شمار سے کوسس کی طرف اس کی کوچہ ہونے کی اور اس عالمگیر انقلاب
کو جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوتا تھا اس کے لیے ہر سبب کو رد یا وہ جو اس حال کی
بہتر تہذیب کے لیے اس کے لیے اس کی اس طرح سے غور و فکر ہوتی ہے
وہ اپنی فطرتی شوخی سے یا یہیں تاں ممکن ہے کہ اس کے ساتھ ہی اس دانی
جس پر موقوف ہے کہ اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور
اس میں ہے کہ اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور
موسکتا ہے کہ اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور
اسی طرح کیا کرنا ہے۔ نہ کہ اس کا طور کو اس کی ہر اور اس کی ہر اور
سہ سے ساتھ ایسی زبان میں مہلک ہوتا ہے جو سمجھ سکتے ہیں خواہ اس
کا مہلک دستور کے طور سے اس کا مہلک اور اس کی ہر اور اس کی ہر اور

(بعد از ص ۱۸) اب جانتا ہے کہ قرآن میں فقط دو مقاموں سے ایک دوسرے کے
مذہب کو آج نے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
تصور کی کو آج نے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
خیالی ہے کہ وہ تہذیبی جو اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
ہے کہ وہ مافک ایک سستارہ تھا جو حد سے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
لو چلنے کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
نیا یہ صورت کھٹکات سے ہر مہلک ہوتی ہے۔

کی طرف سے چلتا ہے جس طرح اس نے اس طرح اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کو اس طرح اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
برا اس کے حقیقی علم کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
آپ کو لڑنے کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
لوگوں کے علم سے کیا جو اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
اس بات کی بنیاد تھا کہ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کی تعلیم اور حکمت کو قبول کریں گی اور کیونکہ اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی

پناہ اور فلسفہ اس کے باوجود اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
یہ لوگ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
اس کے سامنے سرنا زخم کریں۔ چنانچہ گڑھے میں اپنی سادی ہی ہستی
کے ساتھ اس کے حضور سرنا زخم کریں۔ چنانچہ گڑھے میں اپنی سادی ہی ہستی
کے ساتھ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کے ساتھ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کے ساتھ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کے ساتھ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی
کے ساتھ اس کے لیے اس کی گزیر کر لیا نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ جو ان کی

لے یعنی جو یہ ہیں تاریکی کو رہالت کی مددوں کے لیے علمی فطرت کا زمانہ۔

ہلاک کر دیں یہ اگر وہ پہاڑی چٹان کو ہوائی ضرور سے چکنا چور کر
سکتے تو خدا کے ارادوں کو بھی کاٹ ڈالتے۔ اُس نے مرغِ سندھ پر دار کو نشاندار

۱۰۵۔ (۱) نہایت خوبصورت ہے۔ چونکہ (یعنی میرٹوی) سب
نہرو کو مد پر مل کر تیار تھا اور لسانیت سے بالکل بے سروخطا لیج جس شخص سے ہی جو
توکل کیا کہ اسے چھوٹی کاکھوں پینے سے دماغ نہ لگا اور نہ وہ بھی نقصانکہ کو کر رہا ہے
ظاہر کی کہ اس کے تمام اہم رشتے کٹھے ہو چکے ہیں۔ ان کا حصارہ بڑی دھوم دھام سے کٹے
اگر دیکھا جس چیز پر کوروا اور اساتوہ ان لوگوں کے لیے ہو جس کی حاملہ اہمیت
کچھ ہی واقعہ تھے۔ غیب کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن ہے کہ میرٹوی کو کٹھ جو کچھ جو اس نے
سے بہت۔ دت بعد فتنے لگا اس سے واقعہ نہ تھا اور اگر عاقبت کو بھی لازم رہتا
کہ اس کو نہ روکنا بعض اخصاس سے جس کی خدمت میں میرٹوی کو عیش کئے ہیں۔
اولیٰ نہ کہ ان لوگوں کو بھی اسی سے واسطہ تھیں۔ تاہر کائناتیں ہی جتنا۔ تم کہ وہ
کوئی ایسی بات اپنی عمر میں جس کو کائناتیں چاہتا تھا جس سے بھی نہ ہو۔ اس کی طرف توجہ
کبھی ہی نہ ملتا کہ وہ جو بات صحیح ہیں اور اگر اس میں کوئی چیز ہے جس کو کبھی نہ ملتی
کے۔ یہ کوئی شخص کر سکتے۔ صرف عیسیٰ لوگ اس کی معتبر رہے۔ تاہر کہ وہ جو بہت
کے شہوت میں میرٹوی یا میرٹوی کے قیام سے نامد طلب کرتے ہیں۔

[illegible]

کرنے کے لئے اپنی تلوار کھینچنے پر چلائی اور پوچھا پہلے ہی سے اُن کیا تھا
یعنی اس کے کوہِ صفت مصرعے کیا اور میر و پس کی موت تک وہیں رہا۔
جب میر و پس ملک عدم کو روانہ ہوا تو وہ نہ صرف کوہِ پس آیا اور
وہاں پہلے لگا کہ چونکہ بیت لحم جانے سے چلنے لگے اُس کو روک دیا تھا اور
رہتی کو بیت لحم میر و پس کے ٹپے دھلاؤ میں کی محدود میں منع تھا جو
پنے قابلِ اہلب کا ہم مزاج اور ہم طبع شاہ تھا۔ میر و پس کی نفی انگلیوں کا
س تھک کر طرف دیکھنا، اس بات کی افسوسناک موت تھی کہ وہیں کی طاعون
اُسے ستا رہی تھی اور اُس کی زندگی کے رحمت کو بدیع عام سے کاٹ ڈالیں گی۔
حضرت میں خاموش زندگی۔ مسیح کی پیدائش سے سے کہ حضرت نے ملک
جو واقعات سرزد ہوئے تھے وہ عقل و دلو پر انجیوں میں قلمبند ہیں مگر
ناصرت سے واپس آنے کے بعد اس تفصیل کا سلسلہ کٹ جاتا ہے
چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی عام خدمت نے اُن تک جو پیچیدہ واقعہ ہو
اُس برائے پروردگار سے جو صرف ایک ہی مرتبہ اُٹھا یا جاتا ہے۔
اس میں شک نہیں کہ ہمارے دل کو یہ چاہئے ہیں کہ جس شرح و وسط
کے ساتھ مصر سے واپس آنے تک اُس کی زندگی کے واقعات کا
سلسلہ چلا آئے تھا، اسی طرح اُس کی پہلے خدمت کے شروع تک
برسرِ چلا جاتا اور واقعہ میں اس بات پر جو بے گونہ گمراہی دیکھتے ہیں کہ
موجودہ زمانہ میں جو سوانح عمریوں تحریر کی جاتی ہیں، میں میں جیسے
زمانہ کی صحیح حرکات و سکنات کو بھری ہوئی جگہ دی جاتی
ہے اور اس کی یہ وجہ ہے کہ جو واقعات اس عرصہ میں سرزد
ہوتے ہیں وہ گویا اس بات کی بذات کرنے ہیں کہ جس شخص کی زندگی

جسے وہ علاقہ رکھتے ہیں وہ آئندہ کیا ہوگا اور کیا کر لگایا کریں کہ چھٹین کے واقعات ہر وہاں کے چھٹین کے پات ہوتے ہیں۔
 جس نے کوئی ہم کو یہ بتا دے کہ مسیح کی زندگی کے اس عرصہ میں اس کی اسی عاریت تھیں، ایسے ایسے اُس کے دوست تھے، اسے اسے اُس کے خیالات اور لفظ اور کام تھے نونابہ عرصہ کے جسے ہم اپنی جان تک بنے کو تیار ہو جائیں بلکہ ان تمام باتوں پر شہرگی ہوئی ہے اور اس خاموشی کی دیوار پر سے جو میں چھینتا کہ چاروں طرف سے گھر سے ہے، صرف ایک ہی جگہ یا سردی خاصہ بنارے اس اشتباہ میں بھڑکا جاتا ہے جو نے سنگ و پو سے ٹھٹھٹے نمونہ دروازے کا کام کر کے میں در عرصہ میں خواہش سے بھر جاتا ہے کہ گھر میں ہو تو گھر کی سیر کریں۔ بلکہ نہ اسے دیکھ دیا کہ اس بات کے دروازے بند ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ گھر کی حاکمیتی اس کے پوسے سے کچھ کم عجیب ہیں ہوئی۔
 لیکن بہتات انسان کی ذات میں داخل ہے کہ جب خد کی بات کو چھپاتا ہے اور آدمی اسے جانتا ہے ہوتا ہے تو اس کی کوئی بات نہ ہم شروع کرتی ہے اور تھوڑے سے عرصہ میں جلدی صغیر کو تک میرے سے دوسرے میرے تک یہ فاسوں سے بھر دیتی ہے۔
 اسی طرح کلبہ کے ابتدائی زمانہ میں ہو کہ جس بچہ میں شہر کی شہر ہو کہ جس زمانہ کی نسبت اصل انجیلیں خاموش ہیں، خاموشی کے وقت کی کیفیت رقم کریں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں مسیح کی طوالت کی بات اور کام کہتے سے قہقہہ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے

بڑے کام کو انجام دینے کے لئے انسان کی فطرت عقیدہ کی نہیں وہ حسبِ ہمت و عمل و کمالات و تاجیں کے مقابل دیکھ کر وہ لوگوں کا ملاحظہ کر لے میں خود کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ ایک کام جتنا وہ عجیب کرتی ہیں اور وہ کہ جس جیل اور بناوٹ سے خالی ہے ان کی ساخت میں کام لیا ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ چھوٹی اور تھوڑی سا دل میں سائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح اور اسے ہم کی کراہی اور صدمہ اچھے دیکھا ناظر ہے کہیں میں کے جانور۔ کہ میں نے اسے اندکس۔ یہ جو بولوں کو کریں۔ یہ جس میں تھوڑی کے حاکم کو سند دیکھا نا ہے، عرصہ یہ تھا ہی ان میں اس بات کے گہرا تیسرے فتنوں کا طوار ہیں۔

اور اس مقامی نامی سے ہم کو نہایت ہی ہے کہ اس مقدس جگہ کے۔ یہ ہم کی رسائی نہیں اور کہ ہم سے لئے فقط اسے ہی نشانہ کافی سے کہ مسیح و ان کی قدرت و قیامت میں خود اسے اس کی نفی میں نہ لے کر گیا ہے وہ ہر اکاؤنٹ نہ مضابطہ و انسی کے حقیقی پتہ، جس میں نہ کافی اور شہرہ کے خدائی فوہن کے ہیں نہ نہ۔ یہ نہ ہونا با جسم اور دماغ عموماً کے مطابق پر بربر برتری کرنے کے۔ جس کے سوا نہ کیا کہ جو انفرادی کا ہیں وہ اور دماغ کے سگورس صحت اور دینی کا بیوہ لگا، جس کی صحت کے بند کی حیرت و حیران سے تشریح ہی سے دیکھتے ہیں کو اپنی خوبی اور پاکیزگی کا گویہ ہوتا ہے۔

بہ اگرچہ یہ بھی ہے کہ اس معاملہ میں اپنی فطرت اور ہم کو حیرت و حیرت سے باہر جاتے ہیں چاہئے تو بھی میں میں باہر کے ملاحظہ نہیں بلکہ یہ

ہمارا مین فرض ہے کہ ہم اُس زمانے کے اوضاع و احوال اور رسم و رواج کو مد نظر رکھ کر باطن و انحرافات سے جو بعد میں اُس کی زندگی میں نمودار ہوئے مدد پا کر اُس کے زمانہ طفلی کو اُس کے عرصہ خدمت سے راجع ہیں۔ ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ ہم کو کسی قدر اس بات کا پتہ لگ جائے کہ اُس کی طبعیت کا عالم اور شباب کا زمانہ کبسا تھا اور کہ وہ کیسے تاثیرات کے درمیان اپنے برسوں تک خاموشی میں ترقی کرتا گیا۔

ہم جانتے ہیں کہ سن خاکی تاثیرات کے درمیان اُس نے پرورش پائی وہ کیسے تھے۔ اُس کا گھر اُن گھروں میں سے تھا جہاں ملک کا غرور سمجھا جاتا ہے۔ باپوں کہیں کہ اُس کا مسکن خدا پرست اور خرمندہ اور خدمت کش لوگوں کا گھر تھا۔ یوسف ہو اُس گھرانے کا سرگرم تھا نہایت دیندار اور بڑا با فراست آدمی تھا مگر چونکہ اُس کا ذکر خداوند سبح کی سوانح عمری کے آخری ابواب میں بہت کم آتا ہے اس لئے وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ جاگزی دمہ داری کا وہ چھ مسیح پر چھوڑ کر رہا ہی ملک بظاہر کی حفاظت میں گمان غائب ہے کہ جن خارجی تاثیرات نے مسیح کی نشوونما میں حصہ لیا وہ بیشتر اُس کی ماں کی طرف سے آئی تھیں۔ اُس کی عظمت کا موازنہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ دُنیا کی عورتوں میں سے وہی انتخاب کی گئی کہ مسیح کی ماں بننے کے عملی تجربے سے منازکی جائے۔ یہ کیفیت اُس نے اپنی اس عداوت عورت اور مقدسیت پر گایا اُس سے عیاں ہے کہ وہ بڑی پارسا عورت تھی جو شاعرہ طبیعت اور طرب الوضی کی صفات سے بہرہ ور تھی۔ اُس کی نسبت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک نواختوں کا سطر کر کے دلی اور پیرائے عمدہ کی دیندار عورتوں کی شخصیت پر غور کرنے والی عورت تھی کیونکہ یہ کیفیت عید عین کے

خیالات سے پُر اور سنہ کے محبت کے تصورات سے ملبو ہے۔ ان کو اپنی عورت تھی جو ایک طوفانِ زبورِ حکم سے آزاد تھی اور دوسری جانب یہ لیاقت تھی رکھتی تھی کہ اُس عورت کو جو اُسے بخشی گئی تھی بھائی بھائیوں کو کرے۔ یہ وہ اُس کی ملکہ نہ تھی جیسا کہ باطن پرستی نے اُسے بنائے کی کوشش کی ہے بلکہ وہ ایک پاک اور مقدس اور پر محبت اور بلند مزاج عورت تھی اور کیا ان حمیدہ صفات کا پلہ کافی نہیں؟ مسیح نے اُس کی محبت کے زیر سایہ پرورش پائی اور اس محبت کا جواب فرمودہ عبادت محبت میں ادا کیا۔ لیکن اس گھر میں اور بھی کئی لوگ رہتے تھے۔ اُس کے کئی بھائی اور کئی بہنیں تھیں۔ ان میں سے دو یعنی یعقوب اور یسوعا کے خطوط نئے عہد نامہ میں مندرج ہیں اور اُن کے مطالعہ سے معلوم ہونا ہے کہ وہ کس شخصیت کے آدمی تھے۔ شاید یہ کٹا کٹا خیال نہ ہو گا کہ اُن کے خطوط میں کسی قدر سختی پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے وہ سخت گیر اور محدودی میں قاصر تھے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ وہ اُس کے جیسے ہی اُس پر ایمان نہ لائے اور غالباً نصرت میں بھی اُس کے ساتھ شیعہ و مشک نہیں ہوئے تھے۔ وہ قابلاً پیش تنہائی میں زندگی بسر کرتا تھا اور اُس کا وہ اندہ ہاک نادران الفاظ تھکتا ہے کہ انہی اپنے وطن اور اپنے گھر کے بڑا اور کسی جگہ بے عزت نہیں ہونا۔ نہ صرف اُس پر ملوکی کی خیر دیتا ہے جو اُسے اپنے بزم خدمت میں پیش آتی بلکہ اُس زمانے کی سرد فہری پر بھی اشارہ کرتا ہے۔

اُس نے اُسی مکتب میں اور شاید اُسی فقیہ سے تقسیم پائی ہوگی جو

اُس کا دس کے عبادت خاند سے علائقہ رکھنا تھا۔ اُس کی علمی استعداد
بظاہر ایک غریب آدمی کی تعلیم سے زیادہ نہ تھی اور اسی واسطے تھی
طنزاً کہا کرتے تھے کہ وہ کچھ نہیں جانتا، پھر گو اُس نے کسی کا دس میں
ترجبت نہیں پائی تھی تو بھی شروع ہی سے علم کی محنت اُس کے دل میں
پیدا ہو گئی تھی اور وہ ہر روز گہری سوچ اور فحش خیالات کی لذت سے
مغلول ہونا تھا۔ حقیقی علم کے دروازے کی کلید اُس کے ہاتھ میں تھی یعنی وہ
ایک وسیع دماغ اور محنت سے بھرپور دل رکھتا تھا اور تن بڑی بڑی کتابیں
ہر وقت اُس کے سامنے کھلی رہتی تھیں یعنی بائیں، انسان اور
کائنات۔

وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ ہر ایسے عمدہ نامہ کی تلاوت کیا کرتا ہر گاہ۔
اُس کا کلام جو بڑے عمدہ نامے کے اقتساموں سے بھرا ہوا ہے نہایت
گرتا ہے کہ۔ ایک دہشتے اُس کی ترویج کی غذا اور اُس کے دل کی تسلی کا
باعت ہے۔ اُس سے شروع جوانی میں جو مطالعہ کیا وہ بعد میں بحث کا م
یا پناغہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بڑی آسانی اور سرعت سے اس کلام کو کا
لاتا ہے تاکہ اپنی مٹ دی کو اُس سے قریب دے اور اپنی تعلیمات کو اُس کے
ویسے سے تقویت بخشنے کے واسطے دشمنوں کا گھمنہ اُس کی شہادت سے بند
کرے اور شہدائے کی آراستہوں پر اُس کے زور سے غالب آئے۔ اُس کے
اقتباسوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان دشمنوں کو اصل عبرانی میں پڑھا
کرتا تھا نہ کہ یونانی ترجمہ جو اُس وقت عموماً استعمال کیا جاتا تھا۔ البتہ اُس
وقت عبرانی زبان کا رواج ملک عسطلین سے بھی اٹھ گیا تھا اور جس طرح
اب ملک اٹلی میں طبیعی یا ہندو مت میں سستکرت مروج نہ ہانوں کے

نہرے میں شامل ہے اسی طرح توح کے نامے میں عبرانی بھی پڑھی ہم کہ
سکے ہیں کہ اُس کی دلی آرزو یہی ہوئی کہ وہ کلام اللہ کو اصل زبان میں
پڑھے جن لوگوں کو وسیع تعلیم حاصل کرنے کا موقع شروع میں نہیں
دیا اور جنہوں نے خود باوجود ہر طرح کی مشکلات کے یونانی سمجھنے
کی استعداد ہم پہنچائی ہے تاکہ نئے عمدہ نامہ کو اصل زبان میں پڑھ سکیں
وہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اُس نے کس طرح ایک گاہوں میں رہ کر اُس قدیم
زبان کو سمجھنے کا ملکہ پیدا کیا ہوگا اور کیسے ذوق و شوق کے ساتھ عبادت خانہ
کے طوماروں کو لے کر یا اُس نسخہ کو جو اُس کے پاس ہوتا ہوگا کھسکا کر قدس
نشینوں کی عبادت کی ہوگی جس زبان کو وہ عموماً سوچنے اور بولنے وقت
کام میں لاتا تھا وہ دینی تھی اور جو اُس قدیم زبان کی شاخ تھی جس کی
ایک شاخ عبرانی بھی ہے۔ اُس کے جو الفاظ اس زمانہ تک پہنچے ہیں
ان میں کہیں کہیں اس زبان کے بعض جھکے ہوئے ہیں مثلاً "بالیہ قومی"
اور "ایلی لیا سقنی" وغیرہ اور یونانی سمجھنے کا موقع اُسی طرح اُسے
جس کا اصل مقام جس طرح مہکات لیتہ لائی لیتہ کو انگریزی یا پنجابیوں
کو آکر دیکھنے کا حاصل ہے "غیر قومی" کا جس "اُس وقت یونانی بولنے
دوں سے پڑھا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین زبانوں سے بخوبی واقف
تھا جن میں سے ایک عبرانی تھی جسے ہم ہی معارف کے اعتبار سے
وسیا کی نہ ہانوں میں دینی زبان کہنا چاہیے۔ اُس کے نوشتوں سے وہ
بخوبی پڑھا اور دوسری یونانی تھی جو وہ دی علوم و فنون کے خیالات
کو آکر لے میں اپنا تانی نہیں رکھتی تھی۔ البتہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یونان
کے بڑے بڑے مصنفوں کی تصانیف سے بھی واقف تھا کیونکہ اُس کا

کوئی ثبوت نہیں ملتا اور تیسری، یعنی تھی جو عام لوگوں کی زبان تھی جسے
 اُس نے اپنے وعظ و نصیحت کے کام میں زیادہ استعمال کیا۔
 انسانی طبیعت کا علم اور کسی جگہ اپنی اچھی طرح حاصل نہیں ہوتا
 جیسا کہ دیسات میں ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے سے گاؤں میں علم اپنے ہمسایوں
 کے مفصل حالات سے بلکہ ہر شخص کی زندگی کے تشب و فراز سے جو کئی واقعات
 ہوجاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے بڑے خدو میں ہم زیادہ
 لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں مگر اس میں شک نہیں، بہت غفلتوں
 سے اچھی طرح سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ شہروں میں صرف زندگی
 کی سچ دکھائی دیتی ہے لیکن گاؤں میں سطح کا دکھاوا بہت کم ہوتا ہے
 اور وہ باتیں جو دل کی نہ سے نکلتی ہیں ریا کاری کی قیغ سازی سے
 بُری ہوتی ہیں۔ ناصرت بڑے بافتندوں کے لئے مشہور تھا جیسا
 کہ اس ضرب انٹل سوال سے مترشح ہے۔ کیا ناصرت سے کوئی اچھی
 چیز لیں سکتی ہے؟ مسیح کی ذات میں گناہ کا خم نہ تھا مگر اس قصہ میں
 رہنے سے اُس نے گناہ کی گرم اندری کو خوب دیکھا یا یوں کہیں کہ جس
 بات سے اُسے عمر بھر بڑا تھا اُس کے زور شور کو اچھی طرح محسوس کیا
 اور پھر اپنے پیشے کے وجہ سے بھی اُسے انسانی خصلت کو ممانعت
 کرنے کا موقع ملا۔ وہ یوسف کی دکان میں بڑھئی کا کام کیا کرتا تھا اور اُس
 کے ہم وطنوں سے بڑھ کر اور کوئی اس بات سے واقف نہ تھا اور وہ اس کی
 عجیب و غریب زندگی سے متحیر ہو کر کہتے ہیں کیا یہ بڑھئی نہیں ہے پھر اس
 بات کی خوبی اور مطلب کی نہ تک پہنچنا کہ کیوں خد نے سب بڑے بڑے
 علموں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کے لئے ایک پست کام منتخب کیا آسان میں ہے؟

انتہا صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسانی محنت اور مشقت کے سر پر
 آدمی شرافت کا تاج لگھا گیا۔ اس سے مسیح نے صلیبوں لوگوں کے دل
 خیالات سے واقفیت حاصل کی اور سمجھا کہ انسان میں کیا ہے بعد میں
 اُس کے حق میں کہا گیا کہ وہ انسان سے ایسا واقف تھا کہ اس بات کا محتاج
 نہ تھا کہ کوئی اس فن میں اُسے درس دے۔

خداوند مسیح کا بڑھئی کی دکان میں بیٹھ کر کام کرنا کی طبیعت خیر اور
 حوصلہ انسانی باتیں نہیں سکھاتا ہے۔

ہماری خوش قسمتی سے مرقس کی انجیل میں وہ الفاظ محفوظ ہیں جو
 اُس کے معاملات ظنرا لکھا کرتے ہیں وہ یہ تیسری بڑھئی نہیں بلکہ الفاظ
 جیسا ہم نے اوپر کہہ چکے ہیں آدمی کی محنتوں کو عمدی زیب دیتے ہیں جو بادشاہوں
 کو انعام شایانہ سے حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے افلاس کے زخموں
 کے لئے حرم کا کام دیا۔ غریب مزدوروں کے حوصلے بڑھائے اور سب
 سے بڑھ کر کہ بنی آدم کو یہ سبق دیا کہ انسانیت میں ایک جوہر ہے جو
 آپ ہی آپ اپنی تھلک دکھاتا ہے اور اس بات کا محتاج نہیں
 کہ سوتا چاندی اُس کی رونق کو دوبالا کرے۔

(۱) ان نفلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا خداوند شروع ہی سے
 ایک غریب آدمی تھا، نہ صرف منادی کے تین سال میں وہ اپنے درمجم
 ہوتا ہے بلکہ یحییٰ ہی سے دنیوی عیش و عشرت کے ساز و سامان سے
 ما آشنا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں تو غالباً یونانی بڑھئی کام کیا کرتے تھے
 اور وہ اپنے فن میں ماہر و متناقی ہونے کے سبب سے فارغ البالی اند
 چین نہ لگا کر رہتے تھے لیکن یوسف فلسطین کے ایک قصبے کا بڑھئی تھا اور اگر

روایت صحیح ہے تو اپنے کام میں پوری پوری مصارت بھی نہیں رکھنا
 بقیہ سو وہ ایک عام درجہ کا آدمی تھا جس کی آمدنی فقط خالی ضرورت
 کے لئے کافی ہوتی ہوگی۔ لوگ ہر زمانہ میں دولت کے نہ ہونے سے بے چینی
 میں تڑپتے ہیں اور جن کو اس دنیا کا مال مقبوض ہو جاتا ہے ان کو دنیا
 کے لوگ خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ ہم خود بھی کو دولت کی باندی سمجھتے ہیں
 یہ اس غلط فہمی سے طرح طرح کی فکر و تسمیم کے حاصرہ خیالات
 پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے بیچ سے نصف اور بھی کی حالت اختیار کی پر
 اس کی غریبی وہ مزید نہ تھی بڑی آدمی کو افکار کی چکی میں پس ڈالنی ہے
 اور اس کے خیال کو برکت کھالے اور کپڑے کی دھن میں نکالنے دھتی
 ہے اور آخر کار اسے فقر و غارت کے پار سے گزرا کر ذلیل اور سست و برباد
 ہے۔ اس کی غریبی ایسی غریبی تھی جو اس دنیا میں بہت لوگوں کے حصے میں
 آتی ہے۔ اس قسم کی غریبی میں ابتدا عیاشی کی جگہ میں ملتی مگر زندگی کی تمام
 سادہ ضروریات بخوبی رفع ہوتی رہتی ہیں۔ سو آدمی ہمدرد ہوا کہ داد
 کے تحت و تاج کا وارث بنا ہوا تھا۔ ان عیاشیوں اور دباٹیوں میں
 رو بہ ہوا ہوگا جو دولت کی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں، مگر صبح ان سے بڑی
 تھا اور دنیا بھی یہی تھا کہ وہ جو مہنی آدم کا ہمدرد و دوست اور دولت
 دہندہ اور بادشاہ بن کر آیا تھا، ایسی حاسنت اختیار کرتا جو بہت لوگوں
 کے حصے میں آتی ہے اور ہمیشہ آتی رہے گی۔

۲۔ اور پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعت ہمیشہ شہنی
 کی طرف مائل ہے۔ جو آدم طلبی کو امیری کا لازمی جزو یا خاصہ سمجھتے
 ہیں۔ محنت و مشقت کو کم درجہ اشخاص کا حصہ جانتا ہے بلکہ ہر طرح کی محنت

پر حقارت اور ذلت کا درجہ لگاتا ہے لیکن مجموعہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ
 جو محنت و دیانت داری سے کی جاتی ہے وہ انسان کے فخر کا باعث
 ہے۔ وہی زندگی کا نمک اور مردی کا کریمہ ہے کیونکہ اس کے بغیر
 سے انسان بے جانہ، کتوں سے بچتا اور اس کی بدولت اس کی مرض
 ناپاک خیالات میں ڈوبنے سے محفوظ رہتی ہے۔ یہی سبب تھا کہ صبح
 نے محنت کش زندگی اختیار کی اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اہل بنا تا اور
 جو تھے تیار کرنا دلا دیا۔ اس کے خلاف اس کی بہت سال کو محنت
 میں آ کر لیا کرتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ یہ ناممکن ہے کہ دنیا کا نجات ہرگز
 ایسے خدان میں پیدا ہو یا ایسا تنگ دست ہو کہ اپنی روزی کمانے کے
 لئے بیچ لوگوں کی طرح اپنے ہاتھ سے کام کرے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سوامی
 کو تھے سادگی میں ڈھالنے اور پرانی باتوں کو نئی بنانے کے لئے اس بات
 کی اشد ضرورت تھی کہ وہ جو ان بندگیوں کو جو وہیں لائے والا تھا خود
 حقیقی خالص آدمی اور فرد تھی کا نمونہ بنے۔

۳۔ پھر صبح کی زندگی کا وہ زمانہ ہو کمانی میں کٹا، جس کا حال و بھیلوں
 میں فلمینہ نہیں اور جس میں شاید بہت بڑے بڑے و قعات بھی سرزد
 نہ ہوتے ایک اور سبق ہم سے ملے رکھتا ہے اور وہ یہ کہ خدا ہر آدمی زندگی
 کی اندرونی حالت پر نگاہ کرتا ہے نہ کہ ظاہری سنن و شوکت اور خارجی
 سار و سامان پر۔ دنیا اپنی آنکھوں کو لوگوں پر لگاتی ہے جو شجاعت میں نام
 پیدا کرتے جو علم و ہنر میں یکتا تھے زمانہ کچھ جاتے آہد عرصہ داد و گیر میں
 سکندر کے ہم پید ہوتے اور حکمت و دانائی میں، فلاطون و ارسطو پر قدرت
 سے جاتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت نادر ہوتے ہیں گریہ سمندر میں سے

ایک قطرہ اور پھر مرنے کے بعد صفحہ ہستی سے ایسے سوت غلط کی طرح
جھٹ جائے ہیں کہ فقط کسی کسی کتاب کے چند اوراق کے سوا اور کسی
جگہ اُن کا پتہ نہیں ملتا۔ ہاں چند دن کے بعد اُن کتبوں کو بھی جو اُن کی یاد
کو تازہ رکھنے کے لئے اُن کی تہمتوں پر لگائے جاتے ہیں کپڑا لگا جاتا ہے
اور اگر بالفرض حروف نہ بھی ہیں تو بھی کون اُن میں سے جو داستان میں
آتے ہیں اُن کے کارناموں کو یاد کر کے اُن پر اسلوب تھے میں؟ لیکن
خدا کی نظر میں نہ صرف وہی شخص پسندیدہ ہے جس کی زندگی اس دنیا
کی طرح ہے جو چٹانوں میں سے گرتے وقت چندوں سے ٹکرا کر خود
مچا تا ہے بلکہ وہ بھی جس کی زندگی ایسی خاموش ہے کہ اُس پاس کے
لوگ اُس کی حرکت متوجہ ہونے کی ذرا تحریک نہیں پاتے کہ خدا اُس شخص
کی اندرونی زندگی کی حقیقی خوبی سے واقف ہے۔

۴۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب غریبوں کی بے قدری کی جاتی ہے تو وہ خود
اپنے آپ کو ناچیز سمجھنے لگ جاتے ہیں، وہ خجیل گرتے ہیں کہ ہم جو ایک قدر
بے مقدار سے بھی حیثیت میں کم ہیں، اُس دنیا میں مصروف کے نہیں۔
پس وہ کھانے پینے اور مرنے ہی کو سب کچھ جانتے ہیں مگر شہرے
غریبوں کے طرز زندگی کو، خستہ کر کے ثابت کر دیا کہ ممکن ہے کہ جو
زندگی بغاوتِ ناجیز سمجھی جاتی ہے وہی دنیا کی تاریخ میں انقلاب پیدا
کرنے والی ہو اُس نے ظاہر کر دیا کہ کبھی اور صادق زندگی ہمیشہ بڑے
بڑے واقعات کے شور و غل، اور بڑی بڑی کامیابیوں کے غلوں
سے متاثر نہیں ہوتی بلکہ خدا کے بے شمار پیار سے اُن لوگوں میں بھی پائے جاتے
ہیں جن کو دنیا ناچیز اور حقیر سمجھتی ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ

خداوند کی زندگی کے وہ سال جو مڑھٹی کے کام میں صرف ہوئے گوہر
حاموشی میں گزرے۔ وہ بھی حقیقی خوشی سے مہلباں ہے جسے جب اُس نے
منازی کا کام شروع کیا اور لوگوں کی بے پروائی اور سخت دلی کے معائنہ
سے غلبہ میں ہوا، اس وقت بھی وہ خوشی اور توانائی جو اُسے اُن دنوں حاصل
تھی، پنا جلوہ دکھا جاتی تھی۔

حقیقت یہ دریاوت بن گئی کہ جس جگہ مسیح نے برویش پائی وہ
اُن جگہوں میں سے ہے جو دنیا میں اپنی خوبصورتی کے سبب بے مثال
ہیں۔ ناصرت کوستان نہ یوں کی ایک داوی میں واقع ہے جو پتے
نظاردوں کا ہون دکھ رہی ہے۔ اسی جگہ۔ یوں کا پیارہ گویا اپنی لہری
سے نیچے آکر اس دروں کے میدان سے لٹکاتا ہے۔ ناصرت کے
سفید سفید گھریں کی دیواروں سے تاک کی ششیاں بعل گیر ہوتی ہیں،
زیون اور بخیر اور ناصرت اور انا کے گھر بے شمار گھریں میں پٹے ہوئے
دکھائی دیتے ہیں۔ کھیتوں کو تھوہری بائیں چھ گرتی ہیں اور جابجا
رنگارنگ پھولوں کی رنگینی اُن کی خوش نمائی کو دوبالا کرتی ہے گاؤں
کے چھپے ایک پہاڑی کھڑی ہے جو قریباً پاسوپیٹ اونچی ہے۔ اُس
کی چوٹی پر سے دنیا کا عجیب نظارہ آنکھوں کو نصیب ہوتا ہے شمال
کی طرف کھیل کے پیارے زمین میں برقانی ہرمنوں بھی شامل ہے، آسمان سے
باتیں کرتے ہیں۔ کرنل کی چوٹی، صور کا کنارہ، بحیرہ اقلیم کا حکمتا ہوا
پانی مغرب کی جانب دکھائی دیتا ہے، اور مشرق کی جانب کوہ سینور
ایسے جنگلات کے ساتھ غریبی شکل اختیار کرتا ہوا سر بلند ہوتا ہے۔
جنوب میں اسدران کا میدان پھیل رہا ہے جس کی دوسری طرف

کوہستان افراتیم کا سلسلہ موجود ہے۔ خداوند شمع کے کلام ہے۔
ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اُس قدرنی ٹولہ برقی سے کیا حظ اٹھایا
اور کوسوں کی نیرنی کو کس "ٹنگھ" سے دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے
اپنے لوگوں میں انہیں کھیتوں کی سیر کرنے کے لئے اُس قدرنی ٹولہ برقی
کا سرمایہ جمع کیا جو اُن کے میں کرشمہ قبول اندر رسوں کو سب سے کام آیا۔
اسی جاڑی پر اُسے جانے کی عادت سے پہاڑوں میں جا کر رات رات
بھر وہاں سے وہ حالت بیٹھ کر رہی جو اُس کی زندگی میں سب سے جلوه نہایت
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو تعلیم وہ دیا کرتا تھا وہ اُس کے اُس
میں تعلیم پر نہیں تھی بلکہ اُس کی تعلیمات کو ایک دنیا کا
حاصل ہے جس کا پانی کئی سال تک جمع ہوتا رہا اور حسب وقت کیا
تو بہرہ لگایا۔ اس اُس سے انہیں کھیتوں کے گوشوں اور انہیں
پہاڑوں کے کناروں پر اُن تعلیمات کو اپنی دُعا اور دھن کے
زمانہ میں سوجھا ہوگا۔

ایک بار وہ بات کا ذکر کرتا باقی ہے جس نے اُس کی تعلیم میں ڈرا
جستہ بیان بارہ برس کی عمر کو پہنچ کر وہ ہر سال اپنے ماں باپ کے ساتھ
قرع کے موقع پر یروشلیم جاتے تھے۔ لگاتار ہماری خوش قسمتی سے سنی مرتبہ کا
حال اُن میں تعلیم ہے اور یہی وہ موقع ہے جیکہ ہمیں ہمیں کے عرصہ پر سے
ایک دفعہ یہ وہ اٹھایا جاتا ہے۔ چونکہ اُس وقت کو یاد رکھتے ہیں جیکہ
وہ پہلی مرتبہ اپنے گاؤں سے اپنے ٹنگ کے دارالخلافہ کی طرف روانہ
ہوئے۔ قیاس کو کہنے ہیں کہ یروشلیم میں موقع پر کھیس ہوش و غور سے
سے پڑھنا۔ اُسے اُن کی تیل کا سفر کرنا تھا اور اُسے ٹنگ میں سے

گزرنا تھا جس کا ہر س تاریخی واقعات اور خوش انگیز یادگاروں سے چر
کھا۔ علاوہ اُس کے وہ ایسے نائن کے ساتھ روانہ ہوا جو دم قدم پر
ایسے مسافروں کے شمار سے بڑھ جاتا تھا جو غریب عید کے سبب سے
غلطی ہوش اور ہرگز سے معذور تھے اور جس شہر کو وہ سب سے پہلے
ایسا تھرتھکا جسے ہر یودی دل و جان سے پیار کرتا تھا اور تاکا اور
کسی دارالخلافہ سے کبھی نہیں کیا گیا۔ یہ شہر ایسی چیزوں اور یادگاروں
سے پُر تھا جو اُس کے دل میں ہر قسم کی تحریک اور دلچسپی پیدا کر سکتی
تھیں۔ عید صومع کے موقع پر ہم اندر کم پناس مالک سے یروشلیم

دلیاں ہوتے اور مختلف لباس پہنے ہوئے اُسے اور یروشلیم میں جمع ہوتے
تھے۔ سنی موقع پر وہ جلی مرتبہ اُس عید میں ملے ہونے کے لئے آیا۔
جس سے طرح طرح کے مقدس اور محبوب لوطی کے خیالات برآمد ہوتے
تھے۔ پس تعجب نہیں کہ وہ بھی نئی دیکھ بپاؤں کے خیال میں ایسا گن ہوا
کہ جب وہ اُس کو دیکھنے کا دن آتا تو مقررہ وقت اور جگہ پر پہنچے تو
دالوں سے نہ مل سکا۔ یروشلیم میں ایک جگہ تھی جس پر وہ فریاد ہو گیا
اور وہ سبکل تھی اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جہاں اصحاب علم و
حکمت لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُس کے دل میں بے شمار سوالات
جو جن دن تھے جن کا جواب وہ اُن ٹنگ سے طلب کرنا چاہتا تھا یا توں
کہیں تحصیل علم کی پیاس کو جو اُس کے دل میں جیکہ رہی تھی اب اُس
ہوتے کا موقع ملا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اُس کے فکر و ماں باپ نے اُسے
پایا جب کہ وہ اُس کی تلاش میں یہ سمجھ کر یروشلیم کی طرف ہونے کو وہ کھو گیا
ہے اور حسب حال اُسے تو دیکھا کہ بڑی فوج کے ساتھ اُس زمانہ کی

حکمت کی بانی شمع رہا ہے اور جو الفاظ جو اُس نے اپنی ماں کے
 مانتے، میرے سوال کے جواب میں بیان فرمائے اُس کے دل پر سے ہوا
 اُٹھتا رہتا ہے جو کہ جس سے شمع کی سی دیر کے لئے جلا رہتی ہے کہ اُس
 خیالات کو ایک نظر دیکھو یہ جو صاف سے کہنتوں میں اُس کے دل کو گھوم
 کیا کرتے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ میں تھا تو بھی ان
 دکھوں، دیموں پر سوز سے کیا تھا جو زندگی کی راہ سے ہر دور گزرتے
 ہیں پر ایک لمحہ کے لئے میں ہست پروردگار کے لئے کہ زندگی کا کیا مطلب تھا
 اس مقصد سے پروردگار اُسی وقت سے جانتا تھا کہ تجھے اپنی زندگی کے ایام میں
 اُس کام کو انجام دینا ہے جو تجھ کے لیے میرے لئے مقرر کیا ہے اور میرے لئے
 کیا ہے تو اُس سے کہہ دے کہ اُس نے چاہا تو یہ پُر جو خوش خیاں تمام مگر اُس
 کے دل میں جا کر رہا۔ یہی خیاں سرور و فیروز کی زندگی کا اوّل اور آخر میں
 ہو گیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ خیاں بار بار بعد میں اُس کی باتوں میں ظاہر
 ہوتے اور آخر کار اُس کی دینی زندگی کے خاتمہ پر ان الفاظ میں گونج اُٹھتا ہے ہر
 کثرت کو چھو جاتا ہے کہ کیا شروع شروع ہی سے جانتا تھا کہ میں اُس
 اور نجات کے کام کے لئے مقرر ہو گیا ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو کب اور کس طرح
 یہ ظہور اُس کو حاصل ہو گیا یہ حال اُس وقت اُس کے دل میں پیدا ہوا
 جبکہ اُس نے اپنی ماں سے اپنی شمع، مَدِائش کا حال صایا خود بخود اُس
 کے دل میں رہا ہو گیا، پھر کساد حیل کیا دی یا رفتہ رفتہ گردن ہو گیا اُس
 نے کب، پسے کام کا وہ نقشہ تیار کیا جس کے مطابق وہ اپنی خدمت
 کے شروع سے آخر تک پہنچ گیا اُسے کام کرتا رہا یہاں وہ کئی سال کے گزرنے
 دھیان کے بعد رفتہ رفتہ اُس کے خیاں میں آیا یا کیا کہ اُس کی نظر سے گزر

گیا، ان سوالات پر بڑے بڑے مسیحی علماء نے جواب دیے ہیں اور مختلف جواب
 دیے ہیں پر اگر ہم اُس کے جواب کو جو اُس نے اپنی ماں کو دیا نظر انداز نہ
 کریں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جسکے وہ یہ نہیں جانتا تھا
 کہ اُس کام کے لئے کیا ہوں۔
 ضرور ہے کہ یہو شلم میں بار بار اُس نے اُس کی دماغی مشورہ پر
 بڑا اثر ڈالا ہو اور گھر گھر کے کھیتوں میں گھڑا یا جا باکتا تھا تو اُس
 نے ثمت بعد دریافت کر لی ہر گاہ کہ ریتوں کی مشورہ حکمت کیسی تشنگ ہے
 حال، میں سلام و قیوں پر اُس نے مدد دیہ کہ مذہب کی حد سے زور
 ہو رہی ہے۔ تعلیم اور تفسیر دونوں کا اس وصال کی محتاج ہیں اور میں
 اُس سے اُن رسوم اور اُن شخصوں کو دیکھتا ہوں گا جن پر کچھ عرصہ کے بعد
 اُس نے پاک غیرت سے معمولہ ہو کر سخت نظر کیا۔
 اب ہم اُس خارجی اسباب کو دیکھ چکے ہیں جس کے درمیان میں سے
 ہر دوش پائی، اور خانی کی طرف قدم اٹھایا۔ اُس ناشر کی نسبت، مبادی کرنا
 جو اسباب سے اُس کی مشورہ میں کی بڑا آسان کام ہے پر درحک
 چاہیے کہ جس قدر کسی شخص کی عظمت زیادہ اعلیٰ اور خود و توتی ہے اُس
 قدر وہ اپنی نفوذ میں خارجی اسباب و مشورہ پر کم انحصار رکھتا ہے۔ اُس کی
 در اور مددنی تیشوں سے سرب ہوتی ہے جو اُس کے اندر پوشیدہ ہونے
 میں اور اُس میں وہ لیاقت چھپی ہوئی ہوتی ہے جو اُس کی ذات کے مطابق
 خود بخود کھول جاتی اور ہر ذریعہ اسباب کی مدد نہیں کرتی۔ پس مشورہ
 خواہ کسی خاص میں دیکھا جاتا ہو یا نہیں، یہی بڑی طبیعتوں کے سبب
 سے وہاں ہی شخص بننا جیسا کہ حاضرہ میں رہ کر رہا۔

تفسیر باب قوم اور زمانہ کی حالت

اب ہم حج کی مدد کے اُس حصہ کے نزویک پہنچے ہیں جس کا مفصل حال آجور میں مذکور ہے۔ مسیح کچھ تہوں کو چھوڑ کر دنیا کے سامنے آتا اور یہاں اس کام منصب کرتا ہے جس میں وہ قدر پر نہایت ملوث ہوتا ہے کہ ہم اُس قوم کے رسم و رواج پر غور کریں جس کے درمیان اُسے کام کرنا تھا اور نیز یہ وراثت کریں کہ اُسے اپنی خدمات کے متعلق کون سے مفصلہ نظر تھے۔ بربروں کی زندگیوں کے حیلے سے کوئی برکوتی نئی طاقت اس دُستار میں داخل ہوتی ہے جس میں اُن کے سوانح عمری تحریر کیا گیا ہو۔ تو ان کو نرم کرنا ہوتا ہے۔ ایک پرکھ کوئی نئی بات اُن کے وسیلہ سے اس دنیا میں داخل ہوتی اور وہ لوگوں کو برکوتی دیتوں سے شرمناک ہو کر بعد کے زمانے کا حصہ بن گئی جس سے وہ ہر ایک شخص کے سوانح عمری کی تاثیرات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے پہلے ہم اُس نئی طاقت کی مائیت کے سمجھنے کی کوشش کریں جو اُس کی زندگی سے صادر ہوئی اور نیز اس بات پر غور کریں کہ جس زمانہ میں وہ طاقت نمودار ہوئی اُس وقت دنیا کی کیا حالت تھی مگر ہم دوسری بات کو نظر انداز کریں وہ سبلی بات کی خصوصیتیں سمجھیں۔ اُن کی زندگی میں وہ عقیدہ حل ہوگا کہ اس طرح اُس نئی طاقت کو دُستار دینا کہ ایک مرد نے جس آدمی پر بند کر کے اس دُمانے سے سینہ سے لگایا یا دشمنی اور عدالت کا پہلو

اختیار رکھنے کے لئے کہنا چاہا تھا وہ مسیح ایسی نئی طاقت اپنے ساتھ لایا تھا جس کا کام یہ تھا کہ انسانی تاریخ کو ایک نئے سا پائے میں ڈھال کر نئی شہادت میں تبدیل کر دے۔ جس جب تک ہم اُن لوگوں کے حالات سے واقف نہ ہوں جن کے درمیان اُس نے خود اسر اختیار کی تب تک ہم اُس کی خصیصہ کو اور نہ اس بات کو جان سکتے ہیں کہ اس نئی بحث کو دُعا اپنے ساتھ لایا اُس کو تاہم یہی واقعات کی لڑی میں پڑنے کے لئے تھے کہ کون کون سی مشکلات کا مقابلہ کرتا تھا۔

حج ہم عہد عیسوی کی آخری کتاب کا آخری درجہ کو لے کر عہد جدید کو کھول کر اس کا مطالعہ شروع کرنے میں تو ہمارے دل میں یہ خیال گہرا رہا ہے کہ گویا ہم انہیں لوگوں کے درمیان چلتے پھرتے اور اُن کی فطرت کی دشواری کا دور دیکھ رہے ہیں جو ہم نے ملائی کی کتاب میں چھوٹی سی تحفیں میں نہ خیال سرسبز تھے کہ ان کو ملائی اور مٹی کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ ہے اور جو تبدیلیاں، تحفہ عرصہ کے اندر کسی ملک میں پیدا ہو سکتی ہیں، وہ اس ملک میں واقع ہو چکی تھیں جو دریاں ملائی کے زمانہ میں ترویج تھیں۔ اب ہم اُن کو مٹی اور مٹی کے اُس وقت کے روح سے خیالات سے ملنے لگتے اور نئے نئے برابری کے لئے غرضیکہ ملک کی ایسی کیا پالیسی تھی کہ اگر ملائی زندہ ہو کر اپنے ملک اور اپنے لوگوں کو دیکھتا تو حیرت کا پہلاں حیات اور مشکل سے اُن کو پہچانتا۔

فعلی انتظام میں طرح طرح کی تبدیلیاں ہو چکی تھیں مثلاً کامیابی کے بعد بنیادی قوم کا انتظام دار کامیابی کے ذمہ دار اور بیوروکری کا قیام ملک ایک ہی حکومت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ کئی دفعہ مذاکرہ ہوا ہے

بارہ دہائیوں پر حملہ کر کے ہر سب سے انتظام کو نابل میں پہنایا۔ کچھ عرصہ کے لئے
 وزیر مکاروں نے موروثی بادشاہی کے قدیم اختیارات کو بیکارال اور
 اردو کے لئے جنگ و جدل کرنے ہوئے کچھ شکست کھائی، اور کبھی دھن
 کو بچا دیکھا یا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک خاموش نے برہمنی تخت نشینی اور حکمرانی
 کا لکھتہ اٹھایا اور اب انہیں غنائ حکومت اہل قوم کے ہاتھ میں جن کا
 سکہ تمام مذہب دنیا میں جاری تھا انہوں نے ملک کو پانچ حصوں میں تقسیم
 کر کے کچھ ایسی ہی حکومت جاری کی جیسی اب ہندوستان میں رائج ہے۔
 انیس اور پھر پانچھوٹے چھوٹے راجہوں کے ہاتھ میں تھے وہ ہندوؤں
 کے پیشے تھے جس کے بعد میں مسیح پیدا ہوا تھا۔ پھر راجے فیصد قوم کے
 ساتھ دھرمی ملاقات رکھتے تھے جو ریاست ہائے ہند کے سرکار اور بچ
 شہنشاہ انگلستان کے ساتھ رکھتے ہیں۔ یہودیہ ایک دھرمی مذہب کے
 اختصار میں تھا جو سرور کے دھرمی مذہب کے فراروا کے تحت سمجھا
 جاتا تھا۔ دھرمی مذہب ہی یروشم کے گلی کوچوں میں پھرتے دکھائی دیتے
 تھے۔ دھرمی پھر براہمنی کی چوٹی پر ہوا تھا۔ دھرمی محصول سے والے
 ہر سرور کے پھاٹک پر بیٹھے تھے۔ ہندو دھرم دیوتوں کے خمس حکام جیسے
 یہودی اختیارات کا ایک الہ کنا چاہیے، برائے نام دربار انداز رکھتی
 تھی مگر حقیقت اس کے حدود اور سرور کا ہن دھرمیوں کے ہاتھ میں کھائی
 سے بڑھ کر نہ تھے جتنا کہ جب ناچ وہ بچا لے تھے وہی ناچتے تھے جس
 قوم کو دیگر اقوام سے ایک مذہب کا امتیاز حاصل تھا اور جس کے سامنے دنیا
 کی تمام سلطنتوں کو تسلیم کرنا چاہیے تھا اور جس کی حب الوطنی میں دینی
 اور قومی محبت کا ایک ایسا مادہ موجود تھا کہ دوسری قوموں کو دیکھ کر تعجب

نہیں ہوا وہ قوم جس وقت اپنے اعلیٰ پایہ سے گریز کر دیں جو
 رہی تھی

اور جب ہم مذہب کی طرف رخ کرنے ہیں تو مذہبی عالم میں بھی
 بڑی تبدیلی اور عجیب طرح کا تزلزل نظر آتا ہے۔ ظاہری صورت سے
 تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تزلزل کے عوض مذہب بڑے فروغ پر
 ہے مگر یہودی قوم جیسی اس وقت اپنے عقائد کی پابندی میں تھی
 کبھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ وقت تھا کہ ملت برہمنی لکھتہ مانا کر گئے
 کا بار ہو رہی تھی مگر اسیری کے بعد اس وقت سے اس ہندو کی ایسی سختی کی
 کہ اب ہر ملک کے یہودی بچر خدائے وحدہ اور کسی کو عبادت کے لائق نہیں
 سمجھتے تھے۔ منوں سے بلی تہا پس اگر کاہنی جمہوں کو از سر نو قائم کیا
 جس کی عبادت اور عیدوں کی حفاظت میں اسے مشغول ہونے کو شرم کی
 اور انکی میں سرور فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ عودہ برہمنی اسی عرصہ میں ایک
 اور طریق عبادت میں ہوا جس نے مکمل اور مکمل کے کاہنوں کی ہی ہوت
 قدیم کہوئی۔ اسے خدیاگک و عبارت خانہ کہا کرتے تھے اور اس کے
 کاہن نہ رہی کہلانے تھے۔ قدیم مذاہب میں ہنگام کا دھرم دیکھ کر نہیں بلتا
 کیونکہ اس طریق نے میری کے بعد جنہاں اہل اس تعلیم کے پہلوں پر درت بانی
 جو اس وقت کلام الہی سے نئے لوگوں کے دلوں میں موجود تھی وہاں
 یہودی آباد ہوئے وہاں پر عبادت خانے بکثرت برپا ہوئے۔ ہر مذہب
 کے روزیہ عبادت خانے خدا کے ہستاروں کی کثرت سے ٹوٹا
 بھر جاتے تھے اور وہی حاضرین کو پند و نصیحت کیا کرتے تھے۔
 عبادت خانہ کے ساتھ دیتوں کا فہرہ بھی پیدا ہوا اور اس کا سبب

یہ تھا کہ زبان عبرانی اس وقت بولی نہیں جاتی تھی۔ سو اس بات کی ضرورت تھی کہ پڑانے عمد نامہ کا جو ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک سال میں ایک مرتبہ ہمیشہ پڑھا جاتا تھا، مروجہ زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ علم انبی کے مدرسے قائم کیے گئے جہاں رات نہ سوتے پڑنے اور فوجی تفسیر میں مہارت حاصل کرتے تھے۔

لیکن باوجود اس ظاہری دینداری کی گرم پائنداری کے مذہب دراصل تنزل کی طرف مائل تھا یعنی خارجی رسوم کی امداد و ترقی پر مبنی مگر باسی روح اور دنیوی چیزیں سخی کی طرح گل ہونے پر مبنی گویا زمانہ میں یہ قوم یادِ نامہ گناہ کے پھندے میں گرفتار ہوئی تو بھی ہمیشہ اس قبیلہ تھی کہ اپنی تاریخ کے بدترین زمانوں میں بھی ایسے جیسے مقدمہ اختصاص پیدا کر کے پوسہ کی کاٹنے سے اپنے نمونہ قائم رکھیں اور اس راہ کو مضبوط کریں جو ان کی قوم اور اسمانی بادشاہ کے درمیان موجود تھا جس سے دیکھتے ہیں کہ وہ انبیاء و صف و صدق کی دولت سے غلام تھے، سچائی کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھنے سے۔ ان کے سلسلہ میں ان چار صدیوں کے اندر جن کا ذکر ہم ہر جگہ کوئی نہی برپا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے عقائد میں کلام کی محافظت تو ایسی تعظیم سے کی جاتی تھی کہ اس تعظیم میں بے بسا اوقات بت پرستی کی گواہی ملے گی جاتی تھی لیکن ایسے آدمی بہت ہی کم تھے جن کے اندر مروج پاک کا وہ نورِ ہدایت درجہ نہ ہوتا جو انہوں نے کلام کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

دین کے دائرہ میں خود ان دنوں پیشو سمجھا جاتا تھا وہ فریسیوں

کا فرقہ تھا۔ فریسی اس بات پر زور دیا کرتے تھے کہ خدا نے قوم یہود کو دیگر اقوام سے امتیاز خاص کے ساتھ جدا کیا ہے۔ اب اگر یہ امتیاز پاکیزگی میں ظاہر ہوتا تو اس پر زور دینا بہت عمدہ اور موافق ہوتا مگر چونکہ لباس اور خوراک اور زبان کے ظاہری امتیازات کی نسبت اس امتیاز کا بہتر رکھنا ایک مشکل کام تھا، اس لئے اس اور خوراک کے بیرونی فرق و امتیاز نے رفتہ رفتہ اس اصلی امتیاز کی جگہ لے لی۔ فریسی جب الوطنی کے عجیب و غریب سے پیر اور ملکی آزادی کے لئے اپنی جان پر کھیل جانے کو تیار تھے۔ وہ غیروں کی حکمرانی سے دل ہی دل میں جلتے اور دوسری ذمہ داری کو نظر حقائق سے دیکھا کرتے تھے اور اس امید میں تھے کہ ہماری قوم کو کچھ عرصہ کے بعد ایک خوش حال اور نیک حال زمانہ نصیب ہوگا مگر مدت تک اس راگ کو لا پٹنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ مغرور ہو کر سمجھنے لگ گئے کہ چونکہ ہم دیر نام کی نسل سے ہیں، اس لئے خدا کی نظر میں ہم بھی پسندیدہ ہیں اور اس بات کو بھول گئے کہ خدا کی نظر میں جو ہے وہ کسی شرافت نہیں بلکہ ذاتی خلصت ہے پس وہ یہودی رسموں کو بڑھانے لگے اور تمام کار و دعا اور عذرہ اور دہ کی کی خارجی رسوم سے اس امتیاز کی جگہ لے لی جو انسان اور خدا کی محبت میں جلوہ گر ہونا چاہیے تھا۔

فریسیوں کے درد کے ساتھ کئی فیسہ بھی ملتی تھی۔ ان کو اس لئے فقہ کہتے تھے جو دیکھ لو سوں کی تشریح اور کتابت ان کے بیرونی اور دینی لوگوں کے لئے وکالت کا کام کیا کرتے تھے کیونکہ یہودیوں کے

ملکی قوانین کا مجموعہ پاک فوشتوں میں داخل تھا، اس سے عظیم نقد علم اسی کی ایک شرح سمجھا جاتا تھا۔ عبادت خانہ میں کلام الہی کی شرح اکثر دی کی کرتے تھے۔ اگرچہ ہر شخص کو اجازت تھی کہ اگر بوسا چاہے تو بوسے۔ وہ لوشنوں کے بہک، یک لفظ اور حرف کی تعظیم کا دم بھرتے تھے اور وہی بڑا نامہ ہے جس کے مذہبی، عقول کو لوگوں کے وہ یہاں پھیلائے اور اس کے بڑے بڑے و لو اعظم بہادریوں کا نمونہ بن گئے۔ ان کے سامنے رکھتے وہ زمینوں کے کلام کو بیچ کی طرح دونوں میں ہونے کا عمدہ موقع ان کو حاصل تھا کہ ان کے اس کام کو انجام دیتے تھے۔ عبادت خانہ ایک عظیم مقام تھا لیکن انہوں نے اس عظیم موقع کو بالکل گھوڑا اور مہی حاکموں اور مشغلوں کی بیسی کی سی گروہ بننے پر لگ جاتی اور اپنے اپنے ملکہ کو سینے والی اغراض کو اور کرنے کا وسیع بنایا اور ان لوگوں کو جس پر وہ رسول کے عظمیٰ پیغمبر کرتے تھے وہ بل کو یہی علم سمجھ کر نظر فرماتے تھے۔ یہ ایک عظیم شریعت تھا۔ پاک فوشتوں میں جو باتیں کوئی اور زندگی بخش تھیں وہ اس کی سہولت کے لئے تھیں۔ ان کو نظر نہ دیکر یہاں پشت پر پشت مشاہیر مرفعتہ میں کی تفسیریں لکھتی تھیں اور وہ خبری حاشیوں کو متن پر ترجیح دیتے تھے۔ مرید برائے یہ خیال مروج ہو گیا کہ صحیح تفسیر کو مریدی پر تہذیب دیا جائے جو کلام اللہ کو جس صلہ سے اور چونکہ مرید بہت مشہور معتمدوں کی تفسیریں صحیح سمجھی جاتی تھیں انہوں نے نتیجہ پڑ کہ ہزار ہا دامن جو باطل کی طرح مشتعل اور میں سمیت سمجھی جاتی تھیں روز بروز بڑھتے گئے یہاں تک کہ ان کا شمار سنت زیادہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک لوہے سمجھی کہ ہر کوئی اپنی مرضی کے مطابق

تشریح کرنے لگا اور فوٹوں پر قسم کی شے کو کلام اللہ کی کسی نہ کسی آیت سے مربوط کرنا یا اسی کو جائز قرار دینے کے لئے اس سند و شہرہ ڈھنڈھ اُٹھانے کا کام ہو گیا

پس اس طرح فوٹیوں کی ہر نئی ایجاد نے ناجائز ہوئے کار فیہ حاصل کیا اور ان نئی ایجادوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ زندگی کے دشمین کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں ان کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ شخصی اور خانہ دانی عرصہ تک زندگی کے ہر پہلو پر ان لوگوں کی فوجیادیں ٹھکرنے لگیں۔ ان کے شمار کی کثرت کے سبب سے ان کے دیکھنے کے لئے قدرت اللہ کی ضرورت تھی اور ان فقیہوں کی تربیت کا بھی بڑا جزو ہی تھا کہ وہ ان مختلف خیالات سے پر تفت ہوں اور بڑے بڑے رتبوں کے منتہی کلام کا علم رکھیں اور تفسیر کے ان طریقوں کو ضبط کریں جن کی بنیاد یہ تھی کہ اپنے خیالات کو جو بڑھایا تھا۔ یہی وہ مخصوص تھا جس سے وہ عبادت خانہ میں آنے والوں کو سب سے آتش کرنا چاہتے تھے۔ فہم کی گردن پر ایسی بے شمار پھرتی پھرتی باتوں کا بوجھ ڈالے تھے جن میں سے ہر ایک کو دس احکام کی مانند خدا کی طرف سے ملے تھے۔ یہی وہ ناقابل بہار منت و چر تھا جس کی نسبت بطرس نے کہا کہ نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اسے اٹھا سکتے تھے۔ یہی وہ بوجھ تھا جس نے خواب پریشانی کی طرح لوگوں کی ضمیر کو دبا رکھا تھا۔ اس سے بہت سے بڑے نیچے پیہ پڑ گئے۔ ایک مسئلہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب رشوم کو وہی جگہ دی جاتی ہے جو اخلاقی صداقت کا حق ہے تو اخلاق کی روٹی کا اور وہ جانی ہے تفسیر اور فہم اس فن میں ملحق

تھے کہ اپنی خود رانی کے موافق شرح گو کہے اور تمہیری من ملامت پر اپنی مرضی کے مطابق بھرت کر کے بڑے بڑے اخلاقی رفعت کی بیانی ہلا دیں اور نئے نئے دستوروں کی پابندی کے سٹکوں پر لگیں۔ جس طرح یہ لوگ باہمی کے دانتوں کی طرح چاہر میں کچھ اور باہن میں کچھ اور ہی تھے۔ دیکھنے میں سراپا پاکیزگی مگر صورت میں خود غرضی کے عاشق اور لطف فی خواہشات کے شے میں جوڑ تھے اور یہی حال قوم کا تھا۔ وہ بھی فکر طرح اوپر سے کرامت پر اندر بدی کی عقوبت سے سڑ رہی تھی۔

ان کے مقابل ایک اور فرقہ مخالفت میں ٹٹا کھڑا تھا۔ وہ صدوقیوں کا فرقہ تھا۔ صدوقی بزرگوں کی روایتوں کو منہ نہیں دیتے تھے بلکہ برعکس اس کے یہ چاہتے تھے کہ بائبل کے فیصلے مسند سمجھے جائیں اور بغیر اس کے اور کسی رائے کی قدر نہ کی جائے اور نہ ہی وہ یہ چاہتے تھے کہ اعتقاد کی جگہ مذہبی رسوم کو دی جائے مگر اس مخالفت کا باعث نہ کسی عقول کی پابندی نہ تھی بلکہ ان کی متکبرانہ جبریت اس کی موجد تھی۔ یہ لوگ سراپا ایمان سے خالی اور غیر گہمی اور دنیوی مزاج سے پر تھے۔ اگرچہ وہ اخلاقی صداقتوں کی تعریف میں بڑی سرگرمی دکھایا کرتے تھے تو بھی ان کا عالم اخلاق کچھ اور ہی تھا۔ ان کے اخلاق میں حقیقی جوت اور روحانی جہاد نہ تھی کیونکہ وہ الٰہی قدرت کی ان اعلیٰ منازل سے ناواقف تھے جہاں سے سچے اخلاقی زندگی کی ندیاں جاری ہوتی ہیں وہ فریسیوں کی دستور پرستی سے اپنی تمیز کو نہ بڑا کرنا پسند نہیں کرتے تھے مگر اس کا اصل سبب یہ

تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ عیسائی عقیدت سے زندگی بسر کریں اور ہر روز روز عید اور ہر شب شنب بارات ہو۔ وہ فریسیوں کی اس خصوصیت کہ ہنسی میں اٹھنا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے نیش و روں سے ایک رکھتے تھے مگر صدیقی اس ایمان اور ان قومی ہمتیوں سے بھی اپنے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جو فریسی فرقہ کا خاصہ تھیں۔ سو وہ غیر قوموں کے ساتھ کھلم کھلا، سستے جینے، یونانی تہذیب و شائستگی کی پیروی کرتے اور غیر مالک کے متاعل سے دل بدل گئے تھے۔ ملکی زندگی کے لئے طنائے کونا پسند تھا۔ اس فرقے کی ایک شاخ رن خیالات میں اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ان کو یہودی کہتے تھے۔ انہوں نے یہودیوں میں غاصب کی مدد کی، دراب پوشاہ کی وجہ سے اس کے پیشوں کے شرم گئے ہوئے تھے۔

یہ صدوقی بیشتر اعلیٰ خانہ نواں اور دولت مند گھرانوں سے علاقہ رکھتے تھے اور فقیر اور فریبی زیادہ تر درمیانہ درجہ کے لوگ ہیں۔ تھے کہ کوئی ربا میں سے بھی اعلیٰ خانہ نواں سے علاقہ رکھتے تھے۔ ادنیٰ درجہ کے لوگ اور عیسائی باشندوں کو دولت نے امیور سے جدا کر رکھا تھا لہذا فریسیوں پر فریفتہ ہو کر انہیں کا دم بھرنے لگے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جہاں لوگ جس طرف گرم جوشی دیکھے ہیں اسی طرف ہو جاتے ہیں۔ سب سے آخری درجہ پر ایک کثیر جماعت موجود تھی جس نے مذہب اور مروت پر موم ٹھٹھی سے ہر طرح کا رشتہ قطع کر لیا تھا۔ وہ محض پولیس سے اسے اور گھبراہٹ اور گھبراہٹ کرتے تھے اور کوئی ان کی مددوں کی پروا نہ کرتا تھا۔

ہم نے دیکھا کہ قوم بیدار کی اس وقت دینی اور اخلاقی حالت نہایت زبردستی ہو رہی تھی۔ کس یہ سول پیش آتا ہے کہ کیا یہی لوگ خدا کے لوگ ہیں؟ عام میں لوگ، اہرام اور اشفاق اور یعقوب کی، ولاد اور عدس کے وارث تھے، اگرچہ چاہ مصلحت میں ڈوبے چڑھے تھے۔ اگر ہم اس زمانہ سے قطع نظر کر کے پیچھے کی طرف دیکھیں تو کئی صدیاں پہلے قدیم عربوں کی نورانی شعوریں اور ان باتوں کے حلال چہرے جو حد کے پہنچا لی اور ہم مزاج تھے، ہماری نظروں سے گزریں گے اور کئی دہائیوں اور کئی آدمی کے ہی دکھائی دیں گے، اور کئی ایسی نیتیں دیکھنے میں آئیں گی جو اپنے ایمان اور ائمہ کے سبب منہمک تھیں، اور اسی طرح اگر آئندہ زمانے کی طرف دیکھ کر اٹھا کر دیکھیں تو ادھر بھی بڑی اور نفیست کا رد و درہ نظر آئے گا۔ خدا کا وہ کلام جو انسان سے نازل ہوا اور اس کے دہلے سے مان کیا گیا، کبھی بے انجام نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے دوا یا تھ کہ میرا کامل مکاشفہ اسی قوم کو عطا کیا جائے گا اور انسانیت کا بے نقص اور کامل نمونہ اسی قوم میں سے نکلے گا اور اسی میں سے وہ چشمہ جاری ہوگا جو بنی آدم کو نئی زندگی اور زندگی، نورانی طاقتیں دے گا۔ پس اس قول کے مطابق ابھی ایک عجیب زمانہ نہ ہو سکا ہے یا نہیں کہیں کہ شہودی نادرین کا دریا اس وقت پھر عرصہ کے لئے رگتانی خطوں میں جنب ہو کر غائب ہو گیا تھا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر دروہ خود کے ساتھ خدا کی مقرر کردہ راہ میں پہلے کو تھا۔ اگرچہ اس وقت زمانہ کے ظاہری حالات کسی قدر موفقی سے معلوم ہوتے تھے تو بھی خدا کا فرمان پورا ہونے کا وقت آچکا تھا۔ چنانچہ کئی خدا پرست دیندار

اس وقت آپس میں کہتے تھے کہ کیا جوئے سے بے کرباب بنی ایک بزرگ کے آئے کی خبر دیتے ہوئے یہ نہیں بتاتے کہ وہ عین ان کے ہیں؟ جیسا کہ اخلاقی تاریخ کی تاریک رات کے اندھیرے سے بھی بڑھ جائے گی اور قومی ایشیائی انتہا درجہ کو پہنچ جائے گی، ہر زمانہ مانگے گئے مشن کے کھوئے ہوئے جلال کو دوبارہ روشن کرے گا۔ اور جسے کہ بدترین زمانوں میں بھی نیک اشخاص کا وجود معذوم ہیں ہونا لہذا اس وقت بھی بزرگوں کے خود غرض اور بہ اخلاق فرقوں میں بعض بعض صاحب دس باقی تھے لیکن ایسے زمانوں میں حقیقی دینداری زیادہ تر غم حشیت لوگوں کی جھوٹوں میں بسید کرتی ہے اور جس طرح ہم کو ائمہ ہے کہ وہ میں کتبوں تک کلیسا میں بھی بہت ایسے لوگ تھے میں جو ان رسوم کو جو مسیح اور ان کے درمیان پروردہ کرتی ہیں ترک کر کے حیات کے چشمہ تک پہنچ جاتے ہیں اور روحانی مذاق کی انداز سے اغویات سے کنارہ کش ہو کر وہ وقت کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم بہ ائمہ بھی دیکھتے ہیں کہ فسطیوں کے عام لوگوں میں بھی کئی ایسے لوگ تھے جو خدا کے کلام کو قیادت خانوں میں سن کر اپنے گھروں میں پڑھ کر اپنے اہل خانہ کی بھاری اور بے شمار نصیحت کو نظر انداز کرتے تھے اور گزشتہ زمانوں کے جملہ یعنی پاکیزگی کی رونق اور خدا کے کمال کو دیکھتے ہوں گے جن کے نظارے سے فیض بہرہ مند تھے۔

لیکن فقید بھی فتنوں کی مشین گامیوں سے بے پروا نہ تھے۔ وہ جس ایک طرح ان کی چھان میں گئے ہوئے تھے اور فریبوں کی تیر ایک جھوٹت ہی تھی کہ وہ مسیح کے آسمان اُمیدوں پر فریشتہ ہو رہے

تھے گھر قیامت پر بھی کہ انہوں نے اپنی بے وطنی و تشنگیوں سے میوں کے کلام پر مردہ ڈال رکھا تھا اور آئے وے زمانہ یعنی مسیح کے عہد کی نشان دہی و شہادت اور یہ وہ وجوہ کی ایک مرضی تصویر ہے قیاس کے مطابق کبھی مریخی شمع کو خدا کا بیٹا اور اس کے سے کو خدا کی بادشاہ کا اعزاز سمجھ کر تھے لیکن اس کے ساتھ قہری مں بہت سے بھی منصف تھے۔ حسب مسیح کے کائناتوں کے بڑے بڑے معجزوں اور اپنی قدرت سے یہودی قوم کو عوامی کی قید سے آزاد کر کے عیسوی عزت اور شوکت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچائے گا اور اس لمحہ کے تھے سے بھی سرور و جود ہے پتے کو کہ جو پتہ پتہ ٹوٹی قوم کے شریک ہیں، اس کی بادشاہی میں اعلیٰ منصبیوں اور مہموں پر فائز ہوئے جائیں گے، مگر بھی پر نہیں سوچتے تھے کہ یہ بھی ضروری امر ہے کہ اس کی طاقت کے لئے ہمارے زندگی میں باطنی تبدیلیاں بھی آئیں اور اس کا سبب یہ تھا کہ دنیاوی جلال کی جھلک نے پاکیزگی اور محبت کے لئے حقیقی عنصروں کو ان سے چھپا دیا تھا۔

جب اس قوم کے اصل خدا یا انجیل کے پورے ہونے کا زمانہ آیا تو ہودی تاریخ کی ایسی صورت بنی جیسی کہ بے رحمی اور اس صورت سے اس کام کو جسے مسیح موعود کو انجام دینا تھا مسیح، انجیلوں سے بھر دیا۔ امید یہ ہوتی چاہیے تھی کہ جب مسیح آئے تو وہ تمام قوم کو گزشتہ عیسوی کے خیالوں اور آفتوں کے تحقیقی منہ لی سے بھر پور پائے گا اور اس سے تالیف کر کے اس سے ایسی اور دشمن کرے جو جو من اور تاثیر سے پر ہو کر دنیا نہ ہو بلکہ برعکس اس کے یہ دیکھتے ہیں کہ جب وہ آیا اس وقت تمام قوم اپنے اعلیٰ تصورات کو کھو گئی اور ان کے غرض اور نئے خیالات پڑ

جو گئے تھے ہیں وہ ایک ایسی قوم کے غرض میں جو پاکیزگی سے ہر دور اور خدا کے مقرر کردہ انتظام کے مطابق دوسری قوموں کو برکت پہنچانے کے لئے تیار ہوتی اور اس کی پیروی اختیار کر کے درجہ کمال تک پہنچنے اور پھر تمام دنیا پر روحانی مسیح پائے میں اس کی مدد کرتی وہ ایسی قوم سے دوچار ہوا جس سے ان باتوں میں سے کسی کی امداد نہیں کی جاسکتی تھی۔ لہذا اس سے پہلے اپنے اس ملک کی اصلاح کا بیڑا اٹھنا اور اس نقصات کا نشانہ بن کر جو سا سال کی پست حالی سے پیدا ہو گئے تھے۔

چوتھا باب تیارمی کی آخری منزلیں

اب جس وقت قوم کی یہ حالت ہو رہی تھی اس وقت وہ جس کے آنے کی راہ لوگ ہے اپنے خیال کے مطابق دیکھ رہے تھے اس دنیا میں آیا لیکن انہوں نے نہ جانتا کہ وہ آگیا ہے، اور وہ کب یہ خیال کر سکتے تھے کہ جس کی منتظر ہی کے مستحق ہم خود فکر میں مصروف اور دغاد مساجت میں مشغول ہو رہے ہیں وہ ناصرت جیسے حقیر شہر میں ایک بڑھئی کے گھر میں پرورش پاتا رہا ہے اور یہ حقیقت یہی ہو رہی تھی اپنی وہ برصفت کے گھر میں اپنے کام کے لئے تیار کر رہا تھا۔ وہاں رہا پڑانے نہ ملنے کی محنتوں اور موجودہ حالات کو دیکھ کر اپنے کام کی عظیم

مرمت کے سمجھنے میں مصروف تھا وہاں اس کی آنکھیں ملک کا معائنہ کر رہی تھیں اور اس کی دل گتہ دہر خرابی کی کثرت کو دیکھ کر اس کے دل میں غریبہ پڑا تھا اور وہ اپنے اندر اس نظم و فتنی کو بخش کرنے کے محسوس کر رہا تھا اور اس کے بھاری مقاصد کی انجام دہی کے لئے ضروری تھیں۔ آخر کار یہ جذبہ شوق و رہا کی طرح اٹھ آیا اور وہ بوجہ ہو کر اسے دل کا حصہ بن گیا ہرگز سے اور جس کام کے لئے کیا ہے اسے انجام دے۔

میں نے اس کو اپنے اصل کام کی بھاری بھوری کے لئے ہفت تین سال دئے اور اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ انسانی زندگی کے معمولی تین سال کس قدر محدود و جلتے ہیں اور ان کے بعد ہر ایک انسان کا کام ان سے منسوب کیا جاتا ہے وہ محسوس کر رہے کہ وہ سیرت عجیبہ و غریبہ و غایت کی ہوگی، درمیانہ زندگی لاٹانی طور پر اپنے اردوں کی یگانہ اور تنہائی سے مشغول رہتی تھی۔ سیرت میں سے عرصہ یہ بنایا پر ایسا گراں گزرا، پے سے کسی سیرت کا فائدہ نہیں کر سکتا اور یہی آدم کے لئے صداقت اور معرفت کی مدت کی میرا مرثیہ چھوڑی جیسے کوئی ریزن کوٹ نہیں ملتا۔ عموماً مانا جاتا ہے کہ جب سمجھ و دنیا کے سامنے آیا اس وقت اس کے فکرات مشوونہ یا گہرے فکرات کے سانچے میں مرتب ہو چکے تھے اور اس کی سیرت کا ہر پہلو مجھ میں گیا تھا۔ اور اس کے ہر دے اسے راسخ اور یکے کو گئے تھے کہ وہ بے ہنگام بہت اپنے کام کو انجام دے سکتا ہے جس کے لئے لگاؤ کو شمش کر سکتا تھا۔ تیس سال کے عرصہ میں کسی ایک دم کے لئے اس سے ہٹنے سے وہ بھل جائے گا اور جس پر اس نے اپنے کام کے

مشرور میں قدم رکھتا تھا اور اس کا یہی سبب ہو گا کہ کام شروع کرتے سے پہلے میں برس کے عرصہ میں اس کے تصورات اور اس کی سیرت اور اس کی تدبیریں اپنی نشوونما کی نام نہانیں بن گئی ہوں گی۔

اس کی زندگی کا جو حصہ ناصرب میں گزرا، اس میں بظاہر کسی طرح کوئی غیر معمولی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ پھر اگر سیرت اٹھا کر دیکھا جائے تو یہ میں قسم قسم کے تصورات اور گونا گوں خیالات کی کثرت جس سے پہلے اور اس کے بعد یونیورسٹی کی متوکلیت، رنگ و لکھاؤ کی مائی کس کو، بسوں، رنگ اور جدید زندگی کی سطح کے نیچے ابدی کے تین میں جاری تھے جو انجام کا اس فوجی صورت پھول اور خوش مائیں میں نمودار ہوئے تھے جو اب تمام رت حیرت کی سفر سے دیکھا ہے۔ اس تباری میں بہت سادہ رنگ۔

تیس برس تک خاموش رہا، اسے اصل کام کو دیکھنا وہاں ایک طویل زمانہ تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی اور کوئی بات اس کی زندگی میں اس خاموشی سے زیادہ شاندار نہیں ہو سکتی اور کام و دہر میں طے کرتا ہے۔ یہ خاصیت تھی اس میں نہ صرف ہی میں پیدا ہوئی تھی وہ خاموشی کے ساتھ اس وقت تک انتظار کی گئی تھی جب تک کہ یہی پوری نہ ہوئی۔ وقت سے پہلے کوئی چیز اس کو تنہائی سے باہر نہیں لا سکتی تھی۔ چنانچہ یہ یہ تہجد دست نو، ہنس کر اسے گھر سے نکل کر اپنے زمانہ کی خرابیوں اور غلطیوں کا مقابلہ کر کے اور یہ آواز کو اپنے مجسول کو نادرہ ہیچا کے وقت سے پہلے اس کو باہر لائی۔

مگر جب وقت آیا تو اس نے بڑھئی کے اوزاروں سے ہاتھ اٹھایا اور اس لباس کو جو اپنی دکان میں بیٹا کرتا تھا اٹھاتا ہوا اور اپنے گھر اور

ناصرت کی دلکش ادوی کو حیران کر دیتے طریق زندگی پر قدم رکھ کر ابھی سب کچھ تیار نہ تھا کیونکہ اگرچہ اس کی فہمیت و محنت کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی رشتہ کر گئی تھی تو بھی اپنے کام کو اچھا لگانے سے پہلے اسے ایک خاص قسم کی مدد کی ابھی ضرورت تھی۔

اگر اسی طرح برعکس ضرورت تھا کہ اس کے تصور اور ارادے کے ایک عجیب قسم کی آزمائش کی گئی تھی۔ اس لیے اسے ساریت مضبوط و محنت کے ساتھ تھیں۔ میں اس کی تیار کی انہری روایتیں مبنی بہتہ اور آزمائش ابھی دیکھ رہی تھی۔

اس کا پس منظر واضح ہو کر سچ نہ صرت کی خدائی سے شکل کہ ایک ایک لوگوں کے سامنے نہیں آیا بلکہ اس کے آنے کی اطلاع پہلے دی گئی بائیں کہیں کہ ایک طرح سے اس کا کام اس کے اچھا لگانے سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ سچ موعود کی آواز سننے سے پہلے قوم کو ایک مرتبہ ہر صورت کی آواز و حرکت سے خدائی ہو رہی تھی و نصیب ہوئی۔ چنانچہ تمام ملک میں یہ خبر پہل گئی تھی کہ موعود۔ کئے صحابہ میں ایک بہتہ موعود اور ہوا ہے۔ وہ نہ ان کلمہ کے فقروں کی مانند ہے جو مرے کلمے لوگوں کے خیالات کو عبادت خانوں میں منت یا کرتے ہیں اور نہ ان پر وہ تسلیم کے رہنے والے مت دہوں کی طرح سے جو موعودانہ عرب میں ناک آورہ صحابہ میں متناقی میں ملکہ الہیہ صاحب شخص ہے جو خود تادم کی کوئی سے نہ داور بدن میں توں سبیل ہے وریں کی طرف مخاطب ہو کر لوں ہے در پھر میرے اعتبار کے ساتھ کہ گویا اپنے الہم کے متعلق کسی طرح کا شک و شبہ مطلق نہیں رکھتا جو حق ہیسمہ دینے والی اپنی ماں کے

بیٹا ہی سے مذہب تھا جس نے کئی سال صحر میں کاٹے تھے جہاں وہ بچہ موعود کے ساحلوں پر اپنے دین کے خیالات میں لگن ہو کر سر کیا کرتا تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کی طرح باؤں کی پوشاک اور چمڑے کا کر بندہ کرتا تھا اور نصرت کی شدت اس درجہ تک تھی کہ وہ کھتی کو وہ بچہ اپنے کھانڈ کا خراج نہ تھا بلکہ ان ٹڈیوں اور تحشی ختمہ ہرگز لکھ کر لیا تھا جو اس بیابان میں مل سکتے تھے۔

یوحنا کی نسبت، جو کچھ کام الہی میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گوشہ نشین، درمناست، ریاضت کرنے والا اور نصرت گشت گشت تھا۔ اس نے آباد جگہوں کو چھوڑ کر بیابان میں رہنا اختیار کیا۔ اس نے اس کی بدعریض نہ تھی کہ نہ موعود و ہوا جس کجی کی طرح ہی آدم سے بے پروا اور مستعد ہو کر کج نہ تھی میں جہاں چھپے یا اپنی نہ صائیت سے تنگ کر یا اس سے پناہ پانے کے لئے بھاگ جائے بلکہ اس کی صحرا نشین کا یہ مقصد تھا کہ اپنے اور برقاؤ پائے اور وہ دعویٰ پیدا کرے جو خدا کے پیغمبر تھے اور سچ کے پیغمبر کے لئے ضروری ہیں۔

یوحنا کی طبیعت میں ہوش و بخت تھا۔ میں اس کے بڑی محنت و درجہ و جدل سے اپنے مزاج مرتقا پو پایا۔ اگر اس میں صبر کی شافی نظر آتی ہے تو وہ بڑی دعا اور تہجد سے حاصل کی گئی تھی۔ اس کی دعا اور تہجد کی جگہ تھی بیابان تھا۔ اس صبح کی مشیت ہی پر جو اس کو نصیب ہوئی، نہائی کے اسے تدارک خود سے جو ظاہر کر رہے تھے کہ جنگل میں بڑی جدوجہد کے ساتھ غلبہ حاصل کیا ہے، درجہ اس کی زندگی سے ظہر موعود تھا اس میں سے بھی، بات اس نے آدمی

اور بے حیائی کے طوفان کی بڑائی تھی جو صحرائیں اُس پرانی مٹی پر اُسی طرح اُس کی تعلیم سے بھی اُس سیلاب کا رنگ لگا رہا تھا جس کا ہے جہاں اُس نے اپنے کام کی تیاری کی چنانچہ وہ اپنی تقریب میں بار بار پتھر اور سانپ اور سونے کے ہونٹے یا بے پھل درختوں کی پٹریاں پیش کرتا ہے۔

فہر و نہر سے اُسے اُس کی طبیعت اور کام کے لحاظ سے چلنے ہوئے چرخ یا متعلیٰ سے تشبیہ دی اور شے اِستیعنت وہ از سر نہ پایک دھنڈا تھا۔ پس اُس کا اپنے آپ کو ادا زکات نہایت درست اور موثر اور نقب لگنا۔ اُس کی ایک ایک حرکت سے ہی آواز کی تھی کہ تھوڑے کی راہ تیار کر دی تھی شخص پیش روی کے کام کے لائق تھا کیونکہ اس میں ایس کی طرح کثرت پائی جاتی تھی۔

گو بارگاہ اس کو متہ شبی کے وہ نہ تدری کے مرہب سے بخوبی واقف اور اپنے سامنے کی تمام خرابیوں سے آگاہ تھا۔ مگر وہی وقوف کی مہاکاری کو خوب جانتا تھا اور عام وضع کی بدیاں بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھیں۔ وہ وہ برائی وہ بلی کو چاہیے اور خمیر کو لانے کی عجیب قدرت دیکھتا تھا اور بے خوف و خطر ہر قسم کے لوگوں کے دوسریب گناہوں کو ناش کرنے جانتا تھا۔ لیکن جس بات کے سب سے لوگ اُس کی طرف تباہ و ناخوب ہوئے اور جس بے شک کے بک سرے سے دوسرے تنگ سر ہو دی کے دلی میں ایک جنبش پیدا کر دی، وہ اُس کا پیغام تھا اور وہ بہتھا کہ مسیح کا وقت نزدیک آگیا ہے، اور وہ بہت جلد خدا کی بادشاہی قائم کرنے والا ہے۔ بہت کم آدمی مرنے اور سارے علاقہ اُس کی طرف اُٹھ آیا کیونکہ یہ سب کاساں تھا اور لوگ زبردستی کے کام

سے فارغ تھے۔ پس طرح طرح کے لوگ اگر اُس کی باتیں سُننے لگے۔ فرسی بہت تن کوئی تھے کہ مسیح کی بابت کچھ نہیں بلکہ صدق بھی اُس کی باتیں سن کر کوہ طے بدلنے لگے اور حیرت و حیرت کے تمام مہربان سے ہزاروں لوگ اُس کی مسادہ سننے کے لئے آئے اور بہت سے لوگ ہوجا بجا اسرائیل کی نجات کے منتظر اور دست بردار تھے اُس کے پاس جمع ہوئے تاکہ اُس سے اس خوش انگیز وعدہ کی خبریں سُن کر علاوہ اس پیغام کے کوشاں کے پاس ایک اور پیغام تھا جس نے مختلف دلوں میں مختلف قسم کے خیالات پیدا کیے یعنی اُس نے اپنے بٹنے والوں کو یہ بھی بتایا کہ تم قوم کی مجموعی صورت میں مسیح موعود کی ملاقات کے لئے بالکل تیار نہیں اور تمہارا اہم کام کی نسل سے ہونا اُس کی بادشاہی میں داخل پانے کے لئے کافی حق نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ اُس کی بادشاہی درست باقوی اور پاکیزگی کی بادشاہی ہے۔ پس مسیح کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اُن کو حراں صحت سے بے پروا ہیں اس طرح رد کرے گا جس طرح زمیندار بھوسے کو ہر طرح سے باجس طرح باغ کا مالک درخت کو جو میوہ میں مٹا جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے۔ اُس نے قوم کے ہر مرتے، در ہر شخص کو ہدایت کی کہ جب تک وقت ہے اُسے نصیحت جاناؤ اور توبہ کرو کیونکہ یہ بادشاہی کی برکتوں سے محفوظ ہونے کی یہی ایک لازمی شرط ہے۔ پس اس اندرونی تبدیلی کو ایک خارجی رسم کے وسیلے سے ہم ہر کرنے کے لئے اُس نے اُن سب کو جنہوں نے اُس کے پیغام کو ایمان سے قبول کیا دیا اُسے یمن میں پیشہ دیا۔ کئی لوگوں کو خوش آمد اور امید لئے بلا دیا اور انہوں نے

اُس سے بیستہ پانچ گزشت ایسے بھی تھے جو اپنے گناہوں کے ناش کئے جانے سے سخت ناراض ہوئے اور اُس نے رام کی اور بے ایمانی کی حالت میں اپنے گھر کی طرف رو نہ ہوئے۔ ان میں زیادہ تر خرسی تھیں جن کے ساتھ وہ زیادہ سختی سے پتل آیا اور جو اس کو اس سبب سے ناخوش ہوئے کہ اُس نے اس بات کی چنداں قدر نہ کی کہ وہ ابراہام کی ولاد ہیں کیونکہ اُن کے حیار کے مطابق اُن کا سارا دار و مدار اسی بات پر تھا۔

ایک روز پچھتا بیستہ دسے واسے کے غصے والوں کے درمیان ایک شخص نمودار ہوا جس کی طرف یہ بیستہ دسے والے بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔ اُس کی آواز بڑے بڑے آوازوں کے ساتھ کہتے ہوئے وقت نکھی نہیں لڑکھائی تھی اس دور میں شخص کی ضرورت دیکھ کر کانپنے لگ گئی اور جب گفتگو کر کے بعد اُس سے بیستہ پانچ کی درخواست کی تو پچھتا سے پہلے ہی کرنا چاہا کیونکہ وہ جان گیا کہ یہ شخص اُس وہ کے بیستہ پانچ میں سے ہی ہو گا اور وہ کو بے تاس دے رہا ہو گا اور وہ ہی یہ لڑائی ہے کہ اُس سے بیستہ ڈول۔ اس کو وار شخص کے چہرے پر کچھ ایسی شان و عظمت اور پاکیزگی اور مذاقی نمایاں تھی کہ اُن کا جیسا مضبوط شخص بھی تھا پھر اُن کا کوئی نہ لگتی اور نہ لگا کر دیکھ کر نہایت پیشواں ہو گیا یہ شخص بیسویں تھا جو ناہریت سے اپنی دکان چھوڑ کر سہارا اور چلے آنا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بیسویں اور پچھتا کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی اگرچہ اُن کے

خاندانوں میں باہمی رشتے داری کا تعلق پایا تھا اور اُن کی زندگیوں کے باہمی رابطے کی پیشین گوئی ہو چکی تھی۔ اس ناواقف کی وجہ عاقلانہ یہ تھی کہ ایک کا گھر گلی میں اور دوسرے کا بیسویں میں تھا اور ان دونوں ملکوں کے درمیان بڑا فاصلہ تھا۔ اُن کے اور اس کے سوا ایک بڑا سبب یہ بھی ہو گا کہ جو تاجپیشہ کی عادیوں کا آدمی تھا اور اُس کی زندگی کا اکثر حصہ جنگلوں میں صرف ہوا تھا لیکن جب بیسویں کے حکم کی تعمیل کرتے کے لئے اُن کو تاجپیشہ دینے

سے جو تاجپیشہ دے دے اور بیسویں کی ناواقفیت کو صبح کے بیسویں کے وقت غار پر توجہ دینے سے صرف بحث میں رہی ہے۔ اسی ناواقفیت کی وجہ سے کہ دونوں کی باتیں انہوں میں دستہ داری تھیں اور دونوں کو ایسے دردوں کے شکار رہا۔ یہ یہ ہوئے اور اُن کے جوا گناہ عام اور اُن کام کے باہمی تعلق کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ جو کہ توجہ سے دیکھا جائے تو اس سے ماوراء اس حال کا جو اب اس میں رہا گیا ہے کہ بون کا گھر صحت سے بہتر اور اُس کی طبیعت بھی عورت پسند واقع ہوئی تھی۔ اگر اندازہ اس سے اپنی رائے کو کر سکتے ہیں اس میں اس میں پچھتا کے لئے ایک روح میں کی ہے جو صحت سے بہتر اور اُن کے لئے اور یہ کہ جس نے ان باتوں کو نہ لے کر لیا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کی توجہ نے اُن کے بیوں کو چھری ہوئی سے منکر دیا اور اُن کی توجہ سے بھی ان کی محبت عرب باتوں کا جوہر نہ کریں تاکہ وہ خود بخود اپنی انتظامیہ اور اہمیت کے مطابق ہر گز باہر اُس کی توجہ یا گ سے متوجہ نہ ہو کر ہے۔ پچھتا نام دریا ہی تھا۔ اس سے وہ عینیت پر لگے ہیں۔ اس بات کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش دینے کی کے مقول کے مطابق کریں اور اپنی باتوں کے پورے کی لیبس کا عوش میں اور اُن کے خد کے وقت میں۔

لگا تو اس وقت اس نے معلوم کیا کہ اس اجنبی کے عجیب رُحیب - راب کا کیا مطلب ہے کیونکہ خدا کی ہدایت کے بموجب اس وقت اس کو وہ نشان بخشا گیا جس کے وسیع سے اسے مسیح کو جس کا پیشرو وہ تھا پہچانتا تھا۔ چنانچہ روح القدس مسیح پر جبکہ وہ یروشلیم سے دُعا مانگتا ہوا باہر آیا نازل ہوئی اور اسی کے ساتھ ہی آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا بیٹا بیٹا ہے۔

جو نشان پر مسیح کے مدد سے جو تاثیر یہ ہوئی وہ غفلتوں کی نسبت کہیں زیادہ خوش اسلوب سے مسیح کی مبارک ضرورت کا نقشہ کھینچتی اور اس کی سیرت کی ان خاصیتوں کا پتہ دیتی ہے جو ناصرت میں رفتہ رفتہ ترقی پا کر آخر کار کامل ہو گئی تھیں۔

پیشہ مسیح کے لئے ایک بڑا مطلب رکھتا تھا۔ عام لوگوں کے متعلق یہ ضابطہ دو مطلب رکھتا تھا یعنی اس سے ایک تو پُرے گناہوں کو ترک کرنا اور دوسرے مسیح کے زمانے میں داخل ہونا مراد تھا۔ مسیح کے لئے گناہوں کو ترک کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ بے گناہ تھا۔ پس اگر اس معنی کے مطابق اس نے پیشہ یا موصوفہ اس طرح کہ اس نے اپنی قوم کی جگہ کھڑے ہو کر اس بات کا اقرار کیا کہ میں اپنی قوم کے لئے محسوس کرتا ہوں کہ وہ پاکیزگی کی محتاج ہے مگر اس کے پیشہ پانے کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ خود اسی درجہ سے جس نے رانے میں داخل ہو جس کا بانی مبنی وہ آپ ہی تھا گویا اس ضابطے کے وسیع سے اس نے یہ ہر کیا کہ وہ آپ ہی ہے کہ میں ناصرت کے کاؤنسلر کو ترک کر کے اپنے خاص کام میں مصروف ہو جاؤں۔

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ مسیح نے کیوں پیشہ پایا؟ اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب ہم آدھ پر رقم کر چکے ہیں۔ مگر یہاں ایڈیٹر تمام صاحب، مکمل طور پر نہایت معقول بیان لکھنے میں کہ مسیح نے اس پیشہ کے بارے میں ایک دفعہ پوچھا تھا کہ یوحنا کا پیشہ کہاں سے ہے۔ آسمان سے یا آدمیوں سے؟ اس سوال کے جواب میں سوال زبردست کا جواب چھپا ہوا ہے وہ یوحنا کے پیشہ کو خدا کی طرف سے کھینچا تھا اور پھر خدا کا منہ کر لیا ہوا تھا اسے خوشی سے گورا کرنے کو تیار تھا۔ مگر روح القدس کا اس پر نازل ہونا اس کے پیشہ پانے سے بھی زیادہ بڑا مطلب تھا۔ روح پاک کا نازل ایک بے معنی اظہار نہ تھا اور نہ ہی وہ ایک ایسا نشان تھا جو فقط یوحنا کی خاطر دیا گیا تھا بلکہ وہ اس خاص برکت کا ایک نشان تھا جو اس وقت مسیح کو بخشی تھی تاکہ وہ اپنے کام کے لئے زیادہ طاقت حاصل کرے اور اس کی طبعی طاقتوں کی نشوونما نہج میں کر سجائے۔ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ مسیح کی انسانیت اول سے آخر تک روح القدس کی محتاج تھی۔ ہم اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ اس علاقہ کے سبب سے جو اس کی انسانیت اور انجمنیت میں پایا جاتا ہے اسے روح القدس کی مدد کی ضرورت نہ تھی مگر حقیقت میں اس کی مدد کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ انسانی ذات کا کہنے کے لئے اس کی انسانی ذات کو اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ برکت سے مستار ہو اور پھر ان برکتوں کے استعمال میں کسی طرح کی غلطی اس سے محفوظ رہے۔ اکثر اس کے کلام کی حکمت اور خوبی کو اور اس کی عالم انجمنی کو جس سے وہ لوگوں کے خیالات کو جان لیتا تھا اور اس کے شعرات کو اس کی انسانی ذات سے

مستحب کیا کرتے ہیں۔ میں تجلیوں میں یہ کام عموماً رُوحِ مقدس سے منسوب
کئے جاتے ہیں۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان باتوں کا متعلق اس کی
سوا ذات سے کچھ بھی نہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ رُوحِ القدس کے اس
کی ذات کو اس ذاتِ خدا کا وہ اُن باتوں کے متعلق اس کی
الہی ذات کا آئینہ بنے۔ یہ برکت اُسے جتنے کے وقت خاص طور پر بخشی گئی
اور اس وہام کی رُوح سے مشابہت رکھتی تھی جو یہودیہ اور یروشلم
جیسے گولہ گروں پر حملت ہوئی جبکہ وہ اپنی اپنی خدمات کی انجام دہی
کے لئے بلوائے گئے اور جن کا ذکر اُن کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور اسی
طرح کی برکت سب بھی اُنہیں مل چکی ہے جو خدا و ام آدمی کے مہم سے بہرہ ور
ہو کر اپنے ذات کی خدمت کیلئے ہیں۔ میں فرق اتنا ہوتا ہے کہ رُوحِ مقدس کو یہ
رُوحِ محدودہ اندازہ میں دی جاتی ہے اور شیور کو غیر محدود طور پر بخشی
گئی تھی اور اُس میں خصوصاً معجزہ دکھانے کی طاقت بھی شامل تھی۔

مسیح کی آزمائشیں :- سبب کے بعد رُوح کے نزول سے مسیح پر اسی
حالت ہوئی جو وہ وقت ابی و گولہ کی زندگی میں نمودار ہوا کہ فی سببِ جو اپنی
خدمات کی انجام دہی کے لئے رُوح کا اہم پاسے میں گولہ کی زندگیوں میں
وہ حالت محدود طور پر نمودار ہوئی ہے اور وہ حالت یہ تھی کہ اُس کی تمام
مسیحی سربراہیوں کی آپ سے مشعل ہو گئی۔ اُس کی خواہشات و اوقات
نے تازگی حاصل کی اور اُس کے خیالات اس دھبیاں میں بھر ہوئے کہ
کون سے سبب اپنی خدمت کی بجا آدمی کے لئے استعمل کرے۔ گو
ایک طرح وہ کئی سال سے تیار ہو رہا تھا اور مدت سے اُس کا دل اپنے
کام پر لگا ہوا تھا اور اس کے سرانجام کی تجویزیں بھی سوچ چکا تھا۔

نوبی یہ عین منطرت کے مطابق تھا کہ جس وقت الہی نشان ظاہر ہو اور
یہ خبر دے کہ کام اب شروع ہوا۔ چاہئے کہ جس وقت رُوحِ مقدس کے
کہ جن حالتوں کے سبب میرا کام انجام پائے گا وہ میرے قبضے میں ہیں۔
اسی وقت کچھ عرصہ کے لئے کچھ نہائی اختیار کرے تاکہ ایک مرتبہ پھر
اپنے سارے کام پر نظر ڈالے۔ اُس سے شست بنے کے لئے رُوح
کے ہتھیاروں کو نہیں پستہ تھا بلکہ جنگ کے لئے۔ پس وہ یوں کا کاٹا
چھوڑ کر رُوحِ مقدس کی رہائی سے ایک باباں میں داخل ہوا اور جہاں
روزِ یکم رگستان فی دیوں اور ہاتھوں میں گشت کرتا رہا۔ وہاں اس
کے دل میں سے حیرت اور افسوس نکلیں جسے جو اُس کے وہ اُن میں محو
ہو کر رہا تھا۔ پناہ کی بقول لگیا۔

ایک روایت سے جو بہت پرانی نہیں تھا ہوتا ہے کہ یہ
آزمائش ایک پہاڑ پر واقع ہوئی جو کہ یہ تجو سے شمت دور تھا اور
جو اس سبب سے کہ مسیح وال چالیس دن تک روزے کی حالت میں
وہ قوارٹھ تیار کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہاڑ سبز کے ہرے
ہرے لباس سے بالکل محروم اور ایک خشک جنگل میں تھا۔ کھرا بھیرہ
مرد کے پانی کو جس میں کوئی جاندار مخلوق زندہ نہیں رہتا دیکھ رہا ہے۔
ہر جگہ اُس پہاڑ سے کیسی مختلف تھی جہاں مسیح نے مبارکبادیں اپنی زبان
مُبدک سے فرمائیں۔ وہ پہاڑ اچھے اچھے درختوں کے سبب سے بہت
خوش رہتا تھا اور اُس کے پاس جیسے گہنہ کا پانی پور کی طرح جھک رہا
تھا۔ جس پہاڑ پر مسیح آزمایا گیا ہے درخت ہونے اور بے رونقگی کے
سبب سے پھر درختوں کے لئے ایک ہمدردی ممکن معلوم ہوتا ہے پر بار

رہے کہ یہ ایک روایت ہی ہے۔

واضح ہو کہ یہ آزمائش ایک حقیقی واقعہ ہے اگرچہ یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ آیا یہ آزمائش خارج میں واقع ہوئی یا صرف اُس کا خیال ہی مسیح کے دل میں پیدا ہوا اور وہ اُس پر غالب آیا ہم صرف اسکا کہنا چیتے ہیں کہ جنوں نے ان آزمائشوں کو رقم کیا ہے اُنہوں نے اُن کا حال یا یا تو مسیح سے متا ہوگا یا اُس سے جنہیں مسیح نے بتایا ہمارے خداوند نے اس عجیب تجربہ کا حال یہی ضرورت میں بیان کیا ہوگا جس سے اُس کا اصل مطلب بھرت، چھٹی طرح سے واضح ہو گیا ہوگا اور جس سے منصفہ دلوں کو نہایت مفید سبق ملے گا، پس جس بات کا سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسیح کی آزمائش بڑی پروردگار کی طرف سے تھی اور حقیقی قسم کی تھی۔ چاہیں دن کی فاقہ کشی نے خداوند مسیح کے جان پر بڑا اثر کیا ہوگا کیونکہ وہ اس قسم کی فاقہ کشی کا جو کہ نہ تھا سو اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا تھا کہ تمہاری کشتی میں گھس رہے یا دے اس لئے آیا تھا کہ اس دنیا میں اپنی آدم سے ملے اور جس طرح آدمی آدمی سے ملتا چلتا ہے وہی اسی ہر ایک سے لڑا و رابطہ رکھے۔ اُس نے کبھی روزہ کے متعلق بھی کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ البتہ وہ جگہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی روزہ رکھنا چاہے تو بے شک رکھے گوئی معرفت نہیں (متی ۱۶: ۱۸-۱۹)۔ اُس کے الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہ کھانا پیتا آیا اور وہ کسی چیز کو حرم میں نہ تھا بلکہ ہر چیز میں اعتدال کو روا رکھتا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کی بے ضرر ضیافتوں میں جانا اور اپنی دم کے جلسوں میں شامل ہونا تھا۔ اسی لئے اُس کے دشمن، اسے کھاؤ اور شرابی کہتے تھے۔ پس چاہیں دن

کے روزے کے باوجود دعا اور گناہیں دھیان میں لگن رہنے کے بھوک بڑی ضرورت سے اُس پر غالب آئی ہوگی۔ اب اسی موقع پر آزمائش کرنا والا بھی اُن موجود ہوا۔ کیا وہ کسی بد شکل روح کی بلا ہیئت صورت میں نکلا رہا یا اور انی فرشتے کے چہرے کے ساتھ نمودار ہوا؟ کیا وہ اُنہوں کا لباس بدل کر جس کے سامنے آیا یا صرف دلی خیالات کے وسیع سے اُس کے پاس آیا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جس کا جواب دینا جیسا کہ ہم اوپر کو اُسے ہیں انسان کی طاقت سے، اور ہے ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ واقعات خود کسی ضرورت میں پیش آئے ہوں حقیقی واقعات تھے کیونکہ جس میں یہ واقعات قلمبند ہیں اُس پر اسام کی خبر کی ہوئی ہے اور ہم اُس کی حقیقت پر شک نہیں کر سکتے۔ مینوں آزمائشوں میں شیطاں کی سے نظر رکھا۔ اور آزمائشوں کی نامگیری اور خیال کا انوکھا من اور سالانہ طبیعت کے علم کی باریک بینی ایسی ہے جو انسان کی ایجاد کے دائرے سے باہر ہے۔

لیکن پھر یہ سوال پیش آتا ہے کہ شیطان نے اُس کو اس سبب تک عرض میں جبکہ وہ روزہ رکھے ہوئے، دراصل گناہ دھیان میں مشغول تھا کیوں اور کس طرح آزمایا؟

اس بات کے سمجھنے کے لئے ضروری امر ہے کہ جو کچھ میری قوم کی نسبت تحریر ہو چکا ہے ہم اُس پر پھر غور کریں اور خصوصاً اس بات پر کہ مسیح کی آمد اور اُس کی آمدناری کی نسبت جو امیدیں اُس کے دلوں میں تھیں وہ کس قسم کی تھیں؟ وہ ایسے مسیح کی انتظاری کرتے تھے جسے اُس کے خیال کے مطابق لوگوں کو اپنی کرامات سے جبریت کا پتلا سنا

نہ ایک عالمگیر عظمت کی طرف واپس آتا تھا اور جس کے کام کا مرکز وہ تھا۔
 کوہن تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ، ست ہادی اور ایکڑنگی اس سے بعد
 کے زمانہ میں ہوں گی۔ پس انہوں نے مسیح کی باوٹھی کے اعلیٰ تصور کو مانگی
 اور دیا توہ تصور کو، اور اس کی توجہوں کو جو مشکل معاملات پر
 توجہ دینا تھا وہ تکرار، ان حذرات نے اس توجہ کو خاک میں ملا دیا۔ اب
 جس بات میں مسیح کی آزمائش کی گئی وہ یہی تھی کہ اس کام کو پورا کرنے میں
 جو اس نے اس کے پیروں کی تقاضا تھی انہوں نے اس کو بھگایا اور اس کا
 کوہن اپنی قوم کی امیدوں کو کسی قدر پورا کر کے ان مسیح نے ضرور محسوس
 کیا ہو گا کہ اگر یہی اسی زمانہ کی تو میری قوم کے لوگ یا تو اس پر حاش گئے اور
 مجھ سے ناراض اور بے ایمانی کے جوہر نکلتے رہو کہ میری پیروی چھوڑ دیں
 گئے۔ پس اس کی مختلف آزمائشیں اسی ایک خیال کی مختلف صورتیں
 تھیں مثلاً میری اور اسودگی کے لئے پیروں کو ردی بنانے کی رغبت
 اس عرض سے دی گئی کہ وہ اپنی معجزہ قدرت کو جو اس سے عطا ہوئی تھی
 ایسی اغرض کے پورا کرنے میں صرف کرے جو اس اعلیٰ غرض سے کہیں کمتر
 تھیں جس کے پورا کرنے کے لئے وہ قدرت اس کو دی گئی تھی اور یہ آزمائش
 ان آزمائشوں میں جو بعد میں اس پر حادث ہوئیں پہلی تھیں کہ اس کے بعد
 بچہ کا درد خواست کرنا کہ ہم کو ایک نشان دکھایا یا نہ دکھایا کہ اگر تو صیب
 پر سے اتارے تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ یہی قسم کی آزمائشیں تھیں۔
 یہ اہلی آزمائش جو اس سے علاقہ رکھتی تھی یا تو اس کی س کا تعلق اس
 حیرانی طور سے تھا جو انسان اور حیوان دونوں میں موجود ہے مگر یہ
 آزمائش ایک بھی صورت میں پیش نہیں آئی بلکہ شیطان اس سے حکارتی کے

برقع میں پیش کرتا ہے۔ شیطان دراصل مگر درپردہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس
 کو بھی ایک مرتبہ یہاں میں فروتن بنانا اور بھوک کے جنگل میں گرفتار
 ہونا چاہئے لیکن خدا نے ان کو اس من سے جسے فرشتوں کی خوراک
 اور آسانی روٹی کہتے چاہئے، اسودہ کیا۔ اب کیا خدا کا بیٹا اس جنگل
 میں اپنے لئے دستروان تیار نہ کرے۔ پس اگر تو چاہے تو آسانی
 ایسا کر سکتا ہے۔ پھر دیر کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر تیرہ کے لئے
 جبکہ وہ غم کے مارے بے جاں ہو رہی تھی، فرشتے نے جائز سمجھا
 کہ اس سے ایک کھانا دکھائے اور اگر بھوک سے مر لے ہوئے الیاں
 کے واسطے بہ مناسب سمجھا گیا کہ خدا اسے چھو کر اس کا کھانا اسے
 دکھائے تو کیا یہ مناسب نہیں کہ خدا کا بیٹا جو فرشتوں کی خدمتگاری
 کا محتاج نہیں بھوکا نہ مرے؟
 جو جواب اس کو ملا اسے حکمت کی کان گنا چاہئے۔ ہمارے
 خداوند نے اسی سبق کی طرف جو اس کے گویاں میں بھوک کے وسیع
 سے سکھایا گیا تھا اشارہ کر کے وہ الفاظ سامان فرمائے جو پرانے عہد نامے
 میں نہایت پر معنی ہیں کہ انسان صرف روٹی ہی سے جیت رہا ہے
 گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ کیسی عمدہ نصیحتیں
 ہمارے لئے ان کلمات میں چھپی ہوئی ہیں۔ کیا ہم ان سے یہ نہیں
 سیکھتے کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم نفس حیوانی کی ضرورتوں
 کی پیروی کریں اور نہ یہ زیادہ ہے کہ ہم انہی نرمی اور عشرت کے لئے
 اپنے نفس کی طاقتوں کو مرنے سے لے کر پراسنہاں کریں۔ ہم اپنے نفس میں
 بلکہ خداوند کے ہیں۔ پس جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں ہم ان کے

سہ تھو جو چاہی سو نہیں کر سکتے جس طرح انسان میں جسمانی مادے سے بڑھ کر ایک روح موجود ہے، اسی طرح مادی خواہشات سے بڑھ کر زندگی کے افضل اصول بھی اُس میں موجود ہیں۔ وہ جو خیال کرتا ہے کہ میں صرف روٹی سے بیچوں گا اور روٹی ہی تنے حاصل کرنے میں ہی میرا رونا جبر کرکشتوں کو کام میں نہ آئے وہ جب اُس روٹی کے حاصل کرنے میں کام رہے گا تو اپنے آپ کو سخت تکلیف میں پائیگا اور آخر کار خدا سے بھی ہوجائے گا اور چونکہ وہ اسی قدر روحانی خوراک کا خواہش نہیں کرے، لہذا وہ صرف دھوکا مرے گا، پر وہ جو یہ جانتا ہے کہ آدمی موت روئے سے نہیں جستا وہ شکم پوری کی خاطر اُس مرکبوں کو جن کے سبب سے زندگی پامالی معلوم ہوتی ہے سرگرم نہ کھائے گا۔ وہ اپنے فرض کو داکو لگا کر رہے جسم کی حفاظت خدا کے سپرد کرے گا جس خیر جسم کو پیدا کیا وہ تسلی دے گی اور اُس پانی کی تلاش میں اسے کچھ جیسے پانی کر پھر کرانی پس نہیں ہوتا۔

بیکل کے کنگرے پر سے اپنے تئیں گرانے کی آزمائش بھی گویا چیلنج دیکھنے کے سونق کو پورا کرنے کی ایک مرغیب بھی کیونکہ لوگوں کے درمیان سچ کی اہمیت پر خیال مروج تھا کہ وہ بیکل ہیکل پر سے گڑا کر لوگوں کے درمیان نمودار ہوگا۔ شیطان کی متزددت دیکھئے۔ پیسے لو اُس نے اُس کے بھروسے پر حملہ کیا لیکن جب دیکھا کہ اُس کا بھروسہ مضبوط ہے اور وہ خسانی خواہشیں کے پھندے میں گرفتار نہیں ہو سکتا تو یہ دوسری پیش کرنا ہے جس میں خسانی خواہش کی ترغیب مطلق نہیں پائی جاتی۔ اس میں روحانی حقارتی کو گستاہے گویا یہ کتنا ہے کہ خدا پر کامل بھروسہ

رکھا ہے۔ اگر سچ تیرا صبر و ساکلاں ہے تو بیکل کے کنگرے پر سے گر کر اس کا ثبوت دے۔ اگر تیرا بھروسہ اپنے نقص ہے تو اُس وعدہ کو پورے حق میں کیا گیا ہے برحق سمجھے گا اور اُس کے مطابق عمل کر کے دکھائے گا۔ پھر دیکھئے چونکہ مسیح سے پہلے آزمائش کا جواب دینا ہی سے دیا تھا، اسی لئے اس دوسری آزمائش میں وہ بھی کلام کے درپہ سے اُس پر حملہ کرتا ہے۔ تیسری آزمائش جو سب سے بڑی تھی یہ یعنی کہ شیطان کو سجدہ کر کے نام و نسا کی بادشاہتوں پر قیض ہو۔ اس آزمائش کا یہ مطلب تھا کہ وہ اُس مالگیر بھڑک کا جو مسیح کی بادشاہی کے مستحق بنو دیوں گے درمیان مروج تھا یا بندہ ہو، روئے بہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اُس کی بادشاہی سراسر مذہبی طاقت کا اظہار ہوگی۔ یہ آزمائش وہی آزمائش ہے جو حد کے ہر خدم کے سامنے اُس وقت آتی ہے جبکہ وہ یہ دیکھ کر اپنے دل میں کڑھتا ہے کہ شکی دنیا میں بہت کم رہتی ہے۔ اس آزمائش میں خدا کے نیک اور سرگرم بندے بھی کبھی بھی گونہ نہ جانتے ہیں یعنی وہ باطن سے نہیں بلکہ ظاہر سے اپنا کام شروع کرتا چاہتے ہیں بالکل کہیں کہ وہ اندر ہی رشوم کے خارجی چھلکے کو بے پیدا کرنا چاہتے ہیں اور پھر اُس میں حقیقت کا مفر بھرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

یہی وہ آزمائش تھی جس میں حضرت محمد صاحب گرفتہ ہوئے اور انہوں نے پیسے تلوار سے لوگوں کو مطیع کیا تاکہ بعد میں انہیں دیندار بنائیں۔

یہی وہ آزمائش ہے جس میں فرور جبر و سٹ گرفتار ہے جو پہلے عورتوں کو بہتہ دینے اور پھر ان کو انجیل سناتے ہیں۔

ہم کو ایک قسم کی دہشت دامن گیر ہوئی ہے جب ہم اس بات

سائے یا لکڑیوں دونوں باتوں کی وجہ سے ہم اس سال کو گئی کا سال کہیں گے۔ اس سال کا زیادہ بوجھ مودی میں صرف ہوا۔ دوسرے سال کو قبولی عام کا سال کہہ سکتے ہیں۔ اس سال کے ادھر اس کی شہرت تمام ملک میں پھیلی گئی اور وہ سب ویرانہ اپنے کام میں مصروف رہا یہاں تک کہ سب چھوٹے بڑے اس کے نام سے واقف ہو گئے۔ یہ سال گیل میں صرف ہوا۔ تیسرے سال کو ہم مخالفت کا سال کہہ سکتے ہیں۔ اس سال کے ادھر میں عوام کی حیرت و حیرت کا دور ہو گئی اور اس کے دشمن بڑے درجہ سے اس پر حملہ کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اسے جان سے مار ڈالا۔ اس پہلی سال کے پہلے چھ مہینے گیل میں صرف ہوئے اور باقی چھ مہینے ملک کے دیگر حصوں میں گئے۔

جب ہم اس تقسیم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہمارے اور ان کی زندگی اپنی ہی شکل کے عناصر سے بڑے بڑے مصلحت اور خبر خواہی ہی آدم کی زندگی سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ عموماً اس قسم کی زندگی ایسے وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ تعلیم و ترقی زندگی لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے لگتا ہے اور پھر ایسا زمانہ آتا ہے کہ اس کی تعلیم اور اصلاح شہرت کے وسیلہ سے ملک کے ہر کونے اور ہر گوشے میں پہنچ جاتی ہے اور آخر کار وہ دین آتے ہیں جبکہ لوگوں کے جذبات جن پر اس نے حملہ کیا تھا از سر نو صحت آرا پڑتے اور عوام کے جذبات کی تازہ جمعیت سے مسلح ہو کر اس پر ایسا حملہ کرنے ہیں کہ اپنی نظرت کی دھن میں اسے جکنا چور کر ڈالتے ہیں۔

گناہی کا سال

اس سال کی نسبت جو تحریری حالات ہم تک پہنچے ہیں وہ بہت ہی نکتہ ہیں مثلاً ان میں صرف دو باتیں و نعمات کا ذکر پایا جاتا ہے اور اس جگہ ان کا بیان اسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بھیج کے آئندہ کام کی گویا ایک فہرست ہے۔

جب مسیح اپنی آزمائش کے چالیس دن پورے کر کے اور اپنے کام کی اسی تجویز کو چار ماہ کے وسیلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی تھی اور اس تحریک کو جو مسیح کے وقت سے اب تک اس کے سبب میں جوش زن قبی و پے ساتھ لے کر بیان سے واپس آیا تو ایک مرتبہ پیرن کے کنارے پریشوار کا دور پختہ گواہی دی کہ یہی وہ میر جانشین ہے جس کی بابت میں بار بار لوگوں کو خبر سے ٹھیک ہوں۔ پوچھنے لپنے کئی عہدہ شاگردوں سے اس کی ملاقات کروائی اور انہوں نے اسی وقت سے اس کی پیروی اختیار کی۔ اغلب ہے کہ اس کے شاگردوں میں سے جو شخص سب سے پہلے مسیح سے دوچار ہوا، وہ پوچھا تھا جو بعد میں مسیح کا سب سے پیارا شاگرد نکلا اور جس نے اس کی زندگی اور سیرت کی اعلیٰ تصویر کشی کی جو اسے لگتا ہی نے اس پہلی ملاقات اور دیکھنے کا بیان صمد نے کیا ہے اور جو آخر مسیح کی عظمت اور پاکیزگی نے اس کے شیر چہرے پر ڈالا وہ اب تک تازگی کے ساتھ اس بیان سے تشریح ہے دوسرے نوجون جنہوں نے اسی وقت اس کی

پتیروی اختیار کی ولفندیس، بطرس، فیلدوس اور تھالی میں تھے۔ ہر
سب نوجوان کو چھنا بیسہ دینے والے کے دینے سے اس نے اس وقت
کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار کیے گئے اور گونا گوں سے اس وقت
پنے کام کاج کو ترک کر کے اس کی ایسی پیروی اختیار کی جیسے کہ
کچھ دن بعد کی تو بھی اس پہلی ملاقات پر ایسی تاثری ان پر طاری ہوئی
ان کی بعد کی زندگی کے لئے سب سے کامیاب کام کر گئیں۔ یہ تو ہیں معلوم
نہیں کہ کیا بیسہ دینے والے کے تمام شاگرد ایک ہی سیخ کے پیرو بن گئے
لیکن سمجھ سکتے ہیں کہ جو سب سے اچھے تھے وہ ایک دم اس
کے پیچھے ہو گئے۔ بعض مفیدوں نے بیسہ دینے والے کے دل
میں بھی اتنی حسد بھڑکانی چاہی۔ چنانچہ اس نے ماکہ ایک اور
مخلص پیری عزت اور مقصد کی متاع کو ٹوٹ رہا ہے سن وہ
اس پروردگار کی غایت کو جوگی میں سمجھے تھے۔ اس کی
علیٰ درجہ کی خدمت ہی اس کی اسلئے درجہ کی برتری تھی۔ صوم اس نے
ان کو جواب دیا کہ میری خوشی ہی ہے کہ میں لکھنؤ اور وہ بڑے
اور بتایا کہ صبح ہی وہ دکھا ہے جو لکھنؤ کو چنے سے بھرا ہوا
ہے جائے گا۔ میں تو فقط دکھا کا دوست ہوں، اور میری خوشی ان
میں ہے کہ ان شاء خدا تعالیٰ کی خوشی کا تاج اسی کے سر پر سجاوے گی۔
ابا بیٹو! یہ ان نئے پیروؤں کو ساتھ سے کر اور اس جگہ کو چھوڑ
کو جہاں موت کام کرتا تھا مثال کی جانب قاتلے گھیل کو روانہ ہوا
جہاں ایک شادی کی تقریب پر اسے جانا تھا کیونکہ وہاں جاسے
کے لئے اسے دعوت دی گئی تھی وہاں اس سے یانی کوئے بلال اس

مچھڑے کی قوت کو بھی ہر کیا ہوا سے دی گئی تھی۔ یہ معجزہ گواہ اس کے
جس کا اہوار تھا جو بالخصوص اس کے شاگردوں کے لئے جلاہ نما ہوا
اور ہم بڑھتے ہیں کہ وہ اس وقت سے اس پر ایمان لائے جس کا
ہر مطلب ہے کہ انہوں نے بچہ سے طور پر مان لیا ہے کہ یہی مسیح
ہے۔ عہدہ بریں اس معجزہ کا یہ بھی مقصد تھا کہ وہ اس کے دینے
سے اپنی خدمت کا صل مطلب ظاہر کرے اور دکھائے کہ اس
کا کام کو چھنا بیسہ دینے والے کے کام سے بالکل مختلف ہے۔ چھنا
ایک گوشہ نشین اور صاحب ریاضت شخص تھا جو بنی آدم کی رہائش گاہوں
اور مسکوں سے قطع حق کر کے صحرائیں پہنچتا تھا اور ہم دیکھتے ہیں
کہ صحر ہی میں اس سے اپنے سامعین کو جمع کیا لیکن صبح کا یہ کام تھا کہ
وہ لوگوں کے گھروں میں جوتی کی خبر لائے ہاں اسے ان کے عام کاروبار
میں ان سے باہر حال ہوتے تھے حالات کو ٹھیک ٹھیک کے نیسے غالب
ہی دکھات تھا اور یہ مذہبی گویا ایسی تھی جیسی کہ نے بننے کی
مذہبی موتی ہے

اس معجزے کے بعد وہ عید فصح میں شامل ہونے کے بعد
یہود کو واپس آیا اور ہمالیہ پہنچ کر ایک اور بھی زیادہ پیرا پیرا ہوت
اسی بتائیں اور برحوش جلیبت کا وہ جو ان دنوں اسے حاصل تھی یعنی
سکے سے ہر قول اور بھڑ بھڑی وغیرہ جینے والوں کو جنہوں نے اس کے
صحن میں حیات جی رہی کہ بھی تھی لکال کہ اسے پاک صاف کیا۔ ان لوگوں
کو کہ نامی کہ حیات کی اجازت اس سے دی گئی تھی کہ جنہوں
کی ضرورتیں رفع کی جائیں یعنی یہ صودا اگر مافروں کے پاس ایسے

ذبحوں کو فروخت کر لی جو وہ غیر ملکوں سے اپنے ساتھ نہیں لے سکتے تھے اور نیز ان کو غیر ملکوں کے سکوں کے تبادلہ میں وہ بیوہ بن گئے دیں جس میں انہیں بیسکل کے نذرانے ادا کرنے پڑتے تھے یہاں جو کام بظاہر نیک صورت سے شروع کیا گیا تھا وہ آخر کار عبادت میں ایک سخت رخنہ نہ ڈی کا باعث اور نو فریبہ بنا کہ اس جگہ سے نکلنے کا موجب ہو جو خدا نے ہمیں اپنے گھر میں عطا کی تھی۔ شروع سے اس شرمناک حالت کو اپنے یروشلم میں لے جانے کے موقع پر غالباً کئی بار غیرت کی نظر سے دیکھا ہو گا مگر اب جبکہ وہ بندہ پاکر نعیموں کی سی سرگرمی اور جوش سے مشغول ہو رہا تھا اس لئے علامہ راج پر حملہ کیا اور اس وقت بھی کچھ کچھ ڈھکی چھانی سے اشارہ کیا مگر اس کے چہرے سے عیاں ہوئی ہوگی جو اس رشتہ کو دار ہوتی تھی جبکہ وہ پوچھتا ہے بھلا کاشی ہوا اور وہ اس کی صورت کو دیکھ کر بالکل حیران سا رہ گیا تھا۔ اس دہرہ کے سبب سے اس کا بخار گر رہا تھا جس سے کسی نے اس کے برخلاف چوں تک نہ کی اور دیکھنے والوں سے اس کی صورت میں ان قدیم نبیوں کے آثار دیکھے جن کے سامنے کیا اورتہ اور کہ غریب سب دم بخود ہو جاتے تھے۔ اس کا یہ فعل گویا اس کے مخصوص کام کا آغاز تھا جس کا پیرا اس نے لڑائی دینی خواہیوں کی اصلاح کے لئے اٹھایا تھا جو اس وقت مروج تھیں۔

اس عہد کے موقع پر اس سے کئی معجزے دکھائے جن سے ان جنسیوں کے درمیان جو مختلف ملکوں سے، اس شہر میں جمع ہو رہے تھے اس کا چرچا پھیلا دیا ہو گا۔ ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس کے پاس

ایک مدت کو وہ عرب دار و نکر کا شکار سناشتی کیا جس کے مدبروں اس نے نبی بادشاہی کی جاہلیت اور اس میں دھن ہونے کی ضرورت پر وہ سریر کی جو پوچھنا کی انجیل کے تفسیر سے باب میں مرقوم ہے۔ دم کے سرور میں سے ایک سرور کا کمال فروشی کی صورت سے اس کے پاس نہ گویا اس کی گویائی کا ایک پُر امید نشان تھا لیکن یہ گویائی ہی مفقود اس رشتے میں سے تھا جس پر مسیح کی قدرت کے ابتدائی ائمہ نے دار النخل فرمایا کہ اللہ پیدا کیا۔

اس جگہ تک وہ ہم مسیح کے کام کے شروع کا کسی قدر مفصل حال دیتے ہیں لیکن اس کے بعد اس کے کام کے پچھ سال کا مفصل بیان ایک ایک صفحہ پر جانا ہے اور ائمہ کاٹھ ماہ کی نسبت صرف اتنا یہ بتانا ہے کہ وہ ہر وہاں جہاں مقیم دیتا تھا اگرچہ لیونو آپ میں تک اس کے شاگرد مقیم رہتے تھے اور یہ کہ وہ پوچھنا کی نسبت زیادہ لوگوں کو بپتسمہ دیتا اور شاگرد بناتا تھا اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کچھ نہیں اس سال کی نسبت معلوم ہے وہ صرف جو کچھ بحالی سے معلوم ہوا ہے، یہی ہیں بحال بالکل اس سال کے حالات کو ملاحظہ نہیں کریں وہ گلیں کے کام سے شروع ہوتی ہیں۔ اللہ ان سے اتنا اشارہ دیتا ہے کہ گلیں میں کام کرنے سے پہلے یہودیہ میں بھی اس نے کام کیا تھا۔ یہ رسول پیش آتا ہے کہ یہ خاتون کیوں اختیار کی گئی اور اس سال کے مفصل حالات کیوں درج نہیں کئے گئے، اس کا جواب دینا ذرا مشکل کام ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ پوچھنا جو یہاں تک واقعات کو بالتفصیل بیان کرتا آیا ہے ان کاٹھ

ماہ کے واقعات سے ناواقف رہتا تھا۔ اُس کی حاضری کا کوئی اور ہی سبب ہوگا۔ مگر وہ کوئی سبب ہے؟ شاید ہم میں مشکل کا حل کسی درپخت کے اُس اشارہ ہی پائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے مسیح نے پورے ہینسہ دینے والے کام جت رکھا یعنی وہ اپنے شاگردوں کے وسیلے سے پیسہ دینا اور گوتھا سے بھی زیادہ سنا کر ملاتا رہا۔ اب کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اُس نے یہ جان کر کہ عید فصح کے موقع پر مسیحی افہادات نے جو اثر پیدا کیا اُس سے جہاں ہے کہ میری قوم ابھی مجھ کو مسیح سمجھ کر قبول کرنے کو تیار نہیں سمجھتا ہے کہ جو کام تو یہ اور ہینسہ کے وسیلے سے اس قوم کو تیار کرنے کے لئے کیا جاتا ہے وہ ابھی جاری رہے؟ پس اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کر اُس نے ایک مدت کے لئے اپنی اعلیٰ ذات اور عہدہ کو چھپایا اور گوتھا ہینسہ دینے والے کام خدمت بننا مناسب سمجھا۔

پہلی تین انجیلوں میں جو حاضری اس عرصہ کے متعلق بتائی جاتی ہے اور نیز اس بات کے متعلق کہ اس کے بعد مسیح کے پیروں نے آنے کا حال بھی رقم نہیں کرتیں اس کی یہ شرح پیش کی جاتی ہے کہ مسیح پہلے یہودی قوم کے پاس آیا جس کے باغیہ رہنما میرا سلیم میں موجود تھے اور وہ وہی مسیح تھا جس کا وعدہ اُن کے باپ داود سے کیا گیا تھا کہ وہ جس میں اُن کی نسل کا اپنے کمال کو پہنچنے والی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس کا کام تمام دنیا میں پھیلنے کو تھا مگر ضرور تھا کہ وہ اُسے یہودیوں سے شروع کرے لیکن اس قوم نے اپنے سرداروں کے وسیلے سے اُسے دُور کر

دیا۔ لہذا وہ مجبور ہو کر اپنی جماعت کسی اور مرکز پر جمع کرے اور چونکہ یہ ممکنہ اُس وقت جبکہ اناجیل تحریر ہوئی تھی جو بولی صاف ہو گیا تھا پس پہلے نہیں حواریوں نے اُس کام کو نظر انداز کر دیا جو قوم کے دلوں پر اثر انداز کر دیا اور دگر بڑی بڑی جگہوں میں کیا گیا تھا کیونکہ اُس سے کوئی بڑے نتائج پیدا نہیں ہوئے تھے اور انہی نوہر اُس زمانہ پہ لگائی جبکہ اُس نے اپنا درس کی جماعت کو فراہم کیا تاکہ اپنی کلیسیا کی بنیاد ڈالے۔ یہ حال صحیح ہو یا نہ ہو لیکن ایک بات میں شک نہیں کہ وہ یہ ہے کہ مسیح کے پہلے ہی سال کے کام کے آخر میں یہودیہ اور میرا سلیم میں اُس خوفناک واقعہ کا سایہ پڑ گیا جو کچھ عرصہ کے بعد یہودیوں نے والافٹ یا لکوں میں اُس بدترین قومی جرم کا سایہ پڑ گیا جس کی مانند دنیا میں اور کوئی قبیح جرم ملزوم میں پڑا اور وہ جرم یہ تھا کہ یہودیوں نے اپنے مسیح کو روک لیا اور صلیب پر چڑھایا۔

چھٹا باب دوسرا سال قبول عام

ہمارے خداوند نے جو بڑی اطراف یعنی یہودیہ میں سال بھر کام کرنے کے بعد پھر شمال کا رخ کیا۔ کیونکہ کلیں کے رہنے والوں میں نہ تو وہ تعصبات پائے جاتے تھے جو باشندگان یہودیہ میں تھے،

اور نہ ان میں وہ بے جا فخر و جود تھا جو یوڈیہ کے رہنے والوں میں پایا جاتا تھا۔ لہذا اس کو یہ اہمیت تھی کہ میں لکھیں ہں۔ یہ لوگوں سے دوچار ہوں گا جو ان عیسائیوں سے پاک ہیں۔ علاوہ بریں اس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ لوگ ہیں اس جگہ سے جو قوم کے بتواؤں کا مرکز ہے بہت قدر ہے تو بھی اگر میری تعلیم اور میرے نمونہ کی تاثیر ملک کے ایک حصہ میں بخوبی جڑ گئی ہو تو میں قومی امداد پر متکبر کر کے جنوب کی طرف پھر جاؤں گا اور ہر طرح کے تعصب کو ترک دین سے اڑا دوں گا۔

لکھیں۔ صوبہ لکھنؤ میں آئندہ اٹھارہ ماہ تک ہمارے فداوند نے کام کیا ایک چھوٹا سا علاقہ تھا بلکہ یہ کتنا درست ہے کہ تمام فلسطین ایک چھوٹا سا ملک تھا۔ جتنا چھوٹا اس کا طول مسکاٹ لینڈ کے طوں سے قریب سا میل کم تھا اور اسی طرح اس کا عرض بھی مسکاٹ لینڈ کے عام عرض سے بہت تھوڑا تھا۔ ہمارے رائے میں اس بات سے واقف ہونا انت ضروری امر ہے کہ اس سے اس میزی کا حال بخوبی کھل جاتا جس سے وہ تمام ملک کا دورہ کیا کرتا تھا اور جگہ جگہ کے لوگ اس کا حکام سننے کے لئے اس کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اس موقع پر یہ بتانا بھی ضروری ارفادہ نہیں کہ جن لوگوں نے تندیہ کو ترک کر دیا ہے وہ اپنی حقیقی عظمت کے آداب میں چھوٹ چھوٹی شکموں سے وابستہ تھے مثلاً رزم ایک اکیلا شہر اور لوکان ایک چھوٹا سا ملک تھا۔

ملک فلسطین چار حصوں میں منقسم اور ان میں سے گلیل مسب سے شمال میں واقع تھا۔ یہ صوبہ ساہل میل گیا اور فلسطین میں چھوڑا تھا۔

اس کی زمین بیشتر مرتفع تھی اور بے ترتیب پہاڑوں کی مداخلت سے گھیرا ہوا تھی اور کہیں کچھ تھی۔ مشرقی سرحد پر ایک شیبہ واقع تھا جس کے پہلو میں سے دریائے بردن گزرتا تھا اور جس کے وسط میں حصین جبل بحیرہ اعظم کی سطح سے قریباً ۵۰۰ فٹ نیچے برسط کی طرح واقع تھی۔ تمام ملک نورہیزی اور درہیزی سے ملا تھا۔ جب بجا وہاں اور شہر آباد تھے۔ موسیت کے مقابلے میں آبادی بہت زیادہ تھی۔ حصین کے کنارے پر ہر قسم کے گاد و بار کا بار بار گرم تھا۔ یہ حصین نورہ میں اور چرمیل چوڑی تھی۔ اس کے مشرقی ساحل کے گرد ایک سبز قطعہ پامیل وسیع اس طرح واقع تھا کہ گویا چاندی کی چادر پر سبز مٹیل کی مغزی ملی ہے۔ اس کی دوسری جانب بڑے بڑے پہاڑ کھڑے تھے جن کی سطح پر سبزے اور گھاس کا نام و نشان نہ تھا بلکہ جیسا کہ نالیاں بوندی نالوں کے ہاؤں سے پیدا ہو گئی تھیں رکھائی دینی تھیں مگر مغربی ساحل کے نزدیک یہ پہاڑ کسی قدر ہموار ہو گئے تھے لہذا جیسا کہ شہر اور سبزے سے بلبس دکھائی دیتے تھے۔ لکھنوں سے ہر طرح کا اناج پیدا ہوتا تھا اور حصین کا کنارہ جو دامن کرہ سے لگا ہوا تھا زمینوں اور نالوں اور انجیر کے خوبصورت درختوں سے پُر بہار تھا۔ شمالی سرحد کا نقشہ کچھ اور ہی تھا وہاں حصین اور پہاڑوں کے درمیان جو جگہ واقع تھی وہ دریا کے ڈیلٹا کے صفت سے ایک وسیع میدان کی شکل رکھتی تھی اور ان ندیوں سے سرباب ہوتی تھی جو پہاڑوں سے نکلنے لگے تھے۔ یہ جگہ گنیرت کا میدان کہلاتی تھی اور اپنی خوش مناسی اور نہریری کے باعث بارش اور گرم کا مقابلہ

کرتی تھی اب بھی جیکہ تحصیل کے طاس کا باقی حصہ ویرانہ سا پڑا ہے جہاں کہیں اہل ذراعت کا ہاتھ پہنچتا ہے وہاں یہ جگہ جو بصورت کھیتوں سے لہجہ تی ہے اور جہاں ذراعت نہیں ہوتی وہاں غلا پڑ جھاڑیوں کے جنگل کھڑے ہیں۔ ہمارے خداوند کے زمانہ میں کفر و کجی سے بدلتا اور قرابن بڑے بڑے شہر آباد تھے مگر جھوٹے جھوٹے صہروں اور گاؤں سے تحصیل کا ساحل بھرا پڑا تھا اور بے شمار لوگ ان جگہ بروقت موجود رہتے تھے۔ کھانے پینے کی چیزیں کثرت سے دستیاب ہوتی تھیں۔ کھیتوں اور باغوں سے ہر طرح کا اناج اور پھل برآمد ہوتا تھا۔ تحصیل میں اس قدر پھلیاں پائی جاتی تھیں کہ مزارع ابھی گہر نہیں سے روٹی کھاتے تھے اور علاوہ بریں وہ دھانے جو مصر اور مشرق وسطیٰ اور فرات کے درمیان واقع تھے وہ بھی اسی جگہ سے گزرتے تھے اور ان کے سبب سے یہ جگہ تجارت کی منڈی بن گئی تھی۔ تحصیل کی سطح پر مزاروں کشتیوں دکھائی دیتی تھیں۔ کئی ایسی کڑی کی عرض سے اور کئی مال اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنکانے کے لئے اور کئی تفریح طبع کے واسطے استعمال کی جاتی تھیں غرضیکہ یہ علاقہ کام اور رونق کے اعتبار سے زندگی اور اقباسدی کام کرنا تھا۔ جو معجزات ہمارے خداوند نے بروہیم میں دکھائے ان کی تہرا ان لوگوں کے وسیلے سے جو عہد سے واپس آئے تھیں میں پہنچ گئی تھی اور اعلیٰ ہے کہ اس کی متادی اور مقسمہ کا چرچا بھی اس کے والد ہونے سے پہلے گیل میں شروع ہو گیا تھا۔ پہلے پس نوادہ ماضیت کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے پرورش پائی تھی اور وہاں بدلت کے روز عبادت خانہ

میں داخل ہوا۔ وہاں اس سے درخواست کی گئی کہ کلام الہی پڑھے اور حاضرین کو پند و نصیحت سے بہرہ ور فرمائے کیونکہ اس کی متادی کی شہرت بھی جا بجا پھیل گئی تھی۔ اس موقع پر مسیح سے بیسیاہ نبی کی کتاب سے ایک جگہ جس میں مسیح کی آمد اور کام کا بہت علم و بیان پایا جاتا رہے پڑھ کر متنی۔ "خداوند کی روح مجھ پر ہے اس لئے کہ میں نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیج دیا۔ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی یا لے کی خبر سناؤں۔ مجھے خوشخبری کہ انہما کہوں اور خداوند کے سال مقبول کی متادی کہوں" سبب اس نے ان آیات کا مطلب سمجھا اور مسیح کے زمانے کی خصوصیتوں کی تصویر کھینچنا شروع کیا یعنی جب مذہب کی آزادی اور غریبوں کی دوستی اور مریضوں کی شفایابی کا راہنہ فرمایا تو سامعین کے دل میں جن کے درمیان اس نوجوان واعظ نے پرورش پائی تھی یہ شوق پیدا ہوا کہ اس کی باتیں کان لگا کر سنیں۔ چنانچہ کچھ مدت کے لئے سب ہمہ تن گوش معنوم ہوتے تھے اور سب طرف سے تعجب و آفرین کی "وا ذلک ہو مہی تھی۔ من دیوں یحوی عبادت خانوں میں حسین و آفرین کے کلمات کا استعمال ہوتا تھا سب سمجھ جاتا تھا۔ لیکن ان کی آن میں یہ نقشہ مانگ بس گیا اور لوگوں نے کانٹھوس شروع کی۔ کوئی کستا تھا کیا یہ تو ہی جڑھی نہیں جو ہمارے یہاں کام کیا کرتا تھا؟ کوئی بول اٹھا "کیا اس کے ہاں باپ اسی جگہ کے رہنے والے ہیں؟ کوئی پوچھتا تھا "کیا اس کی بہنوں کی متادی اسی شہر میں نہیں ہوئی؟ غرضیکہ آتش حسد بھڑک اٹھی اور جب اس لئے یہ بتایا کہ جو موت اس وقت پڑھی گئی ہے

وہ تجھ میں پوری ہوئی تو وہ لوگ سخت غصے سے دھڑکیے اور کہا کہ جیسے نشان تو نے میرے شکم میں دکھا ہے اس جیسے ہی پہاں بھی دکھاں مگر اس سے اُنہیں ہواب دیا کہ جس بے ایمانوں کے درمیان کوئی شہرہ نہیں دکھا سکتا یہ سُر کرانہوں نے بڑے غضب کے ساتھ حمد کیا اور سیدہ بارت خزانہ سے لگاں کر فوراً شہر کے کھوارے ایک طبقے پر سے نئے تارہ لہاں سے سرسبز گل گرا دیں اور اگر کوئی محو از خود نہ رہے ہو جانا تو گرامی دینے اور اپنی ضرب مثل شہر پر بیج کے قائل ہو کر شہر کو ادا کرتے ہو بعد میں میرے خیم کے جھنڈ میں آئی۔ اس موقع کے بعد اس نے نصرت کو بالکل چھوڑ دیا البتہ ایک مرتبہ پھر اپنے دو قہور کی محنت کے باعث وہاں گیا مگر اس وقت بھی وہ کسی شہر پر نہ پہنچا ہوا تھا۔ پھر اس کے کفر و غم میں جو بجزہ لگیں گے خیال معنی ساحل پر واقع تھا رہن احتیاج کیا۔ پھر اس کا مکمل معذوم ہو گیا ہے یہاں تک کہ یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ کون سی جگہ باد تھا اور شاید یہی سبب ہے کہ اس نے شہر اور بیچ کی زندگی میں ایسا ربط ٹھوس نہیں ہوتا جب دیگر مفاہم کی بابت ہوتا ہے مثلاً بہت کم جہاں وہ پہنچا ہوا۔ نصرت جہاں اس سے روز بس بائی اور میرے شہر جہاں وہ مصائب ہوا پہاڑی دوا میں مروت تازہ نہ چھوڑیں لیکن انسیا ہے کہ یہ جگہوں کے ساتھ ہم کفر و کجی سے محافظ میں جگہ دس کیونکہ آئندہ قحارہ ماہ کے لئے یہ جہاں اس کی ناگہانی کا ایک اہل جھڑکا یہی جگہ اس کا گھر باسکن تھی۔ یہ جگہ اس کا شہر کھلائی تھی جس کا باتندہ ہونے کے سبب اسے جزی بھی

دینا پڑا۔ کفر و غم گیس میں کام کرنے کے لئے ایک عہدہ مرکوز تھا کہ جس قدر کارروائی تھیں گیس کے قریب و چار میں ہوتی تھی اس کا مرکز ہی شہر تھا۔ مرید برائے کفر و غم سے شہرہ لگیل کے دیگر حصوں میں باسانی جا سکتے تھے اور جو پھر اس شہر میں سرزد ہوتا تھا اس کی خبر بھی ملے جلد دوسرے علاقوں میں پھیل جاتی تھی اب اس نے کفر و غم میں کام شروع کیا اور کئی ماہ تک یہ طریق اختیار کیا کہ اس جگہ کو اپنی خاص قیام کی جگہ بنایا اور وہیں سے ہر وقت دور کرتا اور گیس کے قبضوں اور گاؤں میں شکاری کرنا شروع کیا۔ کبھی وہ مغرب کی جانب ملک کی اندلی طرف کو جانا ہو گا اور کبھی ان گاؤں کا دورہ کرتا ہو گا جو پھیل کے کنارے پر واقع تھے اور کبھی اس ملک کو تشریف لے جاتا ہو گا جو مشرقی ساحل پر واقع تھا۔ ایک کشتی ہر وقت تیار رہی تھی تاکہ جہاں کہیں وہ جانا چاہے باسانی جاسکے۔ دورہ کرنے کے بعد کفر و غم کو واپس آ جانا ہو گا اور وہاں کبھی ایک دن ہی ایک ہفتہ اور کبھی دو ہفتہ کے لئے قیام کرتا ہو گا۔ چند ہفتوں کے عرصہ میں اس کا نام تمام ملک میں سنا۔ جو گیا۔ جہرہ دیکھو ادھر اُسی کا چرچا ہوتا تھا۔ کشتیوں میں لوگ اُسی کی باتیں کرتے تھے اور گھر گھر میں اُسی کے نام کا درہ ہوتا تھا۔ لوگوں کے دلوں کی عجیب قسم کی تحریک پیدا ہو رہی تھی جیسے دیکھو دُری اُسی کے دیدار کا مستثنائی تھا۔ ہزاروں لوگ اُس کے پاس جمع رہتے تھے اور دربار برپا کرنا شمار بڑھتا جاتا تھا۔ جہاں کہیں وہ جاتا تھا وہاں اُس کے پیچھے چلتے تھے۔ اُس کے غور سے سے عرصہ میں اُس کی شہرت دور دور ملک پھیل گئی

اور بے شمار لوگ میری تعلیم، بیوقوفی اور پیرا سے آنے لگے بلکہ اردو میرے بھی جو کہ جواب میں واقع تھا اور اسی طرح صدر اور حیدر سے جو تعلق میں واقع تھے ہزار ہا آدمی آتے تھے اور کبھی کبھی اس کثرت سے جمع ہوتے تھے کہ جگہ چھوٹی پڑتی تھی کیونکہ لوگ ایک دوسرے پر گریہ پڑتے تھے ایسے ایسے موقعوں پر سیداقوں اور بیابانوں میں لوگوں کو لے جانا پڑتا تھا، عرضیہ تمام ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک حرکت میں آیا تھا اور گھیل میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں لوگ اس کے نام سے واقف نہ تھے۔

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ مسیح نے کونسا طریقہ اختیار کیا جو تمام ملک میں ایسی حرکت پیدا ہو گئی؟ واضح ہو کہ یہ تحریک اس دعوے کا نتیجہ نہ تھی کہ عیسوی مسیح موجود ہے۔ اس میں وہ بھی شک نہیں کہ یہ دعویٰ تمام ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک عجیب جوش سے بھر سکتا تھا اگر مسیح نے ابھی اس دعوے پر بہت زور دینا شروع نہیں کیا تھا البتہ کبھی کبھی اشارتاً بتا دیا کرتا تھا کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جو خود ہوں جس کی راہ تم دیکھ رہے ہو جیسے کہ اس نے ناصرت کے بعد مختلف میں کیا۔ اگر سزاقترا یا بے دریغ اسی دعوے کو پیش نہیں کیا کرتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ گھیل کے لوگ ایسے تھے جو جلد متاثر ہو کر جوش میں آ سکتے تھے۔ عہدہ ہر برس وہ مسیح کی بادشاہی کی دنیوی نشان و نشانات کے نہایت دلہ دہ ختمے ہیں اگر ان کے سامنے یہ دعوے پاو بار کیا جاتا تو ممکن ہے کہ وہ گروہی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے بغاوت پر آمادہ ہو جاتے اور اس ناسزا حرکت کا یہ نتیجہ ہوتا کہ لوگوں کے دل مسیح سے خوف ہو

جاتے اور وہ دنیوی تلوار کا شکار بن جاتا اور اگر یہ دعویٰ برہنہ نہیں کیا جاتا تو وہاں بھی یہی خطرہ تھا کہ بیوقوفی اس کے برخلاف اٹھ کر اس کا کام تمام کر دیتے۔ پس ہر طرح کی غلط اندازی سے بچنے کے لئے اس نے میری بہتر سمجھا کہ میری ذات اور عہدے کی حقیقت کو جو عرصہ کے لئے منکشف نہ ہو اور لوگوں کے دل تیار نہ جائیں تاکہ جب اظہار و انکشاف کا وقت آئے تو میری بادشاہی کو جلد قبول کر لیں مگر فی الحال یہی بہتر ہے کہ میری سیرت اور کام کو دیکھ کر وہ آپ ہی نتیجہ نکالیں کہ میں کون ہوں پس وہ دیکھ جو اس نے اپنے کام میں استعمال کئے اور جن کی وجہ سے لوگ اس قدر جوش و خروش سے بھر گئے اور اس کی طرف راغب ہوئے وہ ہی تھے یعنی اس کی منادی اور اس کے معجزات تھے۔

مسیح کے معجزات۔ شاید اور سب باتوں کی نسبت اس کے معجزات نے لوگوں کو زیادہ تر اس کی طرف راغب کیا۔ انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر عجم میں جو معجزہ اس نے پسے ہیں دکھایا اس کی خبر پھول کی خوشبو کی طرح تمام شہر میں پھیل گئی اور ہزاروں اشخاص اس گھر پر جہاں وہ رہتا تھا جمع ہو گئے اور جب کبھی وہ کوئی عجیب و غریب کام معجزہ دکھاتا تھا تو لوگوں کا جوش اور بھی دو بالا ہو جاتا تھا اور اس کی خبر ہر جگہ پہنچ جاتی تھی مثلاً جب اس نے پہلی دفعہ کوڑھ کی بیماری کو جلد کر دیا تو لوگ حیرت سے بھر گئے اور یہی حال اس وقت ہوا جب اس نے پہلی دفعہ ایک دیو کو نکالا اور جب اس نے ایک مرد کے لڑکے کو حیرت انگیز میں زندہ کیا تو پہلے سب لوگوں پر خوف چھا گیا پھر سب کے سب خوشی سے بھر گئے اور حیرت اور تعجب سے مہمور ہو کر اس عجیب واقعہ کی بابت

ایس میں گفتگو کرنے لگے تمام گھیل میں عجیب قسم کی حرکت پیدا ہو گئی۔ ہزار ہا بیمار جو چل سکتے تھے، اگر تھے اُس کے پاس آسکتے تھے، آتے تھے اور جو آب نہیں چل سکتے تھے انہیں اُس کے دوست چار پاؤں پر اٹھا کر اُس کے پاس لاتے تھے، غرضیکہ شہروں اور گاؤں کی گلیاں جہر سے اُس کا گزر ہوتا تھا بیماروں سے جہر جاتی تھیں اور کبھی کبھی شمار اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ اُس سے کھانا کھانے تک کی بھی حرکت نہیں ملتی تھی چنانچہ ایک دفعہ وہ اُس تختیت بھرے کام میں لیا مستغرق ہوا اور لوگوں کے دیکھوں کو دیکھ کر ایسا ہوش میں آیا کہ اُس کے رشتہ دار اُس رقت کو دیکھ کر نامناسب مداخلت پر آمادہ ہوئے، اور اُس میں کہنے لگے کہ وہ بیخود ہو گیا ہے۔

ہمارے خدو اوند کے معجزات دو قسم کے تھے یعنی اول وہ جن سے بیمار چنگے گئے اور دوم وہ جو قوت کی طاقتوں پر غالب آئے مثلاً بانی کوئے بنانا، طوفان کو تھاویں اور روٹیوں کے شمار کو بڑھانا لیکن پہلی قسم کے معجزے دوسری قسم کے معجزوں سے شمار میں بہت زیادہ تھے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے طرح طرح کی بیماریوں کو اپنی معجزانہ قدرت سے دور کیا۔ ٹکڑوں کو چھپنے، اداہوں کو دیکھنے، اور بہروں کو سسے کی طاقت عطا فرمائی، اور سفوفوں کو چنگا اور کوڑھیوں کو پاک صاف کیا۔ وہ ان میں طرح طرح کے طریقے کام میں لاتا تھا لیکن ہم کو یہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کیوں ایسا کرتا تھا۔ کبھی تو وہ بیمار کو چھوٹا تھا کبھی بڑی بڑی لگاتا تھا اور کبھی مریض کو غسل کرنے کا حکم دیتا تھا اور بسا اوقات بلا واسطہ بھی مریض کو چنگا کر دیتا تھا بلکہ کبھی کبھی بیمار کو دیکھتا بھی نہ تھا اور دوسری سے

کہہ دیتا تھا اور وہ چنگا ہو جاتا تھا۔ جسمانی امراض کے علاوہ وہ عقلی امراض کو بھی اپنی معجزانہ قوت سے دور کر دیتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانے میں عقلی امراض کثرت پھیل گئے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک طرح اُسی زمانہ کے ساتھ منکشف تھے۔ لوگ اُس سے بہت ڈرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ یہ امراض بدروحوں کے داخل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عیاں اُن کا بالکل صحیح تھا۔ وہ شخص جسے مسیح نے گدی بنیوں کے ملک میں قبروں کے درمیان چنگا لیا اس جو ساک مرض کا ایک عجیب مور ہے۔ اُس کا کپڑے پہن کر اور شفا پا کر مسیح کے پاؤں کے پاس بیٹھا نظر کرتا ہے کہ مسیح کی پرستش اور تسلی بخش اور شاندار حضور کی اُن لوگوں کے دلوں پر جن کی عقل میں متور لگ گیا تھا عجیب قسم کا اثر رکھتی تھی۔ لیکن مسیح کے معجزات میں سے اُن کو زندہ کرنے کے معجزات سب سے زیادہ حیرت انگیز تھے گو وہ بار بار وقوع میں نہیں آتے تھے پر جب وقوع میں آتے تھے تو لوگوں کو حیرت کا پتلا بنا دیتے تھے۔ دوسری قسم کے معجزے بھی یعنی وہ جو دائرہ قوت میں نمودار ہوئے اسی طرح بیان سے باہر ہیں۔ اگر وہ فقط عقلی امراض کو چنگا کرنا تو شائد لوگ بہتے کہ اُس کی زور اور طبیعت کے اثر نے عقلی تقصیر کو دور کر دیا اور بعض جسمانی امراض کی مداخلت کی نسبت بھی یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ ایک پوندہ مرضی کی تاثیر کے وسیع سے دیکھ گئے تھے، لیکن موحہ مارتے سمندر کی سطح پر چلا ہر طرح کی تعبیر کے دائرہ سے باہر ہے۔

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ مسیح نے کس لئے اپنے کام میں معجزات کو ایک وسیلہ بنایا؟ اس سوال کے کئی جواب دیئے جاسکتے ہیں۔

(۱) اُس نے یہ معجزات اس لئے دکھائے کہ اُس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو۔ گو یا معجزات وہ ہر فضاوت تھے جو اُس کی رسالت کو ثابت کرتے تھے۔ پھر انہی معجزات کے کئی نمونوں کو اُس سے پہلے معجزات دیکھنے کی قدرت عطا کی گئی تاکہ اُن کی رسالت پایہ ثبوت کو پہنچے اور گو جو حاسہ پیچیدہ دیکھنے والے سے جو قدرت در در کے بعد عہد نبوت کو آئے نہ ہو مگر وہاں شخص تھا کوئی معجزہ نہ دکھایا جیسا کہ ہم آنا جس کے سادے اور سچے بیان سے معلوم کیے ہیں تو بھی مسیح کے لئے جو بزرگ سے بزرگ نبی سے بھی بزرگ تر تھا، معجزات کی نفی زیادہ تھی بلکہ ضرر تھا کہ وہ گزشتہ نبیوں کے معجزات سے بڑے بڑے معجزات دکھا کر اپنی رسالت کو ثابت کرے۔ اُس کا یہ دعوے کہ میں مسیح ہوں ایک عظیم دعویٰ تھا اور وہ لوگ جو رسالت کے ثبوت میں معجزات دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے اُس کے ایسے دعوے کو ہرگز قبول نہ کرتے اگر وہ کوئی معجزہ انہی ثبات نہ دکھاتا: (۲) پھر مسیح کے معجزات اُس نئی پھر پوری یا تو بہت کے گماں کا جو اُس میں مجسم ہو رہا تھا لازمی اظہار تھے۔ وہ خدا کا منظر تھا اور اُس کی انبیت روح القدس کی بسے فیاض قدرت سے مالا مال تھی۔ یہ بات قواعد فطرت کے عین مطابق تھی کہ جب ایسا شخص دنیا میں آئے تو عجیب قسم کے کام اُس سے سرزد ہوں۔ وہ بذات خود ایک عجیب معجزہ تھا اور اُس کے دیگر معجزات اس بڑے معجزے کی بکر بن گئے۔ اُس کا س دیا میں قدم رکھتا ہدایت خود قانون قدرت کی سوسپ کے برعکس تھا۔ اولاً کہ اُس کا اس دنیا میں آنا گویا انتظام موجودات میں ایک نئے عنصر کا داخل ہونا تھا تاکہ دنیا کو اپنی سطردی کی بیکتوں سے مالا مال کرے اور

جب وہ داخل ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کے معجزے بھی داخل ہوئے نہ اس لئے کہ تہ تییب میں حضور پیدا ہو بلکہ اس لئے کہ جو خرابی پیدا ہو گئی تھی اُس کی اصلاح کی جائے۔ لہذا اُس کے تمام معجزات پر اُس کی سیرت کی گہرگی ہوئی تھی یعنی اُس کے معجزے نہ صرف اُس کی الہی قدرت کا اظہار تھے بلکہ اُس کی پاکیزگی اور حکمت اور محبت کو بھی ظاہر کرتے تھے۔ یہودی اکثر اُس سے ملے جڑے اچھے حلیہ کیا کرتے تھے تاکہ عبادت دیکھنے والی ہوتی کہ پورا کریں مگر وہ بھی اُن کا کہنا نہیں مانتا تھا اور صرف اُس قسم کے معجزے دکھایا کرتا تھا جو میں کو تقویت دینے کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے اور جو لوگ چنگے کئے جاتے تھے اُن میں ایمان کا ہونا ضروری شرط تھا غرضیکہ وہ نہ کبھی لوگوں کے سروں کو پورا کرنے کے لئے اور نہ کبھی اُن بے ایمانوں کا منہ بند کرنے کے لئے معجزے دکھاتا تھا جو اکثر اوقات اُس سے معجزے طلب کی کرتے تھے۔ اُس کے معجزات کی یہ خاصیت تھی کہ انہیں اُن شخصوں سے جدا کرتی ہے جو قدیم اچھے دکھانے والوں یا بدن کیفیت والدینوں سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ مسیح کے معجزات پر عجیب اور رحم اور محبت کی گہرگی ہوئی ہے کیونکہ وہ اُس کی سیرت کا اظہار تھے۔ ۳۔ اُس کے معجزات اُس کے روحانی اور نبوت بخش کام کی علامتیں ہیں۔ اگر آپ تھوڑی دیر غور کریں تو آپ قائل ہو جائیں گے کہ اُس کے معجزات دنیا کی خرابی اور تکلیف پر فتح پانے کا نشان تھے۔ بنی آدم کئی قسم کی خرابیوں کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ تمام فطرت کے ڈھانچے میں وہ آئندہ پائے جاتے ہیں جو کسی گزری ہوئی تپ ہی پر دلالت کرتے ہیں۔ ہمدردی مخلوقات کی کراہت تک کو اپنی ہے اور درودہ میں پڑی

تذہبی ہے۔

نورسہ سال کی یہ بے قیاس ابترا اور خرابی بنی آدم کے لئے گناہ کا نتیجہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک بیمار یا نقصان کسی خاص گناہ سے علاوہ رکھتا ہے گوشت کی بیماریاں اور نقصانات ضرور خاص خاص گناہ سے پیدا ہوتے ہیں اور گناہ کے نتائج تمام بنی آدم میں عموماً پٹے پڑتے ہیں، پھر بھی دنیا کی خرابی گویا اس کے گناہ کا سبب ہے اور چونکہ مادی اور اخلاقی خرابیاں ایک دوسری سے علاوہ رکھتی ہیں، مثلاً ایک سے دوسری کا حال کھل جاتا ہے۔ پس جب اس نے جسمانی پن کو دھڑکیا تو یہ نعل گویا باطنی بصیرت کو بحال کرنے کی علامت ٹھہرا۔ اسی طرح جب اس نے مردوں کو زندہ کیا تو یہ ظاہر کیا کہ روحانی دنیا میں بھی یہی زندگی اور قیامت ہوں۔ جب اس نے کوڑھ کو دھڑکیا تو گویا یہ پتہ دیا کہ میں ہی گناہ کا کوڑھ بھی دھڑک سکتا ہوں۔ جب اس نے روشروں کو مجھڑا تو ظہر پر چھایا تو گویا اس صحرے سے زندگی کی مدد کی پر بھی تغیر کی اور اس کا طوفان کو بند کرنا یہ دلائل کرا تھا کہ وہ پریشان سمیر کو بھی اطمینان کو رسکوں عطا کر سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مسیح کے معجزات اس کے کام کا ضروری اہلادی حصہ اور اسے قوم میں مشہور کرنے کا ایک عمدہ وسیلہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ شفا یاب ہوتے تھے اور وہ شکر گاہی کے رشتہ سے اس کے ساتھ جکڑے جاتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جو پتے جس کے معجزات پر بیان لائے ان میں سے کئی بعد میں ایمان کی اعلیٰ منزل تک پہنچے مثلاً مریم مگدالینی کو جس میں سے اس کے ساتھ دلوں کا لے تھے

اسی قسم کا تجربہ نصیب ہوا۔

اور اگر اس کی نسبت سوچا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے اس کام سے کبھی ہمت دکھ اور کبھی بڑی خوشی ہوتی ہوگی۔ طرح طرح کی بیماریوں اور گناہ کے اندوہنک نیچوں کو دیکھ کر اس کا شہریت اور ہمدردی دل جس کی نرمی کبھی کم نہیں ہوتی تھی زخمی ہو جاتا ہوگا، مگر اس کی عظیم ہمت کا ممکن ایسی ہی جگہوں میں ہونا چاہیے جہاں مدد کی ضرورت تھی، اور مسیح طرح کی برکتوں کو ہر جہت تقسیم کرنا اور گناہ کے داغوں کو جابجا مٹانا اس کے لئے بڑی رحمت کا باعث ہوا ہوگا۔ اس کے معجزانہ چھوٹے سے صحت کا ٹوٹ آنا، بند ٹکھوں کو خوشی اور شکر گاہی کے ساتھ کھینکے دیکھنا، ماؤں اور بیٹیوں کی دعاؤں کے خیر کو اس وقت جیکہ وہ ان کے عزیزوں کو جھنگا کر کے اس کے حوالے کرتا تھا، مسند پر بیٹھوں اور گاہوں میں داخل ہوتے وقت غریبوں کے چہروں پر محبت اور تعلیم کے آثار کو دیکھنا، اس کے دل کو خوشی سے بھر دینا ہوگا۔ غرضیکہ وہ اس چستہ سے جو بھلائی کا منبع ہے خوب سیر ہو چکا تھا اور چاہتا تھا اور اب یہ ہوتا ہے کہ اس کے شاگرد بھی اس سے سیر ہوں۔

مسیح کی تعلیم اور اس کی تاثیر

ہمیں یقین ہے کہ اوپر کے بیان سے ہمارے ناظرین پر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ مسیح کے کام میں معجزات کیا جگہ رکھتے ہیں۔ اب ہم اس کی ایک اور تعلیم کی نسبت چند خیالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی تعلیم اس کے معجزات سے بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس کے معجزات

گھنٹے کی طرح لوگوں کو اس کے پاس بلانے کا کام دیتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کے حضور فراہم ہو کر اس کے کلام کو سنیں۔ ان میں شک نہیں کہ اس کے معجزات کے سبب سے اس کا نام نزدیک اور دور سب جگہ مشہور ہو گیا۔ اس کی تعلیم بھی اس کی شہرت کا سبب تھی۔ فصاحت وہ حادثہ ہے جو لوگوں کو ایک دم میں حیرت کا پتلا بن کر سفر کرتی ہے۔ ہر قوم اس حادثہ سے متاثر ہوتی آئی ہے۔ برہمنی ہندو گوشت ہو کر اپنے بزرگوں کے کارناموں کے افسانے اور کہانیاں سنتے تھے۔ مذہب یونانی اپنے معلموں کے ایک ایک لفظ کی قدر کرتے تھے اور اہل روم بھی جو زندگی کے معمول کاروبار کے سوا اور کسی کام سے سرور کار نہیں دیکھتے تھے، اس حادثہ کے اثر اور قوت کے قائل تھے۔ یونانی تو اس کے ایسے حاشیے تھے کہ اور کسی چیز پر ایسے فریفتہ نہ تھے جیسے فصاحت و بلاغت پر۔ اس کے بزرگوں پر کوئی ایسا فصیح نہ تھا جیسے ان کے بنی جنہوں نے آسمانی صداقت کو فصاحت کا لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اگرچہ پوچھتا بہتہ دیتے والے نے کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا تھا تو بھی لوگ اس کے باتوں کے سننے کے لئے ہر طرف سے کثرت سے جمع ہوتے تھے کہ ان کے کلام میں نبیوں کی فصاحت کی قدرت وعدہ کی طرح کونسی تھی اور لوگوں نے اس عجیب قدرت کو جس کا نظارہ ایک مدت سے نصیب نہیں ہوا تھا، اس کے بزرگوار الفاظ میں محسوس کیا اور اس طرح اس کے پاس جمع ہونے جس طرح چشمہ شیریں پر چوہوں کا ہجوم ہوتا ہے اور چونکہ مسیح بھی نبی تھا لہذا اس کی منادی کا شہرہ ہر جگہ پھیل گیا۔

”اور وہ ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور سب اس کی بڑائی کرتے رہے۔“ لوگ اس کی باتوں کو بڑی حیرت سے سنتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بڑا مجمع ہوجاتا تھا کہ اسے جھیل کا کنارہ چھوڑ کر کشتی پر سوار ہونا اور وہاں سے ان کی طرف مخاطب ہو کر اپنی زبان حقیقت بیان کو کھولنا پڑتا تھا۔ اس کے کلام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ اس کے مخالفوں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ ”انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا“ اگرچہ اس کے الفاظ جو قلب بند ہو کر بہار سے زمانے تک پہنچے ہیں، بہت ہی محفوظ ہیں تاہم ان سے بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ آیا اس کے مخالفوں کی یہ رائے جو اوپر بیان ہوئی صحیح ہے یا نہیں اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کلام سامعین پر کیسا اثر ڈالتا تھا۔ اس کی شہرت تقریروں کا خلاصہ جو انجیلوں میں محفوظ ہے اگر الگ کر کے چھاپا جائے تو مجموعی قسم کے چھ سترہوں سے زیادہ جگہ نہ لینگا، تاہم یہ کہنا ہے جائز کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی علمی خزانہ بنی آدم کے ہر شریں نہیں آیا جس طرح اس کے پیچھے سے اس کی ذات مبارک کا اظہار تھے اسی طرح اس کا کلام اس کی ذات کا مظہر تھا، چنانچہ اس کے ایک ایک لفظ میں اس کی سیرت کا جلال چمک رہا ہے۔

اس کی منادی کا طریقہ اس کی قوم کے بزرگوں کے طرز تقریر کی مانند تھا۔ اس امر میں ہل مشرق اور اہل مغرب میں بڑا فرق پایا جاتا ہے مثلاً مغربی ممالک کے باشندے جب کسی بات پر غور کرتے یا کسی خیال کو الفاظ میں ادا کرتے ہیں تو عادت کی روانی اور تشریح و تفسیر کو نظر رکھتے اور اپنے خیالات کو منطقی ترتیب اور سلسلے کے

مطابق چیز کرتے ہیں۔ پس جس طرح مشق پر اہل یورپ فریفتہ ہیں وہ یہ ہے کہ ہونے والا ایک محکمہ و ان انتخاب کر کے اسے مختلف حصوں میں تقسیم کرے اور پھر ایک ایک حصے پر سلسلہ وار اپنے خیالات ظاہر کرے اور یوں ایک حصے کو دوسرے حصے سے ربط دیتا ہوا اپنی تقریر کو ایسی رقت انگیز اپیل سے ختم کرے کہ سامعین کے دل اس کے ہاتھ میں آجائیں اور جو کام ان سے کرانا چاہے کرانے لگیں۔ لیکن عکس اس کے اہل مشرق کا یہ طریق ہے کہ وہ ایک نکتہ کو لے کر اس کی تفصیل میں لگے رہتے ہیں، اسی کے تشبہ و فراز پر خود کرتے اور جو صدائیں اس کے متعلق ذہن نشین ہوتی ہیں، انہیں ایک جگہ جمع کر کے چند جہان گذارہ اور قابلِ یاد الفاظ میں اوکڑ دیتے ہیں۔ وہ احضار کو پسند کرتے اور دل میں کھب جانے والے محاورات کام میں لائے ہیں یا جیسا کہیں کہ اہل مغرب اپنی تقریر کو بڑی ترکیب اور مناسبت سے مرتب کرتے ہیں چنانچہ ان کی تقریریں ریخیر کی کڑیوں کی طرح ایک خیال دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے لیکن اہل مشرق کی تقریر اور تحریر تاروں پھری رات کی مانند ہوتی ہے جس طرح رات کے وقت سیاہ یا نیلیوں آسمان کی سطح پر تار سے چمکتے ہیں اسی طرح ان کی تحریر میں لادائی نکات کے جو اہر جگمگاتے ہیں۔

صحیح اس قسم کے طرزِ سخن کو کام میں لایا۔ اس کے کلام میں عیناں الفاظ اور محاورات ایسے موجود ہیں کہ ان میں سے ایک ایک کوزہ میں دریا کا مصداق ہے یعنی بڑی بڑی گہری حقیقتیں چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادائی گئی ہیں اور ایسی پرتناظر صورتیں کہ تیر کی طرح دل میں کھب

جاتی ہیں۔ اگر آپ ان الفاظ کو جو اس سے منسوب کئے جاتے ہیں اور جو انجیلوں میں نقلند ہیں پڑھیں اور ان پر خود کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ہر ایک لفظ دل کو گھونچ لیتا ہے اور ایسے عین معانی رکھتا ہے کہ جبب لطافت اور صداقت کے دل پر میں ہوتا اور پھر یہ بھی کہ اس کے مابوجود اس کے اس کے کلام میں کچھ ایسی خاصیت پائی جاتی ہے کہ اس کی باتیں حدِ حفظ ہو جاتی ہیں چنانچہ وہ اس کی اذیت کے حدِ نظر میں پتھر پر کی نگیر کی طرح قائم ہیں۔ ان کی یہ عجیب خاصیت ہے کہ دماغ بھی ان کے معانی کو سمجھنے میں پاتا کہ وہ پہلے ہی سے امثال کی طرح ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں۔

علاوہ بریں اس کی تعلیم کی کتاب اور خاصیت یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی صنعتوں اور تشبیہوں سے پُر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قوتِ مخیلة حیل کے حوصلے تشبیہات کے ذریعے سے اپنا کام کرتی ہے۔ وہ ہر جگہ فطرت کی گونا گونی صنعتوں کو بڑے شوق سے ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ پتھروں کے رنگ پتھروں کے ڈھنگ، درختوں کا ٹھنسا موموں کا بدن اس کی حقیقت شناس چشم سے پوشیدہ نہ تھا اور اسی طرح وہ جی آدم کی زندگی کی ہر گزیر سے گنجی تھا چنانچہ وہ جانتا تھا کہ مذہبی امور، درکار و بار اور خاکی تعلقات میں انسان کیا ہے لہذا وہ کسی نہ کسی فطرتی تشبیہ کو کام میں لائے بغیر نہیں دل سکتا تھا اور نہ بغیر اس کے خود کر سکتا تھا۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا کلام طرح طرح کی تشبیہوں سے پُر ہے جن کے سبب سے ایک قسم کی بولچولی اور حرکت اس سے ہو رہا ہے، وہ قیاسی تھپے اور وہ بھی دعوئے پیش نہیں

کہ بلکہ حقیقتوں کا فوٹو کھینچ دیتا ہے اور اس کے الفاظ سے ملک کی خصوصیات اور زمانہ کے حالات اس طرح نکلتے ہیں جس طرح تصویر سے ٹپکا کرتے ہیں۔ کہیں موسیٰ کی پھیلائی ہوئی جین کے شین شہداد کی دیو سے اس کی آنکھیں تر و تازہ ہوتی ہیں، سرسبز کھیتوں میں لہلہا رہتی ہیں۔ کہیں بھڑکے ہوئے چوہوں کے پیچھے پیچھے جا رہی ہیں۔ کہیں شہر میں سے ننگ اور گتہ درگاہ کے نظرائے ہیں۔ کہیں کنواری لڑکی کے شین بھر دھوا کی غنچہ کھڑی ہے، اپنا حلوہ دکھاتے ہیں، اگر سیکل میں ایک طرف غریبی پاک دوسوں کی آیات ملتے، اور بازوؤں پر لگائے کھڑے ہے تو دوسری طرف ایک محسوس لینے والا گردن جھکائے دیکھا جاتا ہے۔ اگر ایک دھمکتا ہوا اپنے محل میں جھٹکا ضیافت کے سرے اڑا رہا ہے تو ایک مہیبت زدہ غریب جس کے زخموں کو کٹے جاتے رہے ہیں اس کے دروازے پر پڑ کر رہا ہے۔ یہ اور بھی طرح کے آئینے نظر آتے ہیں جو اس کے کلام میں بکثرت موجود ہیں اور ان کے وسیلے سے اس زمانے کے اوضاع و اطوار و طریقہ معیشت کے اندرونی اور بیرونی حالات نکلتے جاتے ہیں جن کا ذکر عام تاریخی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

لیکن ان سب باتوں سے بڑھ کر اس کے کلام کا یہ خاصہ تھا کہ اس میں تبدلات کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس میں وہ دونوں باتیں ہیں کا ذکر اور پرچہ اٹل جاتی ہیں۔ ان کی کہیں کہیں تبدیلیاں اور تبدیلیاں کلام کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ زندگی کے سامنے واقعات ہیں جسے کسی واقعہ و سخن لیتی اور اس کی ایک جھلکی دکھاتی تصویر بنا کر اس سے

اپنے کام میں لاتی ہے اور اس کے وسیلے سے کسی روحانی مجید کو جو اس سے شناسنت اور مشابہت رکھتا ہے، ظاہر کرتی ہے۔ اظہار حقائق کے لئے یہ طریقہ قوم یہود کے درمیان عام تھا مگر مسیح نے اس کو خوب چلا دی اور کمال تک پہنچایا۔ اس کی باتیں جو اب تک محفوظ ہیں ایک نئی دنیا کے قریب عقیدوں پر مشتمل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سامعین کے حافظہ پر ہم جاتی تھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ استادوں کے سرمنوں سے چند سال کے بعد فقط وہی مثالیں یاد رہتی ہیں جو وہ تقریریں استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عیسائیں اس وقت سے سے کہ اس وقت تک پشت در پشت عیسائیوں کے حافظہ میں محفوظ رہی ہیں۔ اس وقت میں تاریخ بونے والا، اس کنواریاں، نیک سامری اور دیگر عیسائیں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں گویا جو بصورت تصویروں کی طرح فلک برہی ہیں۔ کیا دنیا کے بڑے بڑے شاعروں یا نثر نویسوں کے کلام میں مثلاً سعدی، ابراہیم، ظہوری اور فردوسی وغیرہ کے کلام میں کوئی ایسی جھلک یا لکڑی سے پائے جاتے ہیں جنہوں نے مسیح کی مثالوں کی مانند بنی آدم کے دل پر گرفت پائی ہو؟ یا ان کی صداقت اور تازگی ایسے عالم گیر طور پر محسوس کی گئی ہو؟ مسیح کو مثالوں کی تلاش میں چودہ نہیں جانا پڑتا تھا جس طرح ایک ماہر اور مشاق مصور کھڑیا مٹی کی ٹٹلی یا ایک مجسمہ کوئلے کے کمر ایک ایسی تصویر کھینچ دیتا ہے کہ اس سے دیکھ کر یا تو ہنسی کے مارے کلیجہ پھٹا جاتا پڑتا ہے یا آنسوؤں کے دیا جاری ہو جاتے ہیں یا دیکھنے والے ہنسنے لگتا ہے۔ برویہ و سادہ جاتا ہے کسی طرح مسیح بھی زندگی کے عام واقعات کو چٹا دیتا

ہے مثلاً نئے حائے پرستے پارچے کا پتہ نہ لگانا۔ میرانی مشکور کا نئی
نے کے سبب سے پھٹ جانا۔ لڑکوں کا بازووں میں کھڑے ہو کر
شادی اور نام کے کہیں کھیلنا۔ کسی چھوٹی لڑکی کا طوفان کے قریب سے
لکھا کر گر پڑنا وغیرہ عام واقعات ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اپنے مستقبل
خیر سے ایسے سچے میں ڈھکنا ہے کہ وہ دینی حقیقتوں اور انسانی لوازمات
کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیتے ہیں۔ یہی تعجب کی بات نہیں کہ عوام
لوگ اس کے پاس جمع رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے کلام کی
تاک پہنچنے کے لئے صد سال کی غور و فکر کی ضرورت تھی تاہم سادہ
سے سادہ اور جہل سے جہل شستے وانا بھی اس کی مثالوں کو سن
کو محفوظ ہو جاتا ہوگا اور ان الفاظ کو جن کے وسیلے سے وہ
اپنے خیالات ادا کیا کرتا تھا، غم بھر کے لئے اپنے ساتھ لے جاتا
ہوگا۔ پس یہ کہتا ہے چاہیں کہ اس کے کلام کی، منہ کوئی
کلام نہیں کیونکہ جس قدر وہ سادہ ہے اسی قدر گہرا بھی ہے۔
جس قدر سنسنیوں سے بھرپور ہے اسی قدر صداقت اور راستی سے
بھی معمور ہے۔

یہ تو اس کے کلام کی خاصیت میں۔ اب ہم غور و فکر کے لئے
دیکھاں گے کہ اس لائینی مناد کی مادی میں کون کون سی خاص باتیں
توجہ طلب ہیں۔ اس کا ذکر اس کے سامعین کی نکتہ چینی میں موجود ہے
اور نیز ان تقریروں سے ان کا پتہ ملتا ہے جو جیلوں میں قلعہ بند ہیں۔
ان میں جو سب سے بڑھ کر ہے، وہ اختیار ہے جو لکھا ہے کہ
”پھر اس کی تعلیم سے حیران ہوئی کیونکہ وہ ان کے فقیہوں کی طرح نہیں

بلکہ صاحب اختیار کی طرح انہیں تعلیم دیتا تھا۔ پس یہی بات ہے
اس کے سامعین نے محسوس کیا، وہ فرق تھا جو اس کے کلام
میں اور فقیہوں کی اس منادی میں پایا جاتا تھا جو وہ عبادت خانوں
میں کیا کرتے تھے۔ یہ فیقہ ایسے مڑھ اور تشکک مسلک کی منادی
کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر بے تاثیر اور بے حد میں مسائل اور کسی جگہ
نہیں ملتے۔ اگر وہ ان پاک فرائض میں سے جو ان کے پاس موجود
تھے لوگوں کو نصیحت کرتے اور ان کے مطالبات کو کھنکھاتے تو اس
سے ان کے کلام کو ایک طرح کی طاقت اور زندگی حاصل ہوتی کہ وہ
گھنٹہ سڑوں کے گھنٹہ خیالات کی سڑی فوٹی میں گئے رہتے تھے اور کوئی
ایسی رائے پیش نہیں کرتے تھے جو کسی سنی کی سند پر مبنی نہ ہو، انشا
اور رحم، محبت اور خدا کے متعلق لوگوں کو تنبیہ دینے کی جگہ پاک
نوشتروں کو ایک دشوم نامہ کی صورت دے کر ادرے بانوں کی منادی
کرنے لگے مثلاً لوگوں کو صرف ایسی ایسی باتیں بتائے لگ گئے کہ
جو آیات مانتے اور بازوؤں پر لگائی چٹیں وہ کتنے بڑے کاغذ پر
تحریر کرنی چاہیں۔ دھکا کے وقت کس طرح بیٹھا یا کھڑا ہونا چاہیے
روزہ کتنی دیر تک رکھنا چاہیے اور سبت کے دن کتنی فاصلے طے
کرنا چاہیے وغیرہ۔ انہی باتوں پر اس زمانے کا مذہب مختصر تھا اور
جس طرح کی منادی اس زمانے میں مروج تھی اگر ہم اس کا نام جدید
زمانہ میں دیکھنا چاہیں تو ہمیں ریفارمیش کے زمانے پر نظر ڈالنا
چاہیے۔ جس شخص نے سکاٹ لینڈ کے متعلق آگسٹ کے سوانح عمری
تحریر کئے ہیں بتاتا ہے کہ ریفارمیش کے اتمام میں وہیں کیتھولک

وہ پیشانی کی تقریریں بالکل سے معجزانہ طبع اور ناقص ہوتی تھیں۔ وہ بنانا ہے کہ وہیں کسانیاں جو کسی رو میں کینٹھاک مدہ می فسرتہ کے بانی سے مشہور کی جاتی تھیں یعنی وہ معجز سے جو ان کے خیال میں اُس نے دکھائے وہ لڑائیاں جو اُس نے شیطان کے ساتھ کیں، اُس کی دعائیں اُس کے دوسرے اُس کا اپنے آپ کو کڑوں سے مارنا وغیرہ وہ مضامین تھے جن پر منادی کی جاتی تھی یا مفسرین اپنی اور مقدس بتوں کی تائید پر صلیب کا شکنجہ سے ڈر کا دم کے وسیع سے آپس دور کرنے کی تحریکوں کا رنگ الا یا کرتے تھے یا ریگسٹری (سوائ) کے شدید عذاب کا خاکہ کھینچا کرتے تھے اور سیاہ کرتے تھے کہ کہنے، اُس عہد سے ہلاک صاحب کو امتوں کی سہارشی دماؤں کے وسیع سے چھٹت گئے ہیں یا فضول چیزیات اور باوہ گول میں اپنا وقت جواب کیا کرتے تھے۔ غیر فیکہ بائبل کی پاک اور فائدہ بخش اور بلند پایہ تعلیمات کے عوض میں، اُس قسم کی باتوں سے لوگوں کو آمیزہ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مسیح کی منادی سے لوگوں کے دلی پر کچھ اُسی قسم کا اثر پیدا ہوا کہ جدید ریاضت میں کئے رہا ہے میں اہل سکائٹ میں پروٹسٹنٹ اور کاتھولک کی مندی سے پیدا ہوا۔ مسیح پر تین اور مفسرین کے شہسہ خیالات سے کچھ سروکار میں رکھتا تھا بلکہ وہ اس طرح تقریر کرتا تھا کہ گویا اُس نے انہی اور اہل حقیقتوں کو جہنم خود دیکھنا ہے۔ جو اس بات کا محتاج نہ تھا کہ کوئی اور اُس کو خدا اور انسان کی نسبت سکھائے کیونکہ وہ خود دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں اور یہ خیال اُس کے کام میں

لگائے اور اُس کے ہر لفظ اور حرکت کو سرگرمی سے مضمون رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے اور جو باتیں میں بیان کرتا ہوں میری نہیں بلکہ خدا کی ہیں۔ پس وہ اُن کو جو اُس کی بات نہیں سمجھتے تھے بے نائل کہ دیتا تھا کہ قیامت سے وہ تم پر آمیزہ کے لوگ فتوے لگائیں گے اور تم کی جگہ تمہیں مجرم ٹھہرائے گی کیونکہ اہل عیسویت نے یونان کی باتوں پر کال لگایا اور متبا کی ملکہ کے سامنے کے حکمت آمیز کلمات کو مٹا کر تم اُس کی برائیوں سے بڑا اور بڑے بادشاہوں سے بڑا کر رہے ہیں۔ اُس نے اُن کو جو اب آگاہ کر دیا کہ جو پیغام میں لایا ہوں اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے پر تمہاری آمدہ ہوگی یا خیر یا مفسر رہے۔ یہی وہ سرگرمی اور شہادت و مدد اور احتیاج تھا جو تیسرے والوں کے دلوں کو ہلکا دیتا تھا۔ ایک اور صفت جو لوگوں نے اُس کی تعلیم بائبل میں پائی دیکھتی تھی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے اور دیکھو یہ صاف کتنا ہے اور یہ بات اس میں نہایت عجیب معلوم ہوتی تھی کہ وہ تعلیم یافتہ آدمی نہ تھا بلکہ وہ اُس سے بروہ شہسہ کے مشہور مداح میں سے کسی تحصیل علم کے لئے قدم رکھتا تھا اور نہ کسی دارالمعلم سے سند حاصل کی تھی۔ لہذا وہ تعجب کرنے لگتا کہ یہ دیکھ رہی اُس میں کہاں سے آگئی۔ معلوم ہو کہ یہ صفت اُسی چشمہ سے برآمد ہوئی جس سے اُس کے شاگرد اختیار کی عجیب صفت پیدا ہوئی تھی۔ ہر دلی عموماً اُس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ متاد اپنے پیغام کی نسبت اپنی طرف تیار نہ ہو دیکھا ہے۔ جو متاد حاضرین سے ڈرتا اور عالموں اور فاضلوں کو دیکھ کر گھبرا

جہ تا ہے وہ شخص جس خیال میں متصرف ہوتا ہے کہ لوگ میری لیاقت اور میرے کام کی نسبت کی نہیں گے۔ لیکن جو شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ میں ایک اعلیٰ پیمانہ سے کر آیا ہوں جس کو دیکر نامیرا مقدمہ ختم ہونے سے وہ صرف اپنے پیغام کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اس کے نزدیک اس کے پیغام کے شخصے واسطے عالم ہوں یا جاہل امیر ہوں یا غریب سب یکساں ہوتے ہیں۔ مسیح کی آنکھیں روحانی اور جسمانی مہانتوں پر لگی ہوتی تھیں۔ اس کی عظمت اس کے دل پر نقش تھی لہذا انسانی علم و فہم کا حیلان باتوں کے مدبر بننا چاہتا تھا۔ ہر قوم کا آدمی اس کے سامنے عام آدمیوں کی طرح تھا۔ اور چونکہ وہ اپنے کام کے خیال میں محو رہتا تھا اس لئے کسی ذاتی یا شخصی خیال سے تیری ٹوڑتا تھا۔ اگر ہم اس کی دیر کی دیکھنا چاہیں تو اس حیرت کو دیکھیں جو اس نے ان خرابوں پر کئے جنہیں لوگ اس وقت غصہ سمجھتے تھے۔ یہ خیال کرنا کہ کسی میں نرمی اور فروتنی کے سوا اور کچھ نہیں پایا جاتا تھا بڑی غلطی ہے کیونکہ اس کے الفاظ میں کئی جگہ ایک قسم کی نرمی بھی پائی جاتی ہے۔ وہ زمانہ ملتے سلتے سازش کا زمانہ تھا۔ جتنے بڑے بڑے مراتب و درجے صوبہ تھے ان سب پر مسیح چھرا ہوا تھا۔ سو سب کے اعلیٰ طبقوں میں علم و فضل کے بلند مرتبوں میں اور مذہب کے ہر طبقہ میں گندم بکائی اور جو فروشی کام کر رہی تھی۔ عیسائی کہ ریاکاری ایسی عالمگیر ہو گئی تھی کہ لوگ ریاکاری کو ریاکاری میں سمجھتے تھے اور جن باتوں کی تقلید اور پیروی کی جانی تھی وہ نہایت ظنی اور باطنی تھیں۔ مسیح کے الفاظ کو پڑھنے والے

بآسانی اس بات کو محسوس کر سکتے ہیں کہ انہوں نے مسیح کو اس کے کام میں ان خرابیوں کے برخلاف ایک قسم کا نقشہ پایا تھا جسے ہر ماضی کے حالات کے متناہ ہے سے شروع ہوا اور جو ان مسیح کا علم حالات زمانہ کے بارے میں ترقی کرتا گیا اسی قدر وہ بھی بڑھتا گیا۔ جن باتوں کو لوگ بہت پسند کرتے تھے وہ ان کی نسبت کتنا تھا کہ یہ باتیں خدا کی نظر میں نہایت مکروہ ہیں۔ تا مسیح کی زبان میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے کلام میں ایسے سخت حملات پائے جاتے ہوں جیسے مسیح کے کلام میں پائے جاتے ہیں اور یہ حملات اس نے ان لوگوں پر کئے جن کے سامنے اس کی تہذیب سے پہلے تسلیم ہم کئے جاتے تھے اور وہ لوگ فقیر اور فقیہ اور کاهن اور لادہ تھے۔

ایک اور دھت اس کے کلام میں یہ تھا کہ وہ قدرت سے ملتا تھا چنانچہ لوگ حیران ہوتے تھے کہ وہ قدرت سے ملتا ہے کہ وہ قدرت سے اور یہ قدرت شروع پاک کے اس مسیح کا پھل تھی جس کی امداد کے بغیر بڑی بڑی سیما میں دل برکتیہ آخر نہیں کرتی ہیں۔ وہ روح پاک سے معمور تھا۔ لہذا استجائی سے معمور تھا۔ اور اس تجاہل کو جو اس کے دل میں بوش زنی تھی دوسروں کے دلوں تک پہنچا دیتا تھا۔ وہ روح پاک ایسے قبیل یا محدود اندازہ میں نہیں رکھتا تھا کہ مشکل سے اس کے لئے کافی ہو بلکہ اس کثرت سے رکھتا تھا کہ انہوں کو بھی وقار سے دیکھ سکتا تھا۔ لہذا روح کی تاثیر اس کے ایک ایک لفظ سے شگفتہ تھی اور سننے والوں کے دل اور دماغ کو بہت سے بھر دیتی تھی۔

پوہنی صفت کو جو اُس کے کلام میں پائی جاتی تھی۔ رحم و شفقت
کنا چاہیے۔ لوگ مومن و فاضل باتوں سے جو اُس کے منہ سے نکلتے
تھے تعجب کرتے تھے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود دیہیے اور انہیں
کے اور باوجود اُن سخت حملوں کے جو اُس نے زہر کی خواہیوں پر
کئے اُس کا کلام رحم اور شفقت سے بھرپور تھا۔ اُس صفت کے وسیع سے
اُس کی اصل بہت کا پتہ ملتا ہے۔ وہ جو عیسائیت کا کس طرح اُس
آسمانی آگ کی تیزی اور روشنی کو جو اُس کے دل میں چمک رہی تھی
لفظوں میں چمکنے سے روک سکتا تھا؟ فقہ بڑے سخت اور مہرور
اور مہرور تھے۔ وہ دولت مندوں کی خوشامد اور عالموں کی عزت کیا
کرنے تھے مگر وہ م کی نسبت کہ کرتے تھے یہ عام وہ جو شریعت سے
تاریفت میں نصیحتی ہیں۔ لیکن یسوع کے نزدیک ہر طرح کی شریعت
تھی کہ کوئی شخص کی شفقت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ بیکے
پچھلے لپڑوں میں چھپس ہوئی ہوتی تھی یا کسی اور نقص کے لئے جاتی ہوئی
ہوتی تھی تو اُس کی آنکھ وہاں بھی عیسائی ہوتی کو دیکھتی تھی۔ اگر اُس
پر گناہ کی نجاست کا اندازہ لگا ہوا ہوتا تھا تو وہ بھی اُس سے اُس کی
نظر سے نہیں چھپا سکتا تھا۔ لہذا وہ اپنے سینے و لوں میں سے
ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کیا کرتا تھا۔ کیا جب ہم وقتا کے
باب کی تمثیلوں کو پڑھتے ہیں تو یہ معلوم نہیں ہوا کہ گویا اسی
شفقت خدا کے دل سے نکل کر اُن تمثیلوں کے وسیع سے پنے
اُس کو ظاہر کر رہی ہے۔

ایک اور صفت بیان کرنے کے لائق ہے جسے مسیحیت

کی جامع اور اُس کی نفیر کی جان سمجھ چاہیے۔ مس صفت کی
حرف اور کہیں کہیں اشارہ ہو چکا ہے، مگر اس جگہ اس کا پھر مفصل
ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مسیح جب لوگوں کی طرف مخاطب ہو
کر کلام کیا کرتا تھا تو یہ نیاں نہیں کرتا تھا کہ میں کس درجہ اور کس طاقت
کے لوگوں سے مستطعم ہوں بلکہ سب کو یکساں سمجھ کر اُن سے مخاطب
ہوا کرتا تھا۔ دولت اور عزت اور عہد جو بنی آدم میں فرق ڈالتے ہیں
بالائی یا جاہلی اسب ہیں جو ہم کو آسمانی مدد کی سطح پر لٹے ہیں۔
مگر ذہنی قوانین، دلی جذبات اور ضمیر کی حقیقتیں جو باطنی اور گہری
خاصیتیں ہیں جو تمام بنی آدم میں مشترک ہیں۔ ہمارا یہ مطلب یہی کہ
یہ صفیں سب میں یکساں ہوتی ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کسی میں زیادہ
اور کسی میں کم ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اُن باتوں کی نسبت یہی
صفت میں فرادہ پائی جاتی ہیں اور جو شخص ان صفوں کی طرف
مخاطب ہوتا ہے وہ گویا اپنے سینے و لوں کی زندگی کے سب سے
اصلی درگزر سے جھٹوں کو متاثر کرتا ہے اور سب اُس کی بات کو
سمجھتے ہیں۔ ہر ایک شخص ان اپنی جیت پاتا ہے یعنی جس قدر کم آدمی
کی سمجھ میں سمائی ہوتی ہے وہ اُس سمائی کے مطابق اُس حشر سے لیتا ہے اور
جس قدر وسیع خیال آدمی کے ذہن میں شفقت ہوتی ہے وہ اُس شفقت کے
مطابق اُس سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مسیح کا کلام کپ و لوں
کی طرح ہر وقت تروتازہ رہتا ہے۔ وہ ہر زمانہ اور ہر قسم کے لوگوں کے
لئے ہے۔ وہ آج بھی نوح انسان کو انگلستان اور چین اور ہندوستان میں
اُسی طرح موثر کرتا ہے جس طرح فلسطین میں مسیح کے زمانہ میں کیا

سبب ہم عقول و دیر کے لئے اس کی تعلیم کے نفس معصوم پر غور کریں گے۔ جب ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ خیال دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس نے اس کے پیچھے اس کی تعلیمات اور مسائل پر درس دیا کرتے ہیں، اسی طرح شاید وہ بھی دیا کرتا تھا لیکن سبب ہم اناجیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو بالکل دوسری حالت نظر آتی ہے۔ البتہ وہ سبب بائبل جو ہم سوان و جواب کی کتابوں پر عقائد نامہ میں مسیحی مسائل و تعلیمات کے متعلق پاتے ہیں وہ اس کے ذہن میں جو چاہے تھیں مگر وہ ہمیں اپنی مٹا دی گئی وسیلے سے برکت و برکتیں کیا کرتا تھا۔ وہ علم الہی کی اصطلاحات کو استعمال میں لایا کرتا تھا مثلاً الفاظ تثلیث، لفظ رب، برگہ کی اور مؤثر بیلا پٹ مسیحی علوم انبیہ کی اصطلاحات میں داخل ہیں اس کی مٹا دی میں نظر میں آتے ہیں گو وہ صدائیں جو ان اصطلاحی لفظ سے معصوم ہوتی ہیں اس کے کلام کی تہ میں پائی جاتی ہیں مگر انہیں ظاہر کرتا یا اصطلاحی طور پر پیش کرنا سائنس کا کام تھا۔ وہ فقط زندگی کے معمولی تعلقات پر بولا کرتا تھا اور چند دن گذر باتوں کو اپنی تقریر کا مرکز بنا کر دل اور ضمیر کو چھید ڈالتا تھا۔

اس کی مٹا دی کا عظیم لفظ تھے خدا کی بادشاہی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس کی کئی تشکیلیں انہیں لفظوں سے شروع ہوتی ہیں۔ مثلاً بار بار اناجیل میں آیا ہے کہ خدا کی بادشاہی اس چیز یا اس چیز کی چیر کی مانند ہے۔ ایک مرتبہ اس نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اور تمہیں

میں بھی خدا کی بادشاہی کی مٹا دی کرتا ضرور ہے۔ اس سے اس نے یہ خط ہر کیا کہ میری مٹا دی کا معصوم خدا کی بادشاہی ہے اور یہی بات اس کے رسولوں کے حق میں لکھی ہے کہ اس نے انہیں بھی اسی لئے بھیجا کہ خدا کی بادشاہی کی مٹا دی کریں۔ مگر یہ لفظ اس کے ایجاد کردہ نہ تھے۔ یہ خیال چرائے زمانوں سے چلا آتا تھا اور اس کے زمانے کے لوگ اس دینی محاورے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ کچھ وقت بعد دینے والے سے ان الفاظ کو کثرت سے اپنی مٹا دی میں استعمال کیا۔ چنانچہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے ہم بار بار اس کے منہ سے نکلتے ہیں۔

لیکن سوال یہ اچوتا ہے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ یہ الفاظ اس کے زمانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی خبر نبوت کی کن دہ میں پائی جاتی تھی اور جس کی راہ خدا کے مقدس بندے موت سے دیکھ رہے تھے۔ خداوند مسیح نے اپنی مٹا دی کے وسیلے سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ وہ زمانہ اب گیا ہے اور میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ انتظار کی کا وقت تمام ہو چکا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے معصوموں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوئی بھی اور کبھی مگر یہ شخص اس پر آمیزہ رکھتے تھے کہ کچھ تم دیکھ رہے ہو دیکھیں مگر انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ پھر ایک مرتبہ اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے زمانے کا جلال اور رونق اور جھوٹ ایسے بے ہوا ہیں کہ جو ان سے بہرہ ور ہیں، اس میں سے وہ جو صوب سے چھوٹا ہے جو خدا بپتسمہ دینے والے سے افضل ہے حالانکہ وہ پیرائے عہد کے برتر لوگوں میں صوب سے بڑا ہے۔

اں باتوں کا ماننا جس کے معاصرین کے لئے کچھ مشکل نہ ہوتا اگر وہ اس بات کو بھی مان لیتے کہ خدا کی بادشاہی فی الحقیقت آگئی ہے کیونکہ وہ ان سب باتوں کے قائل تھے۔ اہل انہوں نے مسیح کے ان دعوؤں کو جس کو وہ اسی دیر کے لئے کر دیا تھا کہ وہ ان کو اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا لیکن جب اس کا کوئی نیا نشان نہ پایا تو یہ کہتے شروع کر دیا کہ وہ نیا زمانہ کہاں ہے جس کی آمد کا ذکر مسیح نے کیا ہے؟ اور اسی بات کے سمجھے کہ وہ مسیح سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ خود کی بادشاہی کے آخری لفظ "بادشاہی" پر زور دیتے تھے مگر مسیح نے یہ لفظ "خدا" پر زور دیا تھا۔ انہیں یہ اُمید تھی کہ نیا زمانہ خدا کا نہ کر دینے کی شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوگا۔ بے شک وہ یہ ماننے لگے کہ اس بادشاہی میں خدا ہی کے نام کا سکہ جاری ہوگا مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی اُمید رکھتے تھے کہ اس کا ظہور بے نیاس دولت و ثروت جنگی افواج کی شہت و قدرت اور ایک عالم گیر حکومت و سلطنت سے ہوگا۔ لیکن برعکس اس کے خداوند مسیح نے زمانے کا آغاز اس بات میں دیکھا ہے کہ خدا محبت کرنے والے اور اظہار کرنے والی مرضی پر مشتمل ہوگا۔ وہ اس نئے زمانے کو خدا مسیح میں لائے کرتے تھے۔ مگر مسیح اُسے باطن میں بتاتا تھا۔ وہ اُسے دنیوی شان و شوکت میں ڈھونڈتے تھے مگر مسیح اُس کی روٹی اور خونی کی جگہ سیرت کو سمجھاتا تھا۔ جیسا کہ اس نے اپنے پیادوں کی وعظ میں اس نئے زمانے کو طرح طرح کی ٹانگہ باؤوں سے ظاہر فرمایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مبارک حلقوں سے مترشح ہے سر میرت یا خلعت کی مبارکائی

ہے مگر جس سیرت کا فلسفہ ان مبارک پیادوں میں پایا جاتا ہے وہ اس سیرت سے جس کی قدر ان دنوں کی جاتی تھی، اور جو اس زمانے میں جلیلی عیال اور خوشی کا باعث تھی جاتی تھی بالکل مختلف تھی ان دونوں معذور ذہنی یا دہمزد صدوقی یا دہم فلسفہ کی سیرت مومنوں کے لئے لائق سمجھی جاتی تھی مگر مسیح نے برعکس اس کے یہ سکھایا کہ جو ولی کے عریب ہیں جو عسکری ہیں جو صہیم ہیں جو راست بازی کے بھوکے اور پاس سے میں جو زور دہاں ہیں، جو پاک دلی ہیں، جو صلح کرنے والے ہیں، اور جو راست بازی کے سبب سائے جاتے ہیں وہ مبارک ہیں۔

یہ مسیح کی ممدی کا اصل مدعا یہ تھا کہ وہ جوں جوں کہ خدا کی بادشاہی کا لبا مطلب ہے اور کہ جو لوگ اس بادشاہی میں داخل ہوتے ہیں ان کی سیرت کسی ہولی سے اور اُن کو اپنے آسمانی باپ کی محبت اور قربت سے کسی برکت ملتی ہے اور ان کے ولی دلی میں ان کے لئے کیسی خوشی موجود ہیں اور اس لئے یہ بھی دکھایا کہ جس مذہب کی میں یقین کرتا ہوں اس میں اور تمہارے موجودہ مذہب میں کیا فرق ہے۔ تمہارے موجودہ مذہب میں جو حمایت کا نام و نشان نہیں پایا جاتا اور سیرت کے عوض میں چند خادہ کی پیروی پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مسیح ہر مذہب اور وجہ کے لوگوں کو اس بادشاہی میں شامل ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ دولت مندوں کو دعوت دیتے دولت نہ نانا تھا (جیسا کہ "دولت مند اور عبادت کی مقبل سے آشکارا ہے) کہ دولت میں حقیقی آرام و راحت کو تلاش کرنا بطمان کی دین اور خطہ کا موجب ہے اور جب سنگدست غریبوں کو بلاتا تھا تو ان پر ان کے انسانی جوہر کی

عظمت کو ظاہر کیا کرتا تھا اور یہ محبت اور چرنا اثر لفظ سے اُن کو سمجھایا کرتا تھا کہ جو حقیقی دولت ہے وہ مسرت کے خوالوں میں جمع ہے اور اُنہیں یقین دلاتا تھا کہ اگر تم پہلے آسمان کی بادشاہی کو چھوڑ دو تو تمہارا آسمانی باپ جو تمہارے پردوں کو کھینچے اور جنگلی سوسنوں کو پھانتا ہے تمہیں بھی محتاجی کی حالت میں نہ چھوڑے گا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اپنی مٹا داری کا مرکز اور بنی حلیم کی جان وہ آپ ہی تھا جس نے نہ لے گا نہ دے گا اور جو پھر پھر وہ خود اُسی میں موجود تھا۔ وہ نہ فقط اُس کی تہذیبی والا تھا بلکہ اُسے وہ جو وہیں لائے والا بھی تھا اور وہ مسرت میں کے سبب سے انسان اُس بادشاہی میں داخل ہو سکتا اور اُس کے حقوق میں شرکت پیدا کر سکتا ہے اُسی سے ملتی ہے لہذا اُس کی ہر نصیحت میں نصیحت کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ اُس کے پاس آئیں۔ اُس سے سیکھیں اور اُس کی پیروی اختیار کریں اُسے تم لوگوں کو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے پاس آؤ گے اُس کی نصیحتوں کا ٹپ لہا پ اور اُس کی تقریروں کا خلاصہ مطلب اُنہیں الفاظ میں جمع ہے۔

مسیح کی تقریروں کے حافظ سے ایک بڑی غور طلب بات نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جن خاص مسیحی مسائل کا ذکر لوگوں کے خطوط میں پایا جاتا ہے اور جن کو آج خدا پرست اور روزن تعمیر سچی مان رہے ہیں وہ مسیح کی تقریروں میں صاف صاف دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ یہ کمی خصوصاً دو مشلوں کے متعلق دیکھنے میں آتی ہے۔ اول اُس تعلیم کے متعلق جن کی ترویج سے گنگار خدا سے میں پیدا کرتا ہے دوم۔ اُس طریق کے بارے میں جس کے وسیع سے معافی یافتہ انسان کے اندر وہ

سیرت پیدا ہوتی ہے وہ مسیح کی سیرت کی مانند ہوتی اور باپ کو پسند آتی ہے۔ ہر اس معاملے میں بڑی خبرداری سے کام لینا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی نسبت ایسا سبب لایا جائے کہ ہم کو مجبوراً یہ ماننا پڑے کہ ان تعلیمات کا تادہ وراثت بھی مسیح کی تقریروں میں نہیں ملتا یہ حقیقت یہ ہے کہ ہر اُس شخص کی تعلیم یا تعلیم کو پیش نہیں کرتا جس کا تخم مسیح کے کلام میں نہیں پایا جاتا پھر بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ دونوں کے باہمی تعلق میں ایک فرق پایا جاتا ہے کہ مسیح کے بیان کے اختصار اور دُرُوں کے بیان کی تفصیل کا مقابلہ کر کے بعض لوگ یہ گمراہی دیکھتے ہیں کہ جو تعلیمات تمہارے سامنے ہیں وہ وہ پورے کی ساحت میں مسیح کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اصل شرح اس سے ہے کہ مسیح کی تعلیمات میں مسیح کی تعلیمات کا مقصد یہ تھا کہ اُس کی سیرت اُس کی تعلیم پر فو قیت رکھتی تھی اور اسی طرح اُس کا کام بھی اُس کی تعلیم پر مبنی تھا اور اُس کے کام کا سب سے بڑا حصہ یہ تھا کہ وہ صلیب پر چڑھ کر دُعا کے گاہیوں کا کفارہ دے بلکہ اُس کے پیرو جو ہر دم اُس کے ساتھ رہتے تھے یہی ماننا چاہئے تھے کہ اُس کو مرنا پڑے گا میں اُس کے مرنے سے پہلے اُس کی موت کا گواہ اور عمیق مطلب سمجھنا مشکل تھا۔ اب جن مشلوں کا ذکر لوگوں کے خطوط میں پایا جاتا ہے، وہ صرف دو بڑے بڑے واقعات کی شرح ہیں جن میں سے ایک مسیح کی موت اور دوسرا سرخوردہ نجات دہندہ کی طرف سے ترویج اللہ میں کا کچھ جانا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ باتیں مسیح کے کلام میں نہ ملتی تھیں کیونکہ وہ ایسی واقعہ نہ چوٹی تھیں مگر اُن کے الٹا ہی مطالب کے زوردار دبانے لایا

انجیل کے چاروں گوشوں کو سمجھنا اور مسیح کو اس کے غنی عدل سے محروم رکھنا ہے۔
جو لوگ مسیح کی باتیں سننے آئے تھے وہ مختلف طبقہ تھے اور مزاج
کے لوگ تھے اور ان کا شمار بھی زیادہ اور بھی کم ہوتا تھا اور جس جگہ
اس کو موقع ملتا تھا وہ ان کی طرف مخاطب ہو کر ان کو سکھانے لگتا
جاتا تھا۔ کبھی پہلے پرچہ لکھ کر یا کبھی سمندر کے ساحل پر کھڑا ہو کر کبھی
رہائے میں انھیں علوت خانہ میں اور کبھی چرچ کے صحن میں جا کر لوگوں کو
تعلیم دیا کرتا تھا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ وہ نہ صرف بڑی بڑی جماعتوں
کے سامنے بولا کرتا تھا بلکہ اگر اس کو کسی جگہ ایک یا دو شخص مل جاتے تھے
تو ان کے ساتھ بھی، کسی سرگرمی سے کل م کی کرتا تھا۔ غرض کہ کوئی موقع
ان سے جانے نہیں رہتا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک روز یروشلم کا گونا
گونا گھر بھی مسافر تھے کہ کوئی پر ایک عورت کو روحانی تعلیم دینا۔
اسی طرح یروشلم میں کو بھی جو آئندہ اس کے پاس آیا تھا۔ یہی زبان سمجھنا
سے روحانی اسرار کی باتیں سننا تھا۔ مہم بھی کبھی کبھی ان کی اس کے پاؤں
کے پاس بیٹھ کر اس کی زندگی میں باتیں سمجھتی تھی۔ انجیل میں اس قسم کی
سنائی کی مثالوں کا انیس مرتبہ ذکر آیا ہے اور وہ اس کے شاگردوں کے
میں ایک نمونہ نمونہ ہیں کیونکہ یہ طریقہ ان تمام طریقوں سے جو تعلیم دینے میں
کام آتے ہیں شاید سب سے زیادہ موثر اور کارآمد ہوتا ہے اور نیز اس سے
واعظ کی سرگرمی کا پتہ ملتا ہے کیونکہ جو شخص ہزاروں کے مجمع کے سامنے
جوش اور سرگرمی سے کلام کرتا ہے اور جب سامعین کا شمار ہو جاتا ہے
تو اس کے جوش کی آگ بھی بھڑک جاتی ہے وہ بعض اپنی فصاحت دکھانے کا
شائق ہے لیکن جو شخص موقع دیکھتا ہے پھر جانتا ہے کہ جو کوئی اس سے ملے اس کو

اس کی روح کی نجات کا خزانہ دے وہ درحقیقت رسولوں کی جھوٹی چہرہ
ہے اور اس کے دل میں فی الحقیقت، سماں کی آگ جل رہی ہے۔
اکثر اوقات اس کے کلام کو سننے کے لئے صرف اس کے شاگرد ہی
جمع ہوتے تھے۔ لیکن اس کی منادی کا اثر سننے والوں پر یکساں نہیں ہوتا
تھا۔ اس نے خود بھی سونے والے اور گیسوں اور کھوٹے رائے
اور شہادت دہش دی کی ضیافت کی تہنیتوں کے وسیلے سے بڑی صفائی
سے ظاہر کر دیا کہ سننے والوں پر میرے کلام کا اثر مختلف شکلوں میں
ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ اس کی تقریریں کس طرح پر وائیں کرتے تھے
اور بعض بہت سے شہتے تھے مگر ان کے ہوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا تھا اور
بعض پچھلے عرصہ کے لئے متاثر ہوتے تھے مگر ضروری دیر کے بعد پھر پرانی
عادوں میں گرفتار ہو جاتے تھے اور جب ہم اس بات پر غور کرتے
ہیں کہ خدا کے بیٹے کے کلام کو اس کر بھی مستند تصور کرے لوگ ایمان لاتے
تھے تو ایک ہیمنہ سی سمجھا جاتی ہے جو لوگ اس کی منادی سن کر اس
پر ایمان لاتے تھے وہ اس کے شاگرد کہلاتے تھے۔ وہ ان اس کا کلام
سننے کو اس کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور وہ بار بار ان کے ساتھ
حلولت و جلوت میں ہم کلام ہوا کرتا تھا۔ وہ پچھلے سو شاگردوں نے اس
کو مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد دیکھا تھا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے
تھے۔ ان میں کئی عورتیں بھی شامل تھیں مثلاً مریم مگدالینی اور دوسرے اور عورت
جو اپنے مال سے اس کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ وہ عوام کی نسبت پران
شاگردوں کو خاص طور پر اپنی تعلیمات سے آگاہ کیا کرتا تھا مثلاً جو کچھ
اس کی پہلی تقریروں میں فیہ الفہم معلوم ہوتا تھا وہ اسے غور سے سن لیا

سب کے سامنے اٹھ کر دیا کرتا تھا۔ کئی دفعہ اس نے یہ کہہ کر میں مسلوں میں اس سے بولنا شروع کیا کہ لوگ نہیں پرہیزگاری میں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ اس سے ملنے سے جو وہ بات کہتے تھا کچھ نہیں فرماتے تھے وہ اس کی بات کو تو نہیں سمجھتے تھے مگر صورت بیک وقت بدلتی چھٹکان کے اٹھ آئے تھے مگر میرے مڑھم رہنے لگے۔ جی راز دہی جو بے پناہ دلی کو خدائی اُتار دیتی تھی ایسا ہماروں کے لئے عہد یقین کا یہ مسئلہ ٹھہرتی تھی کہ جس طرح کسی موصورت چیز کو جس کا نصف حصہ نقاب کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے دیکھنے کی طرف رخ نہ دلاں گے جی ہوتی ہے اسی طرح ان کے دل میں یہ سوچ پیدا ہوتا تھا کہ جن باتوں پر عہد کا نقاب چڑھا ہوا ہے وہ ان کا مطلب ان پر صاف صاف کھل جائے اور وہ ان لوگوں کو جو معرفت کا یہ سنیاق رکھتے تھے ان کے پوشیدہ معنی سے واقف کر دیتا تھا۔ جب قوم اس کو گڑبگڑ مٹھتی اور اس بات میں قانع نہ ہوتی کہ مسیح کے کام اور تعلیم کی تاثیرات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے تو یہی ہوگا اس رسالتی سوسائٹی کی بنیاد بنے جو ملکی تیود اور خانہ انی اور قومی امتیازات کے بندھنوں سے آزاد تھی اور جس کے دھیمے سے مسیح کی رجوع اور تعلیم کو دنیا میں پھیلنا اور قائم رہنا تھا۔

شاہد بہمنز ہوگا کہ ہم رسولوں کے چھٹنے رسولوں کا جماعت کا ذکر مسیح کے معجزات اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ہیں کہ وہی ہو کہ ہم رسولی عہد سے کے تفرق کو وہ تیسرا طریقہ قرار دے سکتے ہیں جس کے دھیمے سے اس نے اپنے کام کو انجام دیا۔

وہ بارہ اشخاص جو اس عہد کے ہر سر فرزند ہونے شروع میں عام تیار کون کے دھرم میں شامل تھے اور جن لوگوں نے اس کے کام کے پہلے سال میں اس کی پیروی امتیاز کی وہ بھی تیار کر کے رکھتے تھے۔ لیکن جب اس نے اپنا کام نکالیں میں شروع کیا تو ان بارہ آدمیوں کو ایک خاص قسم کی تربیت سے سر فرزند فرمایا یعنی انہوں نے اپنے معمولی کاروبار کو چھوڑ کر ہر دم اس کی صحبت میں رہن خطاب کیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد رسمی تربیت اپنی پیروی اور آخری منزل پر جانا یعنی وہ لوگ رسولی عہد سے متنازعہ نہ تھے۔

سب اس نے دیا تھا یہ کام بڑھتا جاتا ہے اور اسے پورے دنیا لایا رہتا ہے لیکن یہ دلیل اسے گرائیں سکتی ہو اس سے جن لوگوں کو رسالت کے عہد سے پر سر فرزند قرار کیا گیا ہو گا۔ بنایا اور آئیں بھی کہ جا کر اس کی تعلیم کی سادہ سادہ باتیں بولیں کہ سہائیں اور اس کام کی انجام دہی کے لئے ان کو قومی معجزہ اور طاقت مرحمت فرمائی جس سے جو عالمی تھا اس طرح کئی جگہ جہاں وہ عدم فرضی کے سبب خود جس جاسکتا تھا۔ جبل کی منادی کی گئی اور کئی پورا چو اس کے پاس میں آسکتے تھے شفا یاب ہوئے۔ لیکن ان لوگوں کے چھٹنے میں اس سے بھی گہرے مقاصد اور وسیع نتائج نظر آتے تھے اس کا کام سب دہانوں اور تمام دنیا کے لئے تھا لہذا وہ ایک شخص کی ذات محرم ہیں پورا نہیں ہو سکتا تھا اور اس نے اس بات کو پہنچا ہی سے دیکھ لیا، لہذا ان لوگوں کو چین کر اس ذات کا انتظام کیا کہ جس کے بعد اس کی تجاویز کی پیروی کریں اور اس کے کام اور عہد کی تاثیرات کو دنیا کے ہر گوشے اور

ہر گوشے تک پہنچائیں۔ اُس نے اپنے دوست شیارک سے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ نہ فنکے نہیں کہ ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر وہ اپنے خیالات کو خود رقم کرتا تو اُس کے نام اور کام کو بھلائے دوام حاصل ہوتی اور دنیا کے ہاتھ میں اُس کی ایک کامل تصویر آجاتی اور شاید ہم اس بات کو سوچ کر شوق سے بھر جاتے اور یہ ساختہ ہوا اُٹھتے کہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ ہمارے لئے بے قیاس دولت کا خزانہ ہوتا۔ لیکن اُس نے بغیر حکیم نے اُس قسم کے کام میں ہاتھ لگانا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ بہتر سمجھا کہ اپنے مرنے کے بعد اپنی تصنیف کردہ کتابوں کے حقوق میں جو کچھ وہ اشخاص کی زندگیوں میں جینا رہے لیکن جب ہم اُن لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں جنہیں اُس نے ایسے بڑے کام کے لئے چنا تو ہم کو حیرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ غالی خاندان ہونے کا غرور رکھتے تھے اور سرمایہ علم سے بہرہ ور تھے لازم تھا کہ قوم کے رہبر اور پیشوا اپنے مسیح کی خدمت میں کام آتے پڑھوں نے اپنی سخت دلی کے وسیع سے ظاہر کر دیا کہ ہم اس خدمت کے لائق نہیں۔ لیکن وہ اُن کی مدد کا طالب نہ تھا اور چونکہ وہ ہمیشہ سیرت کی خوبیوں سے کام لیا کرتا تھا اور سیرت دنیوی تہ ورجل اور علمی لیاقت اور کمال کی تقیید نہیں ہوتی لہذا اُس نے بے جا جھگی ہٹ پٹا سارا کام بارہ سیدھے سادے اشخاص کے ہاتھ میں سونپ دیا جنہیں نہ خاندانی غرور نہ علمی لیاقت کا ناز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ انتخاب کئی دنوں کی سوچ اور فکر اور رات بھر کی دعا و مناجات کے بعد کیا تھا اور اس انتخاب نے بعد میں ثابت کر دیا کہ اُس نے اس امر میں ایسی ہار لیکھ بینی سے کام لیا جو سیرت انسانی کی تہ کو پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ جس مقصد کے پورا کرنے کے واسطے یہ لوگ چنے گئے تھے اُس کے لئے نہایت موزوں نکلے اور ہم جانتے ہیں کہ اُن میں سے کم از کم ایسی کوشش اور بقیہ دیکھ کر اُن کا کسی قدر مفصل حال ہمارے پاس موجود ہے، اعلیٰ قسم کی لیاقتوں کے آدمی ثابت ہوئے۔ ان بارہ میں سے ایک بے دن نکلا۔ اُس کے انتخاب کے بارے میں طرح طرح کی نشر بھی پیش کی گئی ہے۔ یہ کہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو پورے طور پر حل نہیں ہوا اور نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ کہنا عین انصاف ہے کہ ایسے اشخاص کو جو شروع میں بالکل نادان معلوم ہوتے تھے بعد میں کامیابی کے تابع سے ناچار ہوئے چمن دین ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ بادشاہی ستونوں کی طرح اس بات پر شہادت دیتا رہے گا کہ مسیح نیک کا فیر نہ تھا بلکہ ساری باتیں ایسی تازگی اور نئے پن سے کرتا تھا کہ اُن میں ذرا بوسیدگی کی بو نہیں آتی۔ اب اگر ہم صرف یہی تباہ کار خاموشی جو جاہلیں کہ مسیح نے اپنی ہار لیکھ بینی سے جان لیا کہ یہ لوگ کچھ عرصہ کے بعد میرے کام کو بخوبی انجام دیں گے تو اُس رستہ کا جو وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ رکھتا تھا اور پورا حال نہ کھلے گا بس چند آدمی باتوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے مسیحی کلیساؤں کے قائم کرنے میں گواہ ایک ایسے کام کو پورا کیا جس کی عظمت کا اندازہ لگانا انسان کے وہم سے بعید ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خیال اُن کے دل میں کبھی نہ آیا ہو، کہ وہ کھنڈ پر بیٹھے موجودہ دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں یا یوں کہیں کہ جب ہم لوٹ کر دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا غالی خاندان ستونوں کی قطار کی طرح آسمان سے بائیں کر رہے ہیں ہر وقت

فوج سے غصہ ہو کر عظیم لشکر چمک رہے ہیں، مسیح جیستہ
 نور سے نکلتا ہے جس سے انہیں چمک تھا، اُس نے ان کو وہ عظمت
 بخشی جو دنیا کے واناؤں کو حیران کرتی ہے، اور ان کی عظمت اُسی
 کی عظمت کو ثابت کرتی ہے۔ کیا ان کو دیکھ کر یہ خیال نہیں آتا کہ وہ
 جس نے ان لوگوں کو ایسی خوبصورت اور مضبوط مسرت عطا فرمائی تھی
 جسے جیل اندر رہ کر لائق بنادیا، خود کی ہوگا، شروع میں وہ
 حد درجہ کے گمراہ اور جہلانی مزاج کے آدمی تھے۔ کیا ان سے اس بات
 کی کوئی اُمید کی جا سکتی تھی کہ وہ کبھی اُس کی نئی خوبصورتی کی جوتی کو
 پہچان سکیں گے یا اُس سے کام لیں گے۔ بعد ازاں ہم نے اُس کی مسرت کی
 مسرت کا ایک سچا ٹوٹاؤ اسے وہاں پستوں کے واسطے کر دیں گے لیکن اُس
 نے محنت بھری برداشت کے ساتھ اس کی تربیت کی۔ بڑی مہربانی
 سے ان کی ذہنی مہرور کی صلاح اور ان کے غلط فہمیوں کی جو اُس کے
 کام کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی تھی، صبح کی اور چمک وہ چمکتا تھا کہ ان لوگوں
 کو کئی بڑی بڑی شہادت کو طے کرتا اور اہم خدمات کو انجام دینا
 ہے اس نے وہ انہیں دم بھر ہی اپنے سے جہد کرتا تھا بلکہ وقت
 ان کی تربیت میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ان کی شاگردوں کی نسبت ہوگ
 زیادہ اُس کی محنت میں رہتے تھے اور جو کچھ وہ کرنا تھا اسے دیکھتے
 تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے اسے سننے تھے۔ بعض اوقات وہ مسرت
 انہیں سے ہم کلام ہو کر کرتا تھا اور سماں خداوند کے بھید اور جلال
 کو ان پر طرور مسیحی کا نظم ان کے دلوں میں لویا کرتا تھا جو وقت اور
 تجربہ کی مدد سے اپنے وقت پر بہت مسابھل لیا۔ لیکن جو بات اُس کی

تربیت میں بہت کام آیا وہ یہ تھی کہ اُس کی مسرت کا اثر ان پر نہ رہتی
 اور خاموش طور پر پڑنا رہا۔ گو اُس وقت کسی سے اس بات کو محسوس نہ کیا
 ہوا اس میں شک نہیں کہ اس سے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوئے۔ اس
 اثر نے ان کو مدد ملتے اُس کی مسرت میں تبدیل کر دیا۔ یہی وہ بات
 تھی جس نے اُس کو ایسا مقدس بنایا جیسے وہ اب نظر آتے ہیں اور
 اگر اُس کو پکارنے والے ان بڑے بڑے دشمنوں کو کسی بات کے سبب
 شک کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ یہی ہے کہ ان کو اُس کی مسرت
 کا جمال دیکھنے کا موقع نہیں ملے۔ ہم اُس کی بے نظیر مسرت کی جو ہیں
 کو دیکھ رہے ہیں وہ دیکھ کر ان پر قربان ہوتے اور اگر گرجا گھر کے گھر میں
 گروہ لوگ نزدیک سے دیکھتے ہیں تو انہیں اُس کی زندگی میں
 گہری ہوتی دیکھنا اور کئی سال تک ان کے زور اور اثر کو محسوس
 کرنا واقعی عجیب و غریب دکھنا ہوگا کہ ہمیں اُس کی مسرت کے
 شد و خال یاد ہیں جس کے جلال کو ان دشمنوں نے دیکھا اور جس کی
 قدرت نے ان کی مسرت کو عجیب سانچے میں ڈھالا۔
 مسیح کی مسرت :- ہم سے گویا دیکھا دیا کہ مسیح میں چہیت معلوم
 ہونے کے کون کون سی صفتیں پائی جاتی تھیں۔ اب ہم اُس کی انسانی
 مسرت پر چند ملاحظہ کرنا چاہیں گے اور پہلی بات جو اس
 کے متعلق بہت عیاں دکھائی دیتی ہے یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی
 کے مقصد کو خوب سمجھتا تھا۔ یہ شناخت احساس جا بجا اُس کے
 کل عام سے ٹکرتی ہے۔ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُس کی زندگی
 کا مقصد جو ہمیشہ اُس کی ہمتوں کے سامنے چمکتا تھا ہر فعل میں

اُس کی رہنمائی کرتا اور ہر ہم کو ہاتھ لگانے میں اُسے عجیب قدرت اور طاقت بخشا تھا۔ دنیا میں بے شمار ذہنگیاں بے مقصد اور بے مصروف نظر آتی ہیں۔ وہ مختلف کیفیتوں سے پُر ہوتی ہیں اور طبعی خواہشات کے اثر سے متاثر ہو کر حرکت میں آتی ہیں یا سوسائٹی کی چند روزہ ہمدوں سے ہم کنار ہو کر رہ جاتی ہیں لیکن مسیح ایک خاص غرض اور خاص مقصد کے لئے آیا تھا اور وہ مقصد رنج و راحت میں برابر اُس کی آنکھوں کے سامنے چمکتا رہتا تھا مثلاً وہ اکثر گنا گرتا تھا مگر وقت ابھی نہیں آیا۔ گویا اس سے یہ پتہ دیتا تھا کہ میری زندگی کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ کے ساتھ ایک خاص کام واسطہ رکھتا ہے جو اسی لمحہ میں ہونا چاہیئے۔ اس وقت کی پابندی سے وہ باتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر کام سرگرمی سے کیا کرتا تھا اور دوسری یہ کہ اُس کی انجام دہی کو کبھی ٹال مٹول میں نہیں ڈالا کرتا تھا اور پھر ان عادت سے یہ نتیجہ بھی پیدا ہوا کہ اُس کی قوت کبھی مستحضر نہیں ہونے پاتی تھی اور نہ وہ اُس غفلت میں گرفتار ہوتا تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو مغضوب سمجھ کر نظر انداز کر دیتی ہے پس اس مقصد شناسی کی وجہ سے اُس کی زندگی کے مختلف کاموں میں ایک قسم کا اتحاد پایا جاتا تھا۔

ایک اور صفت جو اُس میں کثرت سے پائی جاتی تھی اور صفت مؤثرہ بالاسے ایک گہرا رشتہ رکھتی تھی یہ تھی کہ اُسے اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا اس لئے نہ تو وہ وسائل کی چنداں فکر کرتا تھا اور نہ نفلت سے ڈرتا تھا۔ اگر ہم دروغ کر کے دیکھیں کہ اسے ایک

عظیم کام کو انجام دیتا تھا اور اپنی قوم کی اصلاح کرنا اور ایک ایسی مذہبی تحریک کو وجود میں لانا تھا جو گویا ہمیشہ تک قائم رہے اور دنیا کے کناروں تک پہنچنے والی تھی۔ پھر اگر اسی طرح ہم اُس مخالفت پر بھی نظر ڈالیں جو اُس کے مذہب کی تشریح کی ہر منزل پر ہر پابو سے کوٹھتی اور اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ انسان جو اسے کے اعتبار سے وہ کسی طرح کی غیر معمولی قدرت اور طاقت نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ محض ایک ان پڑھ آدمی تھا۔ ہاں اگر ہم ان سب باتوں پر نظر ڈالیں تو اُس کا ہیروسمہ جس میں بے جینی اور ڈالواندہلی کو بالکل جگہ نہ تھی ایک نہایت حیرت خیز بات معلوم ہوگی، اگر اس سے بھی زیادہ حیرت خیز کوئی بات ہے تو اُس کی کامیابی ہے۔ انجیلیوں کے پڑھنے کے بعد ہم متعجب ہو کر پوچھتے ہیں کہ اُس میں کیا تھا اور اُس نے کیا کیا جو تمام دنیا اُس سے مغلوب ہو رہی ہے۔ اُس نے اس نتیجہ کو پیدا کرنے کے لئے کوئی بھاری نیازی نہیں کی تھی، ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنے کام کی انجام دہی میں اس بات کا محتاج نہ تھا کہ پہلے عزت اور علم اور دولت اور اختیارات کو اپنا معتقد بنائے اور پھر ان کے وسیلے سے دنیا کو فتح کرے۔ یہ صحیح ہے کہ اُس نے اُس کلیسیا کو اپنی حیات میں قائم کر دیا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ اُس سے اُس کلیسیا کی خاصیت اور انتظام کے متعلق بہت کچھ نہیں بتایا تھا۔ ہاں اُس نے کوئی ایسی تیاریاں نہیں کی تھیں جیسے اکثر وہ لوگ کیا کرتے ہیں جو مشکل خدات اور کمزوریاں کو ہاتھ لگانا چاہتے ہیں۔ وہ بھرے سے تو خاص ایمان سے کام لیا

گرتا تھا۔ تدبیروں کے اُدھیر میں پھینستا اور نہ سوساں کی تیاریوں کی انجمنوں میں گرفتار ہوتا تھا بلکہ بہت مردانہ کے ساتھ اُگے بڑھ کر کام کو ہاتھ لگا تا تھا۔ یہی وہ صفت تھی جس کی نسبت اُس سے کہا کہ وہ بہادروں کو اُن کی جگہ سے بٹا سکتی ہے۔ یہی وہ خدمتِ دی کی پیروی تھی جس پر پورے فخر کرتا تھا جس کی ظہری بے سرو سامانی کو روک مٹا دیتے تھے۔ لیکن اُسی کے ساتھ یہ بات آتی تھی کہ یونانی اور رومی دنیا کو فتح کرے۔ ایک اور صفت اُس میں یہ تھی کہ وہ تادم خیال اور تادم بین آدمی تھا۔ گھریزی میں اس صفت کو رخصت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ذیل کے بین سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ بہت سے بول اُن حالات میں قوت کی پیدائش میں جن کا دور دورہ اُس کے زمانے میں ہوتا ہے یا جو اُن کیسے کہ وہ اُن بے شمار لوگوں کی ہواؤں کے زمانے میں موجود ہوتے ہیں یا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں ایک نقل میں ہوتے ہیں۔ جس ملک میں ہم رہتے ہیں اُس کی عادتیں اور اُس کی رسمیں، جس پشت سے ہم عبادت رکھتے ہیں اُس کے مذاق اور اُس کے فیشن جو تعلیم ہم نے حاصل کی ہے اُس کی روایتیں جس جو علت سے ہم وابستہ ہیں، اُس کے تقاضات اور جس فریضے کے ہم برہم ہیں اُس کے خیالات، ہر سب باتیں ہر سب باتیں ہیں۔ یہ سب باتیں ہیں۔ ہم کسی کام کرتے ہیں یا لگاتی واقعات یہ موجودہ حالات کی کیفیتیں ہیں۔ سب سے بڑی چیز کہتی ہیں۔ ہم جس باتوں کو مانتے ہیں انہیں سب سے مانتے ہیں کہ خارجی باتوں کا

نور اور لحاظ ہیں مجبور کرتا ہے کہ ہم انہیں مانیں، نہ اس لئے کہ باطن میں اُن کی حقیقت ہم پر درخشاں ہوتی ہے یا لوں کہیں کہ وہ راہیں جنہیں ہم اپنی بتاتے ہیں اُن کے ٹکڑے ہوا کے ہر ٹکڑے میں اُڑتے ہوئے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم انہیں سے کہ اپنی راہیں بناتے ہیں۔ مگر وہاں یہ ہے کہ یسوع صبح کو کن حالات میں ایسا انسان بنایا جیسا کہ وہ تھا جس زمانہ میں وہ موجود تھا اُس سے بڑھ کر اور کوئی زمانہ خشک اور منجر نہ تھا۔ وہ اُس نخل کی طرح تھا جو رنگستان میں تنہا دکھائی دیتا ہے۔ نہ صفت کے ناچیز باشندوں میں کون سی ایسی چیز تھی جو ایسی عظیم نشانِ سیرت پیدا کرتی؟ کس طرح وہ جگہ جو بدی کے لئے ضربِ اشل تھی، ایسی جہنم یا کینزگی دنیا کے نمونہ کے لئے پیدا کر سکتی تھی؟ ممکن ہے کہ کسی تغیر سے اُسے معرفت کی ایجاد بتائی ہو، مگر اُس کی تعلیم فقہوں کی تعلیم کے بالکل برعکس تھی اور اُس کی آواز اور روح کبھی مختلف فرقوں کے خیالات کے پنجہ میں گرفتار نہیں ہوئی تھی۔ اُس شور اور لعل کے درمیان جس نے اُس زمانے کے کان بھر رکھے تھے اُس نے کس طرح سچائی کی آواز کو سنا جو اُن صداؤں سے جو چاروں طرف سے اُٹھ رہی تھیں بالکل مختلف تھی؟ اور کس طرح بناوٹی دینداری سے منہ پھیر کر حقیقی اور خوبصورت دینداری کو دیکھا جس کی بے قدری ہو رہی تھی؟ پس جو ایں اُس کے زمانے میں پائی جاتی تھیں، اُن میں سے کسی کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں بات نے یسوع کو ایسا بنایا جیسا کہ وہ تھا بلکہ ہم اُس کی حقیقت کو اپنی زبان میں

ابھی طرح بیان بھی نہیں کر سکتے جس طرح چھوٹا پروا باطل سے باہر ہوتے
اگنا یا پتھر ٹٹکتا ہے اُسی طرح اُس کی اندرونی طاقتوں نے بیرونی
ظہاروں میں اپنا جلوہ دکھایا۔ وہ آپ اپنی آنکھ سے حضرت ائمہ زندگی
کے نظاروں پر غور کیا کرتا تھا اور کبھی اپنی ہانک سے بن لکھ کو دُوروں کی
اصلاح اور اصلاح پر نہیں چھوڑتا تھا اور جیسی رعایت سچائی کی اپنی
تحقیقات میں کیا کرتا تھا ویسی ہی اُس کی پاسداری اپنے بیان میں
بھی کیا کرتا تھا۔

چنانچہ وہ بڑی دلیری اور جرأت سے اُن باتوں کو جنہیں راست
سمجھنا تھا بیان کر دیا کرتا تھا خواہ اُن کے دہلے سے کو جو وہ دستگردوں
اور حشیدوں اور رسوں کی میاںوں میں اور وہ خیالات جنہیں میں انہیں
جو عام لوگوں کے دلوں میں جمع ہوئے ہوتے تھے۔ اُس کی قوم اسی سمجھ
اور شہر و سرورہ زمین کی۔ نہ دیکھتی جس سے کسی طرح کے سبزے کی
امید نہیں ہوتی مگر وہ ٹوٹے اور دیوبند کے صحائف کی طرف متوجہ
ہو کر اپنے خیالات کو نہ تازہ کرتا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ گو
وہ دل بردگنوں کی بڑی قدر کرتا اور بڑے ادب اور عزت سے اُن کی
کتابوں کو پڑھتا تھا تو بھی بڑی اُردی اور دلیری سے اُن کے
محابب بیان کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اُس خیالات کو جو بیچ کی طرح
اُن کے کلام میں پوشیدہ تھے کھول کر ایک مکمل صورت میں پیش کر
دیا کرتا تھا مثلاً دیکھئے کہ کُترائے عہد کے خدا اور اُس آسمانی باپ
میں جسے اُس نے ظاہر کیا انگلیں دکاشفر کے اعتبار سے کیسا باری
ہے اور اسی طرح پہلے اور اُس کے کاہنوں اور خون آلودہ قریبوں

میں اور اُس عبادت میں جس کی ہدایت اُس نے اس طرح کی کہ وہ
مذہب اور راستی سے ہونے چاہیے کیسا عجیب مقابلہ پایا جاتا ہے،
اور شریعت کی وہ قوی اور رسمی تکی جس پر بیوردی جہالت نے اس تکی
سے جو غیر اور دل سے برآمد ہوتی ہے کیسی دور ہے۔ پس یہ صرح اپنی
موجز اندیشی کے اعتبار سے جو اُس کو لب اس اور لب لباب پر بھی فائز تھا۔
پھر اُس کی سیرت کی ایک جلالی خاصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنی
اُدم کو پیار کیا کرتا تھا۔ ہم اُس پر ایک جگہ بتا آئے ہیں کہ ایک طرح مقصد
اُس کے دل میں تھا، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زندگی کے مقصد کی تہ
میں ہمیشہ ایک بڑا جذبہ رہتا ہوتا ہے جو اُس کے مقصد کو زندہ رکھتا
رہتا ہے۔ مسیح کا وہ جذبہ جو اُس کے مقصد اور غرض کو ہمیشہ
برقرار رکھتا تھا یہی تھا کہ وہ انسان سے محبت رکھتا تھا۔ اس بات
کی سبب ہم کو یہیں دی گئی کہ کسی طرح باہر کی تہائی میں یہ محبت
اُس کے دل میں پیدا ہوئی اور کن چیزوں سے پرورش پاتی رہی لیکن
ہم یہ جانتے ہیں کہ حب، یہ پیالہ کے سامنے آیا تو یہ محبت اُس کے
دل و ریشہ میں ایسی سمیٹ ہوئی تھی کہ اُسے اپنی بہتری اور بچی و
کی مطلق فکر نہ تھی بلکہ محبت زدوں سے ہمہ بردی کر کے کشیاں
میں سرسبز رہتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ اُس نے کبھی ٹوٹ کر نہ
دیکھا بلکہ جس کام کو نہ لگا یا اُس کے آگے ہی آگے بڑھ گیا۔ ہم
عام طور پر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی محبت غالباً اُس قصور سے
تلقین پاتی رہی ہوگی جو وہ انسانی مذہب کی بیش بہا قیمت کے متعلق
رکھتا تھا اور یہی باعث تھا کہ اُس کی محبت اُن تمام حدود سے تجاوز کر گئی

جو اکثر لوگوں کی ہمدردی اور سخاوت کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ یہاں تک
ذات بات یا قومی امتیاز کے خیالات ہم کو ایک دوسرے سے ہمدردی
کرنے سے روک دیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قریباً تمام ممالک میں دشمنوں
سے نفرت کرنا جائز سمجھا جاتا ہے اور قریباً سب لوگ اس بات
پر متفق ہیں کہ جو شخص خاص تہذیب کا مستی ناس کرتے ہیں وہ اُن سے
اجتناب کرنا چاہیے، اور یسوع ان باتوں کی ہمدانیوں کرنا تھا کیونکہ
اُس کو وہ بیش قیمت تھے جو اُسے دشمن اور اجنبی اور مردود لوگوں
میں برابر نظر آتی تھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ پس یہی محبت
وہ تھے جن سے اُس کی زندگی کا مقصد پیدا ہوا تھا یہی سبب تھا
کہ وہ ہر طرح کے درد اور دکھ میں مدد دینے کے لیے ہمیشہ تیار تھا۔ یہی
وہ خاص وجہ تھی جس کے سبب سے اُس نے شفا بخشنے کے کام کو
اختیار کیا اور ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں مدد کی ضرورت ہوتی تھی اُس
کا محبت بھرا دل اُس کو وہاں بھیجے لے جاتا تھا۔ پر اُس کی پرجوش
محبت خاص کر اس بات میں نظر آتی کہ وہ دُشمنوں کے بچانے کی جڑی
کوشش کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہی وہ موتی ہے جس کے بچانے
کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اُس کے
دُشمنوں سے بڑھ کر اور کوئی دُشمن ناقابل ہمداشت نہیں۔ لوگ اکثر اُن سے
بے توقیرتہ نہ دیکھتے ہیں پر اُن کی دُشمنوں کی نسبت کبھی خیال نہیں کرتے
لیکن اُس کی حکمت نے اُس کی محبت پر غور کر دیا کہ جن سے محبت کی حاجت
ہے اُن کی اصل بہتری اور فلاحی اسی میں ہے کہ اُن کی دُشمن بچائی جائیں۔
پس وہ محسوس کرتا تھا کہ اگر تین لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچاؤں تو

اُن کی اصل اور حقیقی بہتری وجود میں آئے گی۔
لیکن اُس کی انسانی سیرت کے متعلق جو صفت سب کی سرتاج
ہے کہ وہ خدا سے محبت رکھتا تھا۔ خدا کے ساتھ خواہش
اور خیال اور ارادہ میں موافقت پیدا کرنا سب خوبیوں سے بڑی
خوبی ہے۔ مسیح میں یہ خوبی کمال اور یہی خوبی تھی۔ یہاں تک کہ
محسوس کرنا ایک بڑا مشکل کام ہے اور عام لوگوں میں تو ہزاروں لوگ ایسے
ہوتے ہیں جو کبھی اُس کی نسبت سوچنے ہی نہیں بلکہ دیندہ بھی یہ ارادہ
کرتے ہیں کہ اُس کو ہمیشہ یاد رکھنے کے لئے دل اور دماغ کی سخت تربیت
کرتی پڑتی ہے اور کیا شک نہیں کہ جب کبھی ہم خدا کو یاد کرتے ہیں تو ہمارے
دل چھو جاتے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم میں ہے وہ اُس سے جو
خدا میں پایا جاتا ہے بالکل مختلف ہے۔ مسیح کو یہ ہے کہ جب ہم اُس کی
حضور میں جاتے ہیں تو چند لمحوں کے بعد ہم برعکس ہو جاتا ہے کہ ہمارے
خیالات اُس کے خیالات میں اور ہمارے دماغ اُس کی راہ میں نہیں لیکن
یسوع کا یہ حال نہ تھا۔ اُس کے دل میں خدا کا خیال اور غور ہمیشہ
موجود رہتا تھا۔ اُس کی زندگی میں نہ کوئی ایسا لمحہ تھا اور نہ کوئی ایسا
کام جس میں خدا کا خیال نہ ہو جس طرح وہ ہوا جو سانس کے دینے سے
اندہر آتی جاتی تھی یا جس طرح شہر کی وہ روشنی جو اُس کو سوز گئی
اور اُسے چاروں طرف سے گھیرے تھے اُسی طرح خدا بھی اُس کی ہمتی
کے ہر جانب موجود تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میرے خیالات خدا کے خیالات ہیں
اور میری خواہش خدا کی خواہش سے متفق ہے اور جو مقصد میرا ہے وہی مقصد
خدا کا ہے۔ اب سوال پیش آتا ہے کہ یہ اتحاد جو اُس میں اور خدا میں پایا

جہاں تھا کسی طرح یہ ہوا اس کا جو یہ ہے کہ میری موت تو بہ اتحاد
میں کا لی گئی تھی۔ وہ جسے پیدا ہوا ہوگا جو اس کی ذات کی مختلف حالتوں میں
پاؤں جاتا تھا اور پھر کسی حد تک میں دسائیں کے زریعے سے بھی دیکھا گیا
ہو گا کہ میں نے کتنے ذریعے سے ہم اس کی تلاش کی کہ کون سے میں پاؤں میں کہ
وہ خدا کے حیات سے اور نہ وہ سے کلام اس کے وسیع سے واقف ہوا
میں کا مطالعہ بھیجی ہی سے اس کی موتی کا یہ صحت تھا اور اس طرح وہ
نئے جسے اس کو خدا کا ہم خیال نہ ہوا، نہ وہ وہ تھا کہ اس کا کھانا
کھانے کو وقت نہ ملے اور سے پہلے دیکھا کہ اسے ضرور وقت نکال سکتا تھا۔
اس کے سوا وہ ایک اور بات بھی جس نے اس کے اور خدا کے
خبروں میں موافقت پیدا کر دی تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ ان آواز آتشیں
کا مہر کیا کرتا تھا جو ایسے خیالات اس کے دل میں ڈالتے تھے جتنی بھی
خدا کے خیالوں کے منہ سے ہوتے تھے۔

یہی وہ بات تھی جس کے سبب سے وہ اپنے کام کو طے انداز
اور دلیری سے کرتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ جس کو کام کر رہا ہوں اس کے لئے
خدا نے مجھے بلایا ہے اور جب تک اسے پورا نہ کروں تب تک کوئی
میرزا باقی نہ رہے گا جس کی سرکنت ہی عرفان وہ چیز تھی جس کی وجہ سے
وہ اپنی قوموں اور لیاقتوں کو جانتا ہوا فردوسی اور فرمانداری کا نمونہ بنا
رہا کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے خیر اور خواہش کو خدا کی مرضی کے تابع رکھتا
تھا یہی اس پرورش طلب کار تھا جو سخت سے سخت برکتوں پر بھی
اس کی سیرت کو نورانی زمین سے سجائے رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ
بڑی سے بڑی مشکل جو مجھ پر آسکتی ہے وہی ہے جو میرے اپنے میرے

لئے تجویز کی ہے۔ پس اس سے بڑھ کر آپ اور کون سی تکلیف لئے گی۔
سرور و معتمد کا دل اور ہم اور خاموشی اور خوشی کا سرچشمہ بنے نزدیک پاتا تھا
جس میں اُدھر اُدھر کے ستور دلا اور ابتری سے پناہ پاتا تھا یہی وہ منہ ہوا
خزانہ ہے جو اس نے جانے سے پہلے اپنے شاگردوں کو میراث کے
طور پر عطا فرمایا جس وقت یہ کہ "میں تمہیں اطمینان دیتے جاتا ہوں
اور اطمینان میں دیتا ہوں"۔

کمزور مسیح کی بے گناہی بھی اس کی سیرت کی اعلیٰ خصوصیت تھی
جانتے ہیں اور واقعی اس کی بصورت نہایت توحید طلب ہے۔ اور ہم
کو دیکھتے ہیں جیسے خدا پرست بزرگوں کے گناہ بڑی سچی اور صفائی
کے ساتھ نیشنوں میں مقیم ہیں لیکن مسیح کی کوئی کمزوری دل میں نہیں
چراغے زمانے کے خدا ترس بندوں کی دینداری کا سب سے اعلیٰ خاصہ
یہی تھا کہ وہ بار بار اپنے گناہوں کو یاد کیے پچھتاتے اور توبہ کیا کرتے
تھے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جس قدر دینداری کی اعلیٰ منزل تک پہنچے
ہوئے ہوتے تھے اس قدر ہی گناہ اور گناہوں کو دیکھ کر زیادہ شرمندہ تھے
اور خدا کا نام لے کر کیا کرتے تھے لیکن مسیح کے حق میں یہ نہیں کہا جاسکتا
کہ وہ گناہ سب لوگ سنتے ہیں کہ وہی اکبر دین کی تاریخ میں ایک لاتانی آدمی
ہے تو بھی اس کی زندگی میں وہ توبہ جو دینداری کی جس بھی جاتی سے
دکھائی نہیں دیتی کہ اس کا بھی سبب نہیں کہ اس سے کبھی کوئی گناہ
سرزد نہ ہو جس سے توبہ کرنے کی ضرورت ہوتی۔

اب یہ تو بالکل صحیح ہے کہ وہ بے گناہ تھا پر سوال یہ رہتا ہے کہ
کیوں اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محبت میں

عقادِ حد کے برخلاف گناہ کرنا خدا سے محبت نہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور اسی طرح انسان کا قصور اور ہونا انسان سے محبت نہ رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اب وہ شخص جو خدا اور انسان دونوں کی محبت میں بیوقوف تھا نہ خدا کا اور نہ انسان کا گناہ کر سکتا تھا پس اسی محبت میں جو وہ اپنے رب و ربی آدم کے ساتھ پورے طور پر رکھتا تھا، اس کی سیرت کے کتاب کا صلہ ملا تھا۔

خداوند مسیح جسے شانِ کردار میں جو نواس اور وفائیں پیدا ہوئیں ان کا اصل منبع وہی اللہ تھا جس کا پند و اس کے وسیلے سے ان پر مشتمل ہوا۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مسوں سے وہ حدائق کب پہنچائی نہ ہوئے کی جو بھی مذہب کی مجال ہے اور جس کی منہ دی گئی ہوں گے مسیح کے بعد دنیوں میں جو بھی کی اور بتایا کہ اس کی انسانی سیرت کی فہمی اور شخص کے پیچھے ایک اور ذات بھی نہ تھی جو اس کی سبب عفتوں سے انھیں دور بزرگ نہ تھی یا توں کہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کس طرح انہوں نے معلوم کیا کہ اس میں کوئی نفسیت کے ساتھ کامل الوہیت بھی ملی ہوئی تھی۔ اس قدر ہم یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ اس کے من پر اپنی نسبت ہر فرمایا اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ اس عجیب و غریب سے واقف ہوں لیکن اس کی صلیب کے وقت ان کے ایمان میں جو ضعف پیدا ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک ان کا خیال اس کی شخصیت کی نسبت پورے طور پر قائم نہیں ہوا تھا، گو کہ ان پر پہلے انہوں نے اس کی عجیب شخصیت کے بارے میں بڑے بڑے اقرار بھی کئے تھے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان پر اس وقت

ظاہر ہوا جب وہ قبروں میں سے اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا یا توں کہیں کہ جب یہ واقعات ظہور میں آئے تب وہ اسقاطات جو اس کی شخصیت کی نسبت ان کے دل میں رفیقِ حیرت کی طرح حرکت کر رہے تھے پورے طرح ایک جانشین ہو گئے اور وہ یہ ماننے لگے کہ اس کے ساتھ ہم کو اتنے دن تک رہے جسے کا سو تو ملا ہو خدا کے عظیم تقاضا۔

ساتواں باب مخالفت کا سال

خداوند مسیح سالِ بھر تک بڑی سرگرمی اور جانفشانی سے ملکِ گھٹیل میں کام کرتا رہا اور جہاں جہاں وہ جاتا تھا وہاں قابلِ رحم یا روں کو اپنی خدمت سے شفا بخشا اور طالبانِ حق کو اپنے فضل اور سخاوت کے کلام سے سرور فرماتا تھا۔ عبادت گاہوں خانہوں جیسے اس کے طبع سے صحت اور خوشی حاصل ہوئی اس کے ہم کو محبت سے یاد کرتے اور ہزاروں اشخاص جن کے دلوں کو اس کی تعلیم و رہنمائی نے ہلا دیا تھا اس کی اُلفت کا دم بھرتے تھے اس کی شہرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ مقور سے دنوں کے بعد تمام گھٹیل اس کی بزرگوں، خدیوہ گریگا اور آکر کار یہ تحریک تمام مخالفوں پر غالب آ جائے گی، اور تمام ملک کو اس طبعِ حاذق کی محبت اور اس مت و کامل کی اطاعت سے معمور

کر کے جنوب کی طرف بڑھ جائے گی

لیکن ایک سال بھی نہیں ہوئے یا تھا کہ یہ تمہارے موسیٰ کی صورت
بختیار کر کے لگی۔ لیکن اس کے دل پھر کی زمین کی مانند تھے کیونکہ ان میں
خدا کی ہوت ہی کا ایک جس قدر جلد آگاہی خدا کی جلد کلائے لگا اور یہ
عجیب تبدیلی ایک ایک اور ایسے مستحق طور پر کہ پھر اس میں
سرمو فرق نہ آیا اور اس کا یہ بنو جو کہ ہمارے خداوند کی زندگی تھے
اس کی صورت اختیار کی کہ وہ اس کے بعد چھ ماہ تک وہیں رہا کہ یہ
چھ ماہ کہ تھے یہ وہ ماہ کی مانند رہے کیونکہ اب جو صا میں اس کے ارد گرد
بندہ موت تھے انہیں جو حق حق خدا کے لئے تھے ان کے لئے نہیں کہہ سکتے۔
ان سے خداوند اور انہیں اور انہیں کی کوئی حق نہیں ہے وہ ملک کے وسط
میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آزادی سے جا با کرتا تھا اور لوگ ہر
جگہ اس سے ناک سے بنا کر تھے تھے ہر لوگ اس کا کام سننے کا
استعداد رکھتے تھے وہ اس کے جیسے جیسے چلے تھے لیکن اب وہ انکس
سنان مہنگا ہو گیا۔ چنانچہ اب وہ چھ رشتوں کو ساتھ لئے کر رہا تھا
میں جو جا کر باہر گزیر سوتا تھا۔

پھر اس نے جو جیسے سے بعد نکلیں سے روانہ ہو کر سو رہا
رخ کیا۔ ایک وقت تھا جب یہ آئندہ صفا دکھا رہی تھی کہ جب
اس کی قوم کے لوگ گھیل رہے تھے اس کی سیاحت کے قائل ہو چکے تھے وہ
جنوں جیسے کے باشندوں کے وہ آسانی سفر ہو جائیں گے اور یہ وہ
تھے تو یہ الفاظ کے مقابلہ سے عاجز آکر اس کی پیروی اختیار کر لیا۔ مگر
یہ یہ امید بالکل کافور ہو گئی۔ یہیں وہ جنوبی اطراف کی جانب رواں ہوا اور

جا کر چھ ماہ تک یہودیہ اور پھر یہ میں بڑی عرق ریزی سے کام کرتا
اور اس میں شک نہیں کہ ان جگہوں میں جہاں جہاں اس کے پیرو
پہلے مرشد و بزرگ تھے وہاں اس کی پیروی ہوئی ہوگی لیکن اس کے
پیرو تھے نہ ان میں پیدا ہوا تھا۔ مگر ان گھروں کا شرف و تہا بہا کہ
انہوں نے سے جہاں تار شاگرد اور اس کے پیروؤں کے ذمہ سے ہی
شمال ہو گئے۔ جس دن سے اس نے کابل کو چھوڑا، اسی دن سے
اس نے یہودیم کا رخ کیا اور جو چھ ماہ ہوئے۔ اور پھر یہ میں صرف
ہوئے انہیں اس سفر کا غرض یہاں کرنا چاہیے تھا۔ ہر شے ہر شے ہر
لیکن اس سفر کو اختیار کرنے سے کہیں پندار سے محروم تھا نہ اس
سے جسے نہ گروں کو بھی مطلع کر دیا تھا کہ وہ وہیں ہر شے ہر شے
نہج میں رہا جائے گا بلکہ وہاں لوگ تھے ہر شے ہر شے ہر شے
ہم اس بات پر خود کر رہے کہ گیلیلی کی اس تبدیلی کے کیا اسباب تھے
اور اس طرح اس تبدیلی نے ترقی کی اور کہیں گھر اس کے سبب سے
صبح کی زندگی اور کام میں ایک انوسنگ تبدیلی واقع ہو گئی۔

واضح ہو کہ جو لوگ علم اور سیرت رکھتے تھے وہ سرمدانی سے
اس کے مخالفت تھے۔ ایندہ وہ فرستے ہوئے وہی اور یہودی کلائے
تھے یہ مدت تک بے پروا رہے کیونکہ ان کی فوج دولت جمع کرے اور
حکام کے حضور میں عزت ماننے کی طرف لگی ہوئی تھی۔ لہذا وہ اس
میں تخریب کی جہاں پیدا نہیں کرتے تھے جو دیکھتے تھے کہ لوگوں
کے درمیان پیدا ہوئی۔ اگرچہ یہ شہرت جا کا پھیل رہی تھی کہ ایک
شخص سے ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن انہیں اس بات سے چنداں

وہی نہ تھی کہ وہ جو، مگر کچھ سوچ کے بارے میں مانتے تھے کہ وہ توئی اور میری
اُس کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ بھی اُن فریبوں
میں سے ہے جو عام لوگوں کے خیالات کے مطابق اور نفاذ پر پائے رہتے
ہیں لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میں تھرپاک کے باعث لوگوں کے، غی
ہو جسے کا خطرہ ہے اور ڈر ہے کہ نرکار، مگر حکام ملک پر ظلم کرنے
لگ جائیں، پر دیکھ کر بڑے ڈر سے، مگر کرنے کا موقع ملے اور ہمارا دل
جہاں خطرہ ہے میں بڑھ جائے تب انہوں نے بھی کروٹ بدلی۔

لیکن جو لوگ زیادہ بڑے مذہب کی طرف مائل تھے اور فریبی اور نظریہ
کھلاتے تھے اُس کا حال دیکھو تھا۔ وہ گلسائی اور دینی معاملات کو
دیکھنے سے دیکھا کرتے تھے اور جب کبھی عام لوگوں کے دریاں کسی طرح
کی بددلی تھرپاک پر پڑتی تھی تو وہ چونک اٹھتے تھے کہ وہ خود عام
سے تنظیم اور عزت کرے کے خواہاں تھے۔ پس جب کبھی کوئی ایسی بات
منشور ہوئی کہ فردی شخص بدعت کا دعویٰ کرتا ہے یا کوئی مٹی انجمن یا مذہب
رواج کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً اُس کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور جھڑپ
جب وہ یہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص دعویٰ ہے مسیحی کے ساتھ ہے اسے ملک
میں نمودار ہوئے تو سرسبز خوش سے بھر جاتے تھے کیونکہ وہ بڑے
اضطراب اور بے ادبی کے ساتھ سچی اہمیتوں کے برائے کی راہ دیکھ رہے
تھے اور اس کے علاوہ غیروں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے کہیں میں
کہ اُس وقت وہ غالباً چھ ہزار کے قریب تھے اور اپنے ملک میں بڑے ذی
عزت اور نادار سمجھے جاتے تھے یا توں کہنا ہی ہے کہ اپنے وطن میں حال
دیں اور بڑے گھٹے ہیں کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ وگ انہیں اپنا میر

چاہتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ مذہبی معاملات میں رائے دینا اور
فیصلہ کرنا، ہمیں کا حق ہے۔ پس اُن لوگوں پر حد و قیوں کی طرح برائے نام
نہیں لگ سکتا کہ انہوں نے مسیح عیسیٰ کی طرف متوجہ نہ کی کیونکہ وہ
ایک ایک قدم پر اُس کا چھپا کرنے اور غصے کی ایک ایک ٹھیکہ اور اُس
کے ایک ایک دعویٰ پر بحث کیا کرتے تھے۔ مگر اُن کا فیصلہ اُس کے
برخلاف ہوا تھا اور انہوں نے اپنے فیصلے کی ایسی پیروی کی کہ اُن کی
مخالفت میں کبھی کچھ فرق نہ تھا۔

مسیح کی تمام عنایت زندگی میں متاثر یہ بات سب باتوں سے زیادہ
عنایت اور ناموافق معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے اُسے رد کیا اور
جنہوں نے اُسے عیب پر کھینچا وہ وہی وہ تھے جو تمام قوم کا خراج اور
لوگوں کے پیشوا اور رہنما تھے حالانکہ تھے جو بائبل اور کتبہ ناموں
کی روایتوں کے سرگرم حامی تھے اور جو کہ ان شوق سے مسیح
کی منتظر دی کر رہے تھے۔ انہوں نے مسیح کا فیصلہ پسے و غم میں توں
کے مطابق کیا اور یہ خیال کیا کہ کچھ ہم نے اُس کے ساتھ کیا ہے وہ ایسی
خیر کے مطابق اور خدا کی خدمت اور عزت کے لئے کیا ہے۔ جو
لوگ، انجیل کا مطالعہ کرنے میں، محسوس نہیں کہ اُن کے دل میں کبھی بھی اُن لوگ
کے لئے ہمدردی کا جیس پیدا نہ ہو کیونکہ اُن کے نزدیک عیسیٰ بائبل اُس
مسیح کی مانند نہ تھا جس کی انتظاری وہ کر رہے تھے اور جس کی انتظار
کرنا انہوں نے اپنے باپ دادوں سے سیکھا تھا وہ اُن کے دستورات اور
نہیں تو بہت کو یا مال اور اُن باتوں کی تحقیر کرتا تھا جنہیں وہ ہمیں سے مذہب
سمجھتے تھے۔ بے شک ہمیں اُن کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیے کیونکہ کبھی کسی

قوم نے ایسا حرم نہیں کیا جیسا انہوں نے کیا اور نہ کبھی کسی قوم کو ایسی سزا مل چھٹی ان کوئی۔ اسی قسم کا تاسف اور اسی قسم کی عینکوں کی دلوں کے حشرات سے ٹپکتی ہے جو دنیا کی تلوں کے کسی نازک جھٹکے سے دریغ نہ کرے اور نہ مانگے آثار سے تاوانف رہ کر طرح طرح کی غلطیوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں مثلاً ان لوگوں کا یہی حال تھا جو ربیعہ رضی اللہ عنہا کے رہنے میں یہ سبب اپنی کوتاہ بینی کے انتظام رقی کی رفتار کے ساتھ بیٹھ بیٹھ نہ چل سکے۔

لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ ان کی جڑوں میں کیا گھس گیا ہو بعد حضرت حار یہ ہے کہ ان کی نگوں پر ایسا لگا ہوا پردہ ہوا تھا کہ وہ نور کی مشاعروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ صبروں کی دبا دبی اور روحانی طبیعت کی کمزوری سے سبھی صورت کی ہیئت رکاوٹ دی تھی جس انہوں نے مسیح کا ایک بگڑا ہوا صورت اور ان میں پانچ تھا۔ وہ مشورہ کو ٹھکڑا کر دیتے تھے کہ نہ وہ اس کی من موافقت سے اتفاق نہیں کرتا تھا جو انہوں نے وہ اس کے ابو احمد سے حکم لے کر اس پر اصرار کر دی تھیں اور نہ وہ اس انداز کو درست جانتا تھا جس سے وہ لوگوں کی نیکی کو بایا کرتے تھے۔ مسیح سے اپنے دعوتوں کے ثبوت میں مضبوط کوئی شے کے سامنے پیش کی لیکن انہیں اس کے پرکھنے اور دیکھنے کی آنکھیں مسدود تھیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ انداز صبر و دل کی ندرت ایک ریب، صحت میں ہونا ہے جو خواہ سیسے ہی سخت و صعب ہو گناہ کے پیرہ سے وہ ہٹا جو تو بھی جس وقت وہ شے جو برحق و قابلِ عظیم سے جو پاک اور عظیم ہے اس کے نزدیک کافی ہے تاکہ لوگ اسے قبول کریں اور خوشی اور

خوشی کے جذب سے وہ پوشیدہ وصفت ظاہر ہو جاتا ہے لیکن ان لوگوں میں اس قسم کی کوئی خاصیت نہ تھی بلکہ ان کے دل داغدار اور سخت اور مرنے تھے۔ وہ اپنے قواعد اور اپنے اندازوں سے اس کے دعویٰ کا مقصد کرنا چاہتے تھے۔ وہ کبھی اس کی سیرت کی عظمت کو دیکھ کر اپنی نگاہیں نہیں سے باز نہ آئے۔ لیکن حقیقت اور صداقت کو ان کے پاس لایا گیا مگر چونکہ وہ صداقت پسند تھے نہ رکھتے تھے۔ مذاہبات کی پیروی اور ان کی شیریں کا حظ نہ اٹھا سکے۔ وہ ایسی بے داغ پاکیزگی ان کے پاس لایا جو صرف سے سجد اور ان سے محل تھی جس کے دیکھنے کی تسخیر نہیں دیکھ سکتے۔ ہر کے وہ اسے دیکھ کر حاکم نہ ہوئے۔ اس نے اس کے پاس آکر الہی رحمت اور رحمت کے چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ مگر ان کو چہنچوں نے اس کے جس تقدیر کو ذرا محسوس نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کی روش کو ان کی اصلاح تک یہ قسمتی تصور کر سکتے ہیں لیکن یہ وہ پیرہ ہے کہ ہم اسے خطرناک حرم سمجھ کر اس سے انہیں دور پیسے دیں۔ اس کا پس۔ جس قدر لوگ سرور میں چند بار سو جانے ہیں اسی قدر خواہ مخواہ ان سے گناہ سرزد ہوتا ہے جس قدر کسی قوم کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں اور عہد ہی بصدی صبر و دل کے طور پر آنے والی فصول کے پیرہ بگڑ جاتے ہیں اسی قدر یہ میں بڑھتا جاتا ہے کہ یہ ہونے کے حالت انجام کار کسی عظیم فوجی حرم نہ مگر یہ فوجی حادثہ پر ختم ہوئی اب جب وہ ناگزیر حادثہ سرزد ہو جائے تب اسے ذ صوف قابلِ رحم سمجھ کر نہ چاہیے بلکہ خدا کے پاک اور عزیز مند غضب کا موجب بھی سمجھنا چاہیے۔

جن باتوں کے سبب سے ان کی مخالفت شروع ہوئی سے اپنا
 جوہر دکھانے لگ گئی ان میں ایک یہ بھی کہ وہ ایک عرب خاندان میں
 پیدا ہوئے ان کی آنکھیں بالکل تھیں اور اسباب علم و فضل کے تعلقات کے
 پردہ میں تھیں۔ مگر وہ مرتبہ اور تہذیب کی عارضی صفات سے جدا
 روح کے اصل جوہر کی جھلک کو دیکھ میں آئے تھے۔ وہ ان کی
 نظر میں عام آدمی تھے۔ بڑھئی کا کام نہ تھا اور تہذیب اور سریر
 لوگوں کے ایک ٹکڑی میں پیدا ہوا تھا۔ جس نے یہ شہسوار کے مشہور
 مدارس میں تعلیم نہیں پائی تھی اور مشہور مدارس کے بائیں کے پاس بیٹھ
 کو حکمت جمع نہیں کی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ سب بیویوں اور
 بالخصوص مسیح کو بروشلیم میں پیدا ہونا چاہیے اور بروشلیم میں ایک
 تہذیب اور مذہب کے بڑے بڑے مرکزوں میں پرورش پانا اور ان
 تمام اہل تشاہیر سے جو قوم میں ممتاز اور قابل قدر سمجھے جاتی ہیں رہنا
 یہاں کرنا چاہیے۔

اور اسی طرح وہ شاگرد جو اس سے چنے اور وہ سب جو اس
 نے اختیار کی ان کے لئے بھوکھا باعث ہوئی۔ جن لوگوں کو
 اس نے کام کے لئے چنا وہ ان میں سے رہے۔ انہیں نہ اپنی حکمت
 کا فخر اور نہ اپنے خاندان پر فخر تھا بلکہ وہ کم علم لوگوں میں سے تھے
 جن کا مینہ اپنی گہری تھا۔ ان میں سے ایک محفل میں والا بھی تھا۔
 شاید مشہور کے کسی اور فضل سے ان لوگوں کو اپنی چوٹ نہیں لگی تھی
 محفلوں میں لینے والے تھے کے انتخاب سے لگی محفل میں سے جو غیر قوم
 حاکموں کے نوکر ہوا کرتے تھے یہ سب اپنے کام اور علم اور برکت کے تصور سے

جانتے تھے جو لوگ حب الوطنی کی صفات رکھتے تھے اور مال و عزت سے مالا مال
 ہونے لگے تھے وہ نہیں بلکہ خالص نہ لاتے تھے۔ پس خداوند مشہور
 کب یہ توقع رکھ سکتا تھا کہ ای عزت اور دی علم اپنی ان لوگوں
 کے حلقے میں داخل ہوں جو اس کے ارد گرد جمع تھے۔ علامہ بریل
 وہ سب رذیل لوگوں سے ملے اور اپنی کے ساتھ بنا ٹھیک تھا۔
 مثلاً مشہور تھے واپس اور ان کے پاس ایک ٹھیک تھا۔
 اس سبھی زمانہ میں ہم زیادہ تر انہیں باتوں کے لئے اس پروردہ ہیں کیونکہ
 ہم جانتے ہیں کہ اگر وہ واقعی نیکیاں دیتے کو اپنے خدا کا یہ لادہ اس
 تھا کہ وہ واپس نہ آئے لوگوں کی سنت میں پورا ہوئے تھے جن کو عبادت کی
 زیادہ ضرورت تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کو یہ یقین تھا کہ ان کو
 جو لوگوں کے درمیان بحث سے ایسے لوگ ہیں جو عاصی حاکمات کے
 سبب سے گراہی میں تھے۔ یہ جو تھے جن میں انہوں نے قصداً گناہ کو
 زندگی کو پاس لے لیا تھا۔ اور ان کی سخت کی مٹا ہوا کشتی کو اس
 کوڑے کو کرکٹ کے درمیان کام میں لائیں لاکھ بیس قبیلہ ہرے کھینچے
 جیسے آج کے۔ اس سبھی زمانہ میں ایک طغنت اور عالی نسب لوگوں نے
 بھی اس کے حسن قدم پر چپن سکھ دیا ہے چنانچہ وہ اس کے غورنے
 کے مطابق گناہ اور عنادالت کے گندے گندے طبقوں میں اترتے
 ہیں تاکہ کھوئے جو لوگوں کو ٹھونڈیں اور رنجائیں۔ لیکن اس کے آنے
 تک اس قسم کے خیالات وہاں میں ہیں نہیں ہوئے تھے ہیں وہ گنہگار
 جو تہذیب و تعلیم کے دائرے سے باہر تھے عقائد اور نظریات کی
 نگاہ سے دیکھتے اور موسیقی کے دشمن سمجھے جاتے تھے اور کوئی

اُن کے سچے کی کو سسٹنہ کرتا تھا بلکہ برعکس اس کے یہ دیکھ جاتا تھا کہ جو لوگ دین داری میں نام نہاد اگر ناپا سنے تھے وہ من سے بالکل الگ رہتے تھے مثلاً سمیتون فریسی کو جو مسیح کا بیڑا بن گیا تھا اس کے متبع نہ بنے۔ اگر ہوتا تو وہ جان پاتا کہ جس عورت نے تجھے چھوایا ہے وہ گنہگار ہے اور فرار اُسے دھمکا کر دوڑ کر دیتا۔ جو حال متعین وریسی کا تھا اسی سارے زمانے کا تھا۔ پھر بھی اس کا ایک رہنمائی حاصل کرتا تھا کہ جب مسیح سچی حالت کو دنیا میں لایا اور جس وقت اُس نے اُس کا جلوہ انہیں دکھایا تب چاہیے تھا کہ وہ نئے اصول کو پہچان لیتے اور اگر اُن کے دین سخت اور ظلم سے متور نہ ہوتے تو وہ اس لٹی طرز کی سببیت کے کشف کو آگے بڑھ کر پیش کرتے۔ لازم تھا کہ وہ گناہگاروں کو پسنے لگے ہوں بے تاب ہو جاتے اور برجلین عورتوں کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی پر افسوس بہاتے اور نہ کئی جیسے باطنی اشخاص کو سرگرم دینہ اور کشادہ دل فیاض بننے دیکھ کر خوش ہونے لگے کہ وہ خوش نہ ہوئے تھے اُس کے اسی رحم کے باعث اُس سے متفرج ہو گئے اور اُسے چھوڑ لیتے والوں اور گناہگاروں کا دوست کہنے لگ گئے۔

تیسری وجہ اُن کی مخالفت کی یہ تھی کہ وہ بعض بعض رسومات مثلاً روزہ رکھنے اور کھانا کھانے سے میلے ہاتھ دھونے وغیرہ پر نہ خود عمل کرتا تھا اور نہ اپنے شاگردوں کو عمل کرنے کی ترغیب دیتا تھا حالانکہ یہی باتیں مس زندہ ہیں دینداری کا نشان بھی جاتی تھیں۔ اس بات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں کہ کس طرح یہ رسوم وجود

میں آئیں۔ یہ سب سببیں ایک سرگرمی کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور اس غرض سے کہ اُن کے وسیلے سے یسوعی قوم کی خصوصیتیں قائم رہیں اور وہ عیسویوں کے ساتھ بننے نہ پائیں بلکہ اُن میں اور دوسری قوموں میں نمایاں فرق نظر آئے۔ اصل مقصد تو درست تھا مگر اس کا نتیجہ افسوسناک ہوا۔ لوگ بہت جلد بھول گئے کہ یہ سبب افسان کی ایجاد ہیں اور یہ ماننے لگ گئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور ان کا ماننا ہم پر فرض ہے۔ اُن کا شمار رفت رفتہ بڑھتا گیا حتیٰ کہ روزمرہ زندگی میں کوئی فعل اور کوئی حرکت ایسی نہ تھی جس پر اُن رسموں کا بوجھ نہ پڑتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے ان رسموں کو سچی دینداری اور اخلاق کی جگہ دے رکھی تھی مگر روشن ضمیر لوگوں کے لیے یہ بھینٹیں رسمیں بڑے بوجھ کا باعث تھیں کیونکہ ہر وقت بھوئی بھوئی باتوں میں بھی دلنشہ مہرنا تھا کہ کہیں کوئی رسم ٹوٹ نہ جائے۔ کوئی شخص اُن کے حیا تار ہوئے پر تنگ نہ لتا تھا اور بڑی خبر داری کے ساتھ اُن کو بھالنا دین داری کا فتنہ سمجھا جاتا تھا، پر لیویوں بن دشمنوں کو اس زمانے کی خرابیوں میں شمار کرتا تھا۔ لہذا وہ اُن کی پابندی کا قائل نہ تھا اور نہ دوسروں کو اُن کا غلام بننے کی صلاح دیتا تھا۔ وہ لوگوں کو اُن کی پابندی کے عوض میں انصاف اور رحم اور ایمان کے سچے اصول کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید کرتا تھا اور یہ وقت اُن میں پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ صبر کی عظمت کو پہچانے اور شریعت کی گہری باتوں اور روحانی معنیوں کو جان لیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اُسے بے دین اور گمراہ کرنے والا کہنے لگ گئے۔

اُس میں اور نہ ہی، متبادروں میں جو ناقابلِ پائی جاتی تھی وہ سب کے متعلق بڑے خود سے ظاہر ہوئی۔ سب کے روز کے متعلق اُس کے جو بڑے ٹوٹے اور دوازی اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ آرام اور خوشی اور برکت کا دین ایسا ناگوار ہو گیا تھا کہ لوگ اُس سے تنگ آ گئے تھے۔ مسیح اکثر مسرت کے روز بیادوں کو چنگا کر لیا کرتا تھا، لیکن وہ ایسے کاموں کو جو تھے مسم کے برصفت سمجھتے تھے۔ اُس نے بار بار اُن کے اعتراضوں کی غلطی نکل کی۔ بیادوں کہیں کہ سب کے حقیقی مطلب اور مقصد کو کئی طرح سے ظاہر فرمایا کہ وہ آدمی کے لئے بنا ہے نہ کہ آدمی کے لئے، اور اُس کے بیادوں میں اُن کے لئے مقدسوں کی نظیریں پیش کیں اور اُن کے دستورات کو جو سب کے روز میں آتے تھے اُن کے سامنے رکھا کہ وہ نیک نہ ہوئے، اور چونکہ وہ بار بار اُن کے اعتراض کے بیادوں کو سب کے دن چنگا کرتا رہا اس لئے وہ ہمیشہ اُس سے عداوت رکھتے رہتے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جو لوگ اُس کی نسبت، اس قسم کے ناقص اور کینے خیالات اپنے میں رکھتے تھے وہ کب اُس کے اعلیٰ قسم کے دعوے سے کوئی تیار ہو سکتے تھے مثلاً جب اُس نے یہ بتایا کہ میں مسیح موعود ہوں، میں گناہوں کو موت کر سکتا ہوں اور جب اُس نے اُس اذلی رستے کی جو وہ باپ سے رکھتا تھا اُن کو حیرت دی تو وہ اُس کے سو نہ ہوئے بلکہ اُچھے اُس کے مخالف ہو گئے اور ان باتوں کو کھڑکولی سمجھ کر اُس کا مینہ کرنے کے واسطے ہوئے۔

مگر یہ کہ ہم یہ سوچ کر اپنے دل میں حیران ہوں کہ کیا اُس کے

مسیحوں سے بھی اُن کو قائل نہ کیا۔ اگر واقعی اُس نے وہ عظیم اور بے شمار معجزات دکھائے جو اُس سے منسوب کئے جاتے ہیں تو پھر کس طرح اُنہوں نے اُس کے خدا کی طرف سے ہونے کی اس اعلیٰ گواہی کو رد کیا؟ وہ بحث جو مسیحیوں کے جبروں اور جنم کے اندھے کے درمیان واقع ہوئی مسیح کا بیان کو خدا کی اہمیت کے ذریعہ باب میں پایا جاتا ظاہر کرتی ہے کہ اس قسم کی شہادت پر سے متقدم کے ساتھ اُن کے دعوے دلائل جاتی تھیں لیکن وہ ایک ناممقول سے جواب سے اپنی خاطر چھپی کر سیکار کرتے تھے۔ واضح ہو کہ بیادوں کے درمیان معجزات کسی شخص کے حق میں خدا کی طرف سے ہونے کا کافی ثبوت نہیں سمجھے جاتے تھے، کیونکہ وہ برمانتے تھے کہ جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں اور نہ صرف خدا کی قدرت بلکہ شیطانی طاقت بھی معجزے دکھا سکتی ہے۔

میں مسیح کے معجزوں کی سچائی کا فیصلہ کرنے میں دیگر دلائل پر مبنی تھا اور اُن دیگر دلائل کی بنا پر وہ موت سے فیصلہ کر چکے تھے کہ اُن کا دکھانے والا خدا کی طرف سے نہیں۔ پس وہ سمجھتے تھے کہ اُس کے معجزے تاریکی کی قوتوں کی مدد سے وجود میں آتے ہیں۔ مسیح نے اس کھڑکولی کو مقابلہ بار بار برداشت دیا اور اُس کے ساتھ کیا اور اُن کو جواب کر دیا مگر اُس کے مخالف اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے رہے۔

وہ ابتدا ہی سے اپنے مخالفانہ فیصلے پر جم گئے تھے اور اس لئے وہ کبھی مسیح سے متفق نہ ہوئے۔ ابھی اُس نے پچیس سال یسوع میں اپنا کام متروک ہی کیا تھا کہ وہ اُس کی مخالفت پر ادا ہو گئے۔

اور جب اُن کو یہ خبر ملی کہ وہ گلیل میں کامیاب ہو رہا ہے تو گھر گئے
اور میرے شکریہ ادا کرنے کے لئے شکر پڑوانے لگے تاکہ جابجا اُن کے معتقدوں
کی مدد سے مسیح کے کام کی جگہ لگی کہ میں جو سال اُن کی خوشی کا سال
تھا اُن میں بھی اُن کو یاد رہے اُن کا مقصد کرنا پڑا۔ پہلے پہل وہ اُن کے
ساتھ بڑی عزت سے بیٹھتا تھا اور اُن کی مجلس اور انصاف سے
بڑی اُمید رکھتا تھا مگر حضور نے مجھے بعد کوئی خاص پروگیا کہ یہ اُمید
بھی نہ آئے گی۔ پس اُن نے اُن کی مخالفت کو ایک ضروری بات
کے طور پر سمجھ کر قبول کیا۔ اُن کے بے شمار دعوؤں کی بھالت کو لوگوں
پر مذکور کیا اور اسے شکر گوں کو اُن کے گھر سے جیسے اُن تاکید کی مگر
ہر لوگ بھی لوگوں کے دلوں میں کائناتے ہو رہے تھے اور جو ہم مخالفت
اور دشمنی کا منہوں سے بولتا وہ کثرت سے مجلسوں میں آجیا جی جب سال
کے خاتمہ پر اُن کی سرکاری میں مخالفت نے لگا تو وہ زماہ
دیری سے اُن کی مخالفت کرتے گئے۔

اسی طرح اُنوں کے معتقدین اور ہر وقتوں کے ٹھنڈے
دلوں میں بھی کسی قدر آگ بھڑکی۔ شاید اُن کو یہ کہنا ہو گا کہ شروع
بھانوں کے سالانہ تیار کر رہا ہے اور میں کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے
آفسر ہیں سے سخت و ترقی حاصل ہو گا۔ وہ دن بہت دور ہیں
پاشہ خود اُن کے لئے کامیاب تھا۔ پورے اور ہی بائوں کی وجہ سے
اُن سے مخالفت ہو رہا تھا۔ حریا انہیں تمام میں جس نے جو حریا ہتھیار
دلا کو قتل کیا تھا۔ یہ مجرم صنف نامہ پر دہشتا فانی نہیں رکھتا اور اس مات
کی جگہ مثل ہے کہ گناہ کا نتیجہ گناہ ہوتا ہے اور کہ جب کوئی گناہ کرتا

بدل لینے پر زماہ ہر حال میں ہے تو نے کسی کی جھوٹ ہے۔ میں سخت
اور گھناؤنے مجرم کے بعد ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
جو یہوں کی خبر دی جو اُن کے ہم عمر ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
سے ہر میں نے جی کی خبر دی تاکہ ہر گناہ میں اُن کے ہم عمر ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
میں نے کا بہت ہو۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ کونسا مقصد رہنے والا ہے
میں کو میں نے قتل کیا تھا۔ وہ اسے اُن میں سے ہی اٹھتا ہے۔ لیکن
پھر بھی وہ اُسے دیکھ کر مٹا دے گا۔ گو یہ خواہش ہر ترک تھی جو تیرے
کو ایسا شکار کرنا ہوتا تھا جسے تیرے ہی اٹھتا ہے۔ لیکن اُن کی دعوت کو نہ کی
اور نہ میں نے اُن کی مخالفت سے ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
بھی پوچھ سے سخت ہو۔ اُن نے خطرناک آدمی سمجھ کر گناہ کرنا چاہا تھا۔
مگر وہ عرصے کے بعد وہ اُن کے مارنے کے درپے ہو۔ اُن شروع
کو سب سے اُن کے پیچھے تھے۔ اُن پر اُن میں سے شک ہیں کہ میں بات
نے دیکھ کر ہی جی ہو۔ اُن کے ساتھ لکھنے کے لئے جو خداوند
نے تمہیں میں کاٹے، اُن کے طریق میں کو بدل بدل رہا۔

کچھ عرصے سے تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ خداوند شروع سے
انہی عام لوگوں پر ڈال رکھا ہے وہ ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
کہ عرصے کے بعد وہ اُن کے مارنے کے درپے ہو۔ اُن شروع
جائیں گے کہ یہ گناہ مارا گیا تھا۔ اُن کے پیچھے تھے۔ اُن پر اُن میں سے شک ہیں کہ میں بات
اُنی اختیار اور بااختیار ہر وقتوں کے مصائبوں نے اُن کو اُن پریشانی
عام لوگوں کے ہوں میں گھر کر کے اور اُن کی سرگرم امداد سے شکر
ہر گناہ سے درجہ کے لوگوں میں غالب آئی اور عزت اور مقدر کے

مکہ میں نبیؐ کی گشتی۔ وہی قبولیت میں ایک درجہ ہوتا ہے درجہ کوئی تحریک اس درجہ یا حد تک پہنچ جانی ہے تو سیلاب کی مانند پھر دور ہو جاتی ہے پھر کوئی تعصب یا حاکم نہ مخالفت اس کی روانی کو روک نہیں سکتی۔ ایسے کھیل کے عام لوگوں کے ساتھ بے تکلف ملنا جھگڑنا تھا اور وہ بھی اس کے ساتھ محبت اور عظیم سے پیش آتے تھے۔ وہ اسے فرسیوں اور نصیحوں کی طرح کھاؤ اور شرابی نہیں کتے تھے بلکہ اس کی رسالت کے نکلنے سے وہ اسے گزرتے نہ لوں کے ٹرے بڑے اقبیا کے برابر جاتے تھے اور جو لوگ اس کی عظمت کو کسی قدر زیادہ صفائی سے دیکھتے یا اس کی رفقت انگیز تعلیم کی خوبیوں کو زیادہ محسوس کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ وہ یا نبیؐ یا نبیؐ ہے یا نبیؐ ہے۔ لوگوں کے درمیان پر خصل مروج تھا کہ جب مسیح آئے گا تو اس سے پہلے ایک بڑا نبی برہم ہو گا اور وہ نبی اس کے گن کے مطابق پیدا ہو گا۔ میں جیوں کا یہ خیال تھا کہ شروع المیہ سے یا بولیں کہ لوگ اسے مسیح نہیں مانتے مگر مسیح کا پیشرو تصور کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جو تصور مسیح کا وہ باندھے بیٹھے تھے اس کی جگہ دوسری شان جو سوکت پر تھی اور شیوع کی ظاہری حیثیت اس تصور کے بالکل برخلاف تھی۔ البتہ بعض اوقات بڑے بڑے معجزات کو دیکھ کر کوئی اس سے یہ کہہ اٹھتا ہے کہ کیا وہ مسیح نہیں ہے؟ مگر عموماً باوجود اس کے ناور معجزات اور لائق تعظیمات کے وہ اس کو وہ مسیح نہیں مانتے تھے جو ان کے ذہن پر نقش ہو رہا تھا۔ لہذا وہ لوگ پختہ اور عالم گیر طور پر اس کی مسیحائی کے قائل نہ تھے۔

آخر کار فیصلہ کی ساعت آپہنچی۔ یہ مہینہ ساعت تھی جس کی طرف بار بار اشارہ ہو چکا ہے یعنی اس سال کا آخری حصہ جو اس نے گلیل میں کاٹا تھا۔ اس موقع پر ہمارا خداوند بوقت بسمہ دینے والے کی شہادت کا حال سن کر اپنے ت گردن کے ساتھ یہاں کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ وہاں جا کر اس اسوس ناک حادثہ پر غور کرے اور اپنے جہاں مناروں سے اس کے بارے میں ہم کلام ہو۔ پس وہ ایک کشتی پر سوار ہو کر جہیں کے سفر فی کنارے کی جانب بڑھا اور کشتی سے بیت صیدا کے جزیرے مبدس میں اتر، اور پھر اپنے بلد مناکہ میں کے ساتھ ایک اوجھے بیڑے پر چڑھ گیا، لیکن مدت دیر نہ مونسے پائی تھی کہ دامن کو، میں لوگوں کا تجوس جمع ہو گیا اور اس غرض سے کہ اس کے کلام اور اس کے دیدار سے محفوظ رہوں ہوگ اس کی قیام گاہ سے آگاہ ہو کر ہر سمت سے اٹھ آئے اور وہاں کہ ہر وقت دوروں کے لئے اپنے آپ کو تصدیق کرتے کو تیار تھا یہاں پر سے چپے اتر آیا تاکہ اسے تعلیم دے اور ان کے امراض کو دفع کرے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ اس نے لوگوں کی بے کسی اور بے بسی پر ترس کھا کر وہ عظیم الشان معجزہ دکھایا جس میں پانچھزار اشخاص کو سیر و مسودہ کیا۔ اس معجزے کا اثر بڑے دور کے ساتھ نمودار ہوا چنانچہ لوگوں نے خیال کیا کہ یہی مسیح مرعوب ہے اور چونکہ مسیح کی مسیحائی کا ایک ہی تصور اس کے ذہن میں تھا ہوا تھا اس لئے اس تصور کے مطابق انہوں نے اسے جبرائیل یا ہوشاہ بنانا چاہا، یعنی وہ چاہتے تھے کہ وہ ایک بغاوت کا

یو سیج کے نام میں بریا کی جاتے سرغنہ سے، درخیز روم سے اور ان
عشر آدموں کے ہاتھ سے تاج و تخت چھین کے جنہیں قبصر نے مختلف
طوبیجات پر حکمران بنا دیا تھا
نہ سرغنہ کو ہونا تھا کہ گویا وہ وقت آگیا ہے جس میں اس کی
وجہ منوں کے سر پر کامیابی کا تاج نہ رکھا جائے گا لیکن بہر حال اس کی
یہ وقت اور بج کر نہ کیا گیا کہ وقت تھا۔ جو سوچ تھا کہ کب میری سال
عمر کی محنت کا یہی نتیجہ ہو گا کیا وہ لوگوں نے میری بات کو سن کر یہی خیال
میرا نہیں کیا تھا کیا یہ نہیں سمجھتے تھے کہ جب سمجھا کہ مجھے سن
کہ مجھے آئندہ کیا کرنا ہے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ فرض ہے کہ وہ مجھ
سے بڑھیں کہ انہیں کہہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ وہ حق پہنچ کر دیکھ کر اس
مے جوں کہ میرے کام نے محنت کے لوگوں پر جو اثر کیا اس کا ثبوت
آج مجھ کو مل گیا۔ وہ کہتے تھے کہ انہیں ہے اور انہیں ہے ثابت کر دیا
ہے کہ وہ اس قابل نہیں کہ میں اس سے اپنا کر بنا کر اس سے اپنی یاد دہانی
کو بانی میں میں پسندوں۔ میں وہ ان کی نفی فی خواہش نہ کر دیکھ
کر انہیں بلکہ سے میں نکلا، اور وہ سبے دن کھنوم میں پھر ان سے ملا
اور اس موقع پر ان کو بتایا کہ تم میری نسبت سب سے علاہ جہی میں ہوتا
ہو تم دونوں کے ہاتھ کی تلافی کرتے ہو نا کہ وہ تم کو یہ پکاریں گے
ساتھ مال کی فراوانی عطا کرے۔ دونوں کے ڈھیر لگا دئے اور وہ وہ
کل نہیں تمہارے لئے جاری کرے اور تم بے مشقت زندگی کا مزہ
لوگوں پر ہی وہ بادشاہ نہیں ہوں جو ہر گز میں ایسے بندوں کو عطا
کرتا ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی کی مدد ہی ہے لیکن میں کی یہ بات

لوگوں کے آئینی جوش کے لئے ٹھنڈے پانی کا کام کر لیں۔ چھینچ
اسی وقت سے اس کا کام کھیل میں نہ مڑے گا سا ہو کر اور لکھا
ہے کہ اس پر اس کے تانکوں میں سے جس سے پھر گئے اور اس سے
بعد اس کے ساتھ نہ رہے۔ پر وہ خود ہی چاہتا تھا یا نہیں کہ اس
نے ہی ہر روز بڑی کی جڑ پر آپ کھانا ڈالا۔ اب اس وقت سے
سے کہ امیدہ اس سے اپنے نکل ان چند شخصوں کی طرف سے ہر کار
جو اس کی جدت سے کسی قدر زیادہ واقف تھے اور رومن یا یونان
کا زیادہ ذائقہ رکھتے تھے۔

جس کے کام کی ضرورت کا تبدیل ہو جانا۔ اگرچہ پہلی کیفیت
نے یہ حقیقت ثابت کر دی تھی کہ ان کا قابل ثابت کیا تو بھی ان میں ایک
بقیہ ہو جو کہ تھا جو وہ دارنگاہ۔ اس بقیہ کا مرکز و محور تھے وہ کہ شاگردوں
کی تعداد کئی سو تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن اس طرح اس طرح سے ان کی طرف
کی طرف متوجہ ہوا۔ جس وقت تمام گلیل نے اس کو دیکھا اس وقت
اس سے ان دنوں کو اس طرح بچاؤ جس طرح کوئی مسیحی بچہ کی طرف
کو بچاؤ ہے لیکن ان کے لئے جس بہ وقت ایک بڑی آدمی اس کا
وقت تھا کہ ان کے خیالات بھی بہت کچھ عام لوگوں کے خیالات
تھے۔ وہ بھی دنیاوی حشمت اور شہرت والے مسیح کا انتظار کر
رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے تصور میں روحانی مصلحت
کو ملنا سیکھ گئے تھے پر پھر بھی انہیں روحانی خیالات کے ساتھ
روحانی اور دنیوی توہمات گئے ہوئے تھے۔ وہ ہڑ سے
داران اور حسرت سے کہتے ہوں گے کہ یہ عجیب زمانہ ہے کہ

بشور اب تک شانہ تاج سے اپنے سر کو زیب نہیں دیتے۔ یہی نہیں تھا جس سے مستحکم رہے۔ وہ تو خدا کو قید خانہ میں اب پریشان کیا کہ اُس کے دل میں شکوک پیدا ہوئے اور کہنے لگا کہ کیا جرات کے کنارے پر جو روایا مجھے نصیب ہوئی وہ کسی حقیقت کا نقشہ تھی؟ بعض مرابا؟ یہی بات سوچ کر اُس نے بشور کے پاس پیغام بھیجا اور دریافت کیا کہ تو صبح ہے یا نہیں؟ جوتا ہمیشہ دینے والے کی موت صبح کے مناکروں کے لئے بڑی ہے یعنی کما باعث ہوئی ہوگی۔ وہ سوچنے ہوں گے کہ اگر صبح فی الحقیقت ایسا قدر ہے جیسا کہ ہم اُسے سمجھتے ہیں تو پھر کس نے کیوں اپنے دوست دلوخت کو ایسی شرمناک رات سے مرے دماغ پر باوجود اس قسم کی سرگردانیوں کے وہ اُس کا دامن پکڑے رہے اور جس بات کے سبب سے وہ اُس سے چلے گئے وہ اُس جواب سے عیاں ہے جو انہوں نے لیثور کو اُس وقت دیا جب اُس نے اُن سے یہ سوال کیا کہ کیا تم بھی جیسا جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا "وہ اُسے خداوند، کس کے پاس جائیں؟ ہمیشہ کی زندگی کی باتیں تو تیرے ہی پاس ہیں۔" اگرچہ اُن کے خیالات صاف رہتے، درجہ برکت یوں اور سرگردانیوں کی تاریکی سے گھرے ہوئے بیٹہ تو بھی اتنا ضرور جانتے تھے کہ ہم سی لیثور سے ہمیشہ کی زندگی پا رہے ہیں۔ یہی بات کے باعث وہ اُس کے قدموں سے ٹکے رہے اور خوشی سے اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ وہ نورساری مشکلات کو حل کر دے گا۔

آخری چھ ماہ ہو گئیں میں صرف ہوشے اُن میں جس نے منادی کرے اور محفیات دیکھنے کا سمجھتی بہم زیادہ تر بند کر دیا اور اپنی فوج اپنے شاگردوں کو سکھانے کی طرف لی۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر ملک کے دور دور حصوں میں جایا کرتا تھا اور جہاں تک ہو سکتا تھا شہرت سے بچتا تھا۔ چنانچہ اُن دنوں وہ کبھی ہم کو شام کی جانب صوبہ اور صوبہ میں دلتا ہے۔ در کبھی شمال مشرق میں نصیر آباد کے علاقہ میں رکھائی دیتا ہے اور کبھی کہیں سے جہیں کے خوب اور مشرق میں لڑتا ہے۔ ان سفروں کا باعث کچھ تو فریسیوں کی محافت تھی اور کچھ سیرورس کے کہنے کا جس نے زیادہ تر اپنے شاگردوں کے ساتھ کیا اور جتنا ہمارا ہمارا نگرشوں کا ایک بیش قیمت بیخود قیصر ملیٹی میں ظاہر ہوا۔ وہاں خداوند نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ میری مہرت کیا خیال کرتے ہیں؟ انہوں نے لوگوں کے مختلف لباس بیان کیے اور بتایا کہ کوئی کتاب ہے کہ لوگ ایک ہی ہے۔ کوئی خبر کتاب ہے کہ تو ایسا ہے اور بعضوں کا گمان ہے کہ تو بوجہ ہمیشہ دینے والا ہے۔ اس پر اُس نے ان سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو کہ میں ان ہوں؟ پطرس سے میں سب کے لئے خوب دیا اور کیا تو زندہ خدا کا مٹا نہیں ہے؟ اسی بات سے قائل ہو کر انہوں نے مصیبت ادا وہ کیا کہ خواہ کچھ ہی ہو ہم لیثور کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ لیثور نے اُن کے اس اقرار کو بڑی شادمانی سے قبول کیا اور جان بیا کہ جسوں نے یہ قرار کیا ہے میں انہیں میں سے وہ آئندہ کلیسیا پیدا کروں گا جو اسی صداقت پر مبنی ہوگی جسے شاگردوں نے اپنے

اگر وہ مکے وکیلے ظاہر کر دیا ہے۔

مگر اس حقیقت کو پہنچانے کے لئے گویا ایمان کی ایک نئی راستہ
مکے سے تیار ہونا تھا۔ چنانچہ ہم پڑھتے ہیں کہ اس وقت سے کہ
اپنے آنے والی تکلیفوں اور موت کی خبر دینی شروع کی۔ اس کی
تکلیفیں اور موت اس کی آنکھوں کے سامنے چہر کی تھیں۔ اور وہ
جانتا تھا کہ میرے کام کا انجام یہ ہے۔ اس بات کی طرف اس نے
اس سے پہلے بھی اشارہ کیا تھا مگر اس پر محنت حد تک کے ساتھ
جس کے مدد میں وہ ہمیشہ ان کی سمجھ کی معافی کے مطابق ان کو تقسیم
دیا کرتا تھا۔ حدیث صریحی ہے کہ اس سے پہلے اس سے ان کے
سامنے بار بار، اپنے دکھوں اور موت کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا کہ
اب وہ سمجھ چکا ہے ان باتوں کو سننے اور برداشت کر کے مکے سے تیار
ہوئے اور چونکہ وہ اور موت کا اتنا لازم تھا اور وقت بھی بہت
نزدیک آگیا تھا اس لئے وہ بار بار ان کو ایسی نصیحتوں کی خبر دیتا رہا
مگر وہ خود نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ اس کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے
تھے۔ اپنے ہم وطنوں کی طرح ایک طرف تو وہ بہ مانتے تھے کہ
مسیح آئے ہی داؤد کے تخت پر بیٹھے گا اور ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے
کہ یسوعا دیکر وہ مسیح ہے۔ میں یسوع کا سر تسلیم میں جاکر جان سے
باز جاتا اور تخت پر نہ بیٹھا ان کے لئے ایک محمدؐ بنا دیا۔ وہ اس
کے دکھوں کی باتوں کو سننے اور ان میں بحث کرتے تھے لیکن ان کو
ناممکن سمجھتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس معائنہ میں بھی جلیں
طرح پر کلام کر رہا ہے جیسا کہ دیگر معاملات پر کیا کرتا ہے اگر کہ اس کا

محبوب صرف یہ ہے کہ اس کی موجودہ پسند حال جاتی ہے۔ اس کی اور اس
کا کام ایسے جلال اور عظمت کے ساتھ مٹی کی صورت اختیار کر گیا کہ گویا وہ
میں سے جی بٹھا ہے۔ چونکہ اس کی موت اور دکھوں کا وقت نزدیک
متا جاتا تھا وہ اسی قدر زیادہ تقصیر کے ساتھ ان کو اپنے دکھوں کی
کیفیت سے آگاہ کرنا جانتا تھا تا کہ تمام غلط فہمیاں ان کے دل سے دور
ہو جائیں مگر ان کے دل اس صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار
نہ تھے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آپس میں اکثر اس بات
پر جھگڑا کرتے تھے کہ انہوں کی بادشاہی میں سب سے بڑا کون ہوگا
اور صوبہ کی اس درخواست سے بھی کہ اس کی بادشاہی میں اس
کے دو لوہے بیٹوں میں سے ایک اس کے دہسے اور دوسرا اس
کے بائیں بیٹے ہی مات نامت ہوں ہے اور حسب وہ گلیل سے
یروشلم کی طرف روانہ ہوئے تو اسی خیال سے روانہ ہوئے کہ
اب خدا کی بادشاہی نمودار ہوگی اور یسوع دار الخلافہ میں پہنچ کر
اس بیٹی کے لباس کو جواب تک پہنچے سے اتار بیٹھنے کا اور ہر
قدیم کی مخالفت کو اپنی قلوب سے مغلوب کر کے، اپنے باپ دادا
کے تخت پر بیٹھ جائے گا۔

اب ہم دیکھیں گے کہ یسوع خود اس سٹی میں کیا سوچنا تھا اور
کہنے کیے خیالات اس کے ذہن میں گزرتے تھے یا اس کے لئے
بھی یہ سال صحت آزمائش کا سال تھا۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ اس کے
بہرے پر فکر اور غم نے اس کے اندر نمودار ہونے لگے۔ بارہ مہینے کے
عرصے میں جو گلیل میں گزرا وہ اپنی تلواری کا میابی کو دیکھ کر نہایت

نشان رکھتا تھا، پر اب حقیقت میں وہ مردِ غمناک بن گیا۔ جب وہ پیچھے لوٹ کر دیکھتا تھا تو اسے پر بات نظر آتی تھی کہ گلیں سے بچنے رو کر دیا ہے۔ اس ملک کے بھڑکے کو دیکھ کر جس پر اس سے اتنی محبت صرف کی جو غم اس کے دل میں پیدا ہوا اگر ہم اس کا بھیندنگاں چاہیں تو اس محبت کو دیکھنا چاہیے جس سے وہ ان لوگوں کو بیاہ کرتا تھا جن کے بچانے کے لئے، اپنے کام میں جان فشانی کے ساتھ مصروف تھا۔ وہی طرح جب اس کی طرف دیکھتے تھے تو اصرار ہی سفر تھا کہ جب میں یہ مصیبتیں گواہوں تو وہاں بھی تو کیا جاؤں گا۔ اس میں ذرا بھی شک نہ تھا۔ اچھا۔ کے بارے میں جب کوئی خوار اس کے پاس آتا تھا تو اس کے ساتھ ہی اس واقعہ کا خیال بھی اس کی آنکھوں کے سامنے بڑی صفائی کے ساتھ موجود ہو جاتا تھا۔ اس کا خیال اس وقت، اسی بات کی طرف لگا ہوا تھا کہ یہ آنے والا واقعہ نہایت سخت واقعہ تھا اور چونکہ وہ نزدیک آتا جاتا تھا اس لئے کبھی کبھی ایسی کسب کش اس کے پاس برپا ہوتی تھی کہ ہم اس کی تصویر پیچھے کی جڑت نہیں کر سکتے۔ ان دنوں وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دعا میں صرف کیا کرتا تھا۔ دعائیں لے رہتا ہمیشہ اس کی خوشی اور تقویت کا باعث تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے کام میں بہت مصروف ہوتا تھا اور شام کے وقت دن بھر کی محنت سے لیا چڑچوڑ ہو جاتا تھا کہ نکل کے مارے کھڑا بیٹھ رہ سکتا تھا تو اس وقت بھی لوگوں سے اور اپنے شاگردوں سے جدا ہو کر اکیلا پہاڑ کی چوٹی

پر چلا جاتا تھا اور وہاں اپنے باپ کی صحبت میں پوری رات صرف کر دیتا تھا۔ وہ کوئی بڑا کام دعا کے بغیر نہیں کیا کرتا تھا۔ لیکن اب آگے سے بھی کہیں زیادہ دعائیں لگا رہتا تھا اور پتا نہ تھا خدا کے حضور استغاثہ کر رہا تھا۔ اس کی دعاؤں کا جواب یک عظیم الشان صورت میں اس وقت اس کو ملا جبکہ اس کی ضرورت پہاڑ پر تبدیل ہوئی۔ یہ مہرِ حلال نظامہ مخالفت کے سال کے وسط میں گلیں چھوڑنے اور یروشلم کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وہ یروشلم کے لئے اس کا ساتھ بنا ڈرا جیسے عیاں ہو۔ اس عجیب اور حلالی واقعہ کا مقصد سمجھ تو یہ تھا کہ اس کے تین شاگردوں کا ایمان اس کے وسیلے سے مضبوط ہو تاکہ وہ اپنے بھائیوں کے ایمان کی مضبوط کرنے کے لئے بن جائیں اور پھر یہ کہ خود اس کے دل کو سنبھالے۔ گویا اس کی ضرورت کا تبدیل ہونا اس کے باپ کی طرف سے اس کے لئے ایک انعام تھا۔ خدا نے اس نظامہ کے ذریعے سے اس کی دنیاوی کو جو اب تک اس سے ظاہر ہوئی، اعلان قبول کیا۔ اور اس کو اس مافی کام کے لئے جو اسے بھی کرنا تھا تیار اور تقویت بخشی۔ اس موقع پر اس نے اپنی صلیبی موت کے بارے میں موسیٰ اور ایلیاہ سے گفتگو کی جو اس کے حق پر پوری مہموری کر سکتے تھے اور جن کا کام اس کی موت سے پورا اور مکمل ہونے کا تھا۔

گلیں کو چھوڑ کر یروشلم کی طرف روانہ ہوا اور اسے کوئے کے کونے میں چھ مہینے لگے اس دن آخر سے کی وجہ یہ تھی کہ اسے باؤنٹا ہی

کی مٹائی سہ ملک میں کرنی پڑی یہ کام اس کے گل کام کا ایک ٹھوکی
جھٹکے تھے وہ اس نے اسے خوب انجام دیا۔ پینے اپنے شاگردوں
میں سے چاہیں کہ پھینکا کہ وہ جہاں گاؤں اور شہروں کو اس کے سٹے
تیار کریں اور جب خود وہ رہا تو ہر کسی لہانہ سے ٹھوکی میں
جو ٹھیکل میں روٹنا چاہتے تھے۔ یہی طرح ہوئی کہ ہر اس کے پیچھے
پچھتے چھٹی بھی اور اسی طرح معجزانہ وقوع میں آتے تھے کہ ہر
اس عرصہ کے مفقود حالات قلمبند نہیں ہو سکے اس نے یہ قدم قدم
اس کی پیروی نہیں کر سکتے تو بھی ہم اسے ساتھ رہے۔ ہر وہ وقت کے
کناروں اور سبب عیناً اور افراتیم کے گاؤں میں کام کرتا جو دیکھتے
میں تاجہ پر وہ سبب ہی وہ منزلیوں میں جس کی طرف وہ رفتہ رفتہ
موجہ رہا تھا۔ اس شہر میں جو پچھلے اس پر وہ ہونے والے تھے اس
کے خیال میں وہ اس قدر چھوٹا کہ کبھی کبھی اس کے ساتھ اس کی
خاموشی اور تیز رفتاری کو دیکھ کر حیرت ہوتی رہتی رہتے رہتے گاہے
گاہے خود بھی درخت بھی نمایاں ہوتی تھی جسے اس وقت ہوتی جبکہ اس
نے چھوٹے پتوں کو حرکت دی یا حبیبیت عیناً ہی دستوں کے گھرنے جانے
سے ہوئی۔ ہر نہایت عموماً اس کی طبیعت اور شعور سے وہی فکر ہی
عیال تھی کہ کتنے کتنے اس پر جو تکلیفیں ہوئی تھیں۔ پس اس نہایت
میں جو لنگڑا پن تھا اس کے اور اس کے ہاتھوں کے وہ سبب و قیاس ہوتی
تھی وہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ پر جوش ہو کر تھی اور ہر شے لنگڑا
ان کو جو اس کی پیروی کرنا چاہتے تھے اس وقت بتایا کرتا تھا وہ بھی
پہلے کی نسبت لیا دستخط ہوتی تھیں۔ مگر ہر شے سے ہی نظر ہوتا

بھی۔ خاتمہ ہر ایک اتنا جاتا ہے۔ وہ اس وقت دین کے گنہ کے
کفارہ کے خیال میں مسخرق تھا اور اس کام کے انجام پر اسے تک
اس کی رنج کو سخت دیکھ میں گھر اور وہ پڑا۔ یہ غناک و افندہ نزدیک
آئی جو تاہم سر پہ چھ مہینوں کے عرصہ میں اس نے آخری بار یہ پہلے
وہ دفعہ پر و سلم میں قدم رکھا اور دونوں دفعہ صاحب قندار اشخاص
سے سخت مخالفت کی۔ پہلے رحہ وہ اس کے گردنا کر کے کے درپے
ٹوٹے اور دوسری دفعہ تک سار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہ حکم اس
سے بھی جاری کر دیا کہ جو کوئی اس سے ملے گا وہ قوم سے
خارج کیا جائے گا۔ یہ جب لہذا کے رہنے سے وہی دور تھا
کے دور دونوں کے پاس عام لوگوں میں بدش و سرور کی روح پیدا ہوئی
وہ جن کے کاموں سے دیکھا کہ اس کو جان سے مارا ہو رہا ہے اور
ہی بے قصہ۔ مگر اسے اپنی کوس میں کیا رہے فیصلہ نہ تھ سے کوئی ایک
یاد رہے پہلے ہوا تھا۔ اس کے سبب سے کچھ عرصے کے لئے سیح
پر و سلم سے جدا کیا گیا۔ وہ صرف اسی وقت تک یہ دشمن سے
دور رہا جب تک کہ وہ کھڑی نہ آئی جو اس کے باپ سے اس کے
سے مقرر کی تھی

اکھواں باب کام کا خاتمہ

اب ہمارے خدوند کے کام کا تیسرا سال بھی خاتمہ کو پہنچا اور فرج کی عبد مزدیک آئی کہتے ہیں کہ اس عید کی تقریب پر کم از کم سس یا تیس لاکھ روپیہ یرشلیم میں جمع ہوئے تھے جو نہ صرف مسلمان کے مختلف علاقوں سے بلکہ دور دور کے ملکوں سے عسکری اور دہری کی مختیاں سہہ کرتے تھے تاکہ اس عید میں جو ان کی فوجی تداریک کی غنیاد سمجھی جاتی تھی شامل ہوں۔ ان میں سے کئی نو سجدہ خیالات اور حقیقی موتی کے ساتھ آتے ہوں گے اور ان کے ذہنی تصورات اس منظم عید کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں گے لیکن کئی اس لئے آتے ہوں گے کہ پچھڑے ہوئے عمریروں اور دور افتادہ دوستوں کو دیکھ کر دل فٹنہ آکر ہی دور کئی تجارت اور جو پار کے منافع سے ہاتھ گرم کرنا چاہتے ہوں گے۔ پر اس دفعہ بے شمار لوگوں کے دلوں میں ایک اور ہی تحریک پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اب کی دفعہ یرشلیم میں عجیب کام دیکھنے کی آفتابہ رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اس دفعہ ہم یسوع کو دیکھیں گے۔ وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے خیالات اپنے ذہن میں جماتے ہوئے تھے۔ اگر ہم وہاں نہ گئے تو ہم دیکھیں کہ ہزاروں مسافر جو یرشلیم کو حاصر ہے ہیں راستے میں اس کی ہمت گفتگو کرتے

جاتے ہیں اور سینکڑوں یودی جو حملوں پر بیٹھے ایساٹے کو چاک اور ہیر سے یرشلیم کو آ رہے ہیں اس کے نام کا دورہ کر رہے ہیں۔ ان کے ان کے اس کے شاگرد بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے دل میں بھی یہ آہ جوش رہی ہوگی کہ اب تو لاکھوں لوگ دارالسلطنت میں موجود ہیں اب ہمارا خدوند ضرور یسوعی کے پردے کو اتار کر اپنے جلال کو آشکارا کرے گا اور کسی نہ کسی عجیب طووت سے لوگوں کو قائل کر دے گا کہ مسیح موجود نہیں ہی رہا۔ علاوہ اس کے ہزاروں آدمی ملک کے جنوبی حصہ سے آئے ہوئے تھے اور چونکہ چند دنوں سے وہ ان کے درمیان کام کر رہا تھا اس لئے وہ بھی اس کی نسبت کچھ اس طرح کا خیال رکھتے تھے جیسا کہ قبل میں پہلے سال کے آخر میں گیلیلیوں کا تھا۔ اس موقع پر بے شمار گیلیلی بھی حاضر تھے جو اس کی نسبت اچھی دانتے رکھتے اور اس کے متعلق ہر امر میں دلچسپی دکھانے کو تیار تھے۔ لاکھوں انخاص چہروں نے اسے کبھی دیکھا تو نہیں تھا مگر اس کے بارے میں سنا بہت کچھ تھا اور اور ممالک سے بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے دلوں میں یہ امیدیں بیٹھے تھے کہ یا تو ہم اس کا کوئی عجیب معجزہ دیکھیں گے یا اس کی معجزہ راہ پاتیں گے کہ غلط ہوں گے۔ ان سب لوگوں کے علاوہ یرشلیم کے دینی حیدر اور بھی اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں بھی طرح طرح کے خیالات جوش مار رہے تھے۔ وہ اس گھات میں تھے کہ اب کی دفعہ اگر اور کچھ نہ ہوا تو اتنا ضرور کریں گے کہ آگے کو اسے کام کرنے سے نہ روکیں گے مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی ڈرا رہا تھا کہ اگر وہ گیلیلی یا کسی اور صوبہ کے لوگوں کا سپہ سالار بن کر آگیا تو ہمیں ضرور اس کا

قوم کے ساتھ آخری ناجاتی۔ فتح سے چند دن پہلے شروع
فریم و مارٹن کے ہمدردی کے ساتھ گلاں یعنی بہت عینیاں و دروہڑا۔ ست
عینیاں ہر شیم سے دو یا تین میل کے فاصلے پر کوہ و سرب کی جڑوں کی دھڑکی
دھڑکی سے اٹھ کر چوڑی وہ پڑھیم سے گل منصف تھیں کار امتداد
اس کے لیے عین کے رتوں میں وہاں ٹھہرنا شروع ہے لئے زیادہ آرام کا
باعث تھا۔ عین کی مشورہ ہجرات سے شروع ہونے کو تھیں مگر شروع
چھ دن پہلے یعنی جمعہ کے روز میرٹھ عینیاں آگئیں۔ اس کے بعد کے اتنی
سب سے پہلے ہی ہر ادوں میں اس کے ساتھ تھیں جس کی تکلیفیں اس پر
آئی ہوتی تھیں۔ انہوں نے اس کو ہر گھنٹہ میں ہر گھنٹہ کی تکلیفیں ہر گھنٹہ
کے ساتھ دیکھا تھا اور اس کے ساتھ ہے اس میں جس قسم کی نرمی و پیہر
کر دی تھی اور اس کے ساتھ بہت عینیاں تھے نو استوں سے دیکھا کہ
ہر گلاں عیناں کو نہ کر کے کے ہجرات سے کوئی دھڑکی اور جب وہ
یہ سمجھ ہی تھیں تو اس سے عینیاں یہ خبر پھیل گئی کہ شروع ہو گئے۔
پھر جب وہ سب کے روز نرم کر کے تو کو یہ دھیم کی طرف جانے
وہ نہ دیکھا ہے کہ گلاں کی گلیاں۔ اس میں اس کی سڑکیوں و گلیوں
سے بھری پڑی ہیں۔ اس میں کچھ تو وہ لوگ تھے جو اس کے ساتھ
سے تھے۔ اور کچھ وہ اس کے پیچھے ہر گھنٹہ سے گزرتے تھے اور
بھولے سے اس کے گزرتے ہوئے اس کے پیچھے کو یہ دھیم سے اس کے
اور کوئی اس سے ایسے ہی تھے جو اس سے دیکھتے کو یہ دھیم سے اس کے
سوں سے اس کو بڑی سڑکی اور گرم جوشی سے دیکھا گیا اور دھیم سے اسے

شروع تھے۔ بن دو کو ہوشیاری۔ مبارک وہ جو خداوند کے نام سے
ہوتا ہے۔ یہ ہرے گویا اس کی مسیحا کی مٹی تھی۔ اس کے
پسے وہ اس شیم کی باتوں سے پکنا تھا اور لوگوں کو روک دیا کرتا تھا
مگر اس کی دفعہ اس نے نہیں اس کے دل سے نہ روکا۔ شاہ راہیں
لے کر یہ نظارات اکن کی سچی تقطیع سے پیدا ہوئے تھے۔ ہر حال اب
ایسا وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی مسیحا بادشاہی کے دعوے کو چھپا
سہیں سکنا تھا۔ یہیں یہ یاد رہے کہ جب اس نے اس بھڑکی طرف
پسے سنا ہوا احوال کو دیکھا تو اس کے ساتھ اس پات کو تھیں
تجلی ظاہر کر دیا کہ ہر کی بادشاہی کی طرح کی ہے۔ چنانچہ اس نے
ایک گڑھی کا پتھر لٹکا دیا اور جب اس کے ساتھ گڑھوں نے اس پر اپنے
کپڑے ڈال دیئے تو اس پر سوار ہو کر اور پھڑکے آگے آگے چلے گئے۔
اس سے اس کے ہوا کہ وہ جنگ کے منصوبوں سے اس کے ہوا کہ وہ جنگ
کوئی پر سوار ہو کر میرٹھ شیم میں میں آگیا بلکہ اس کی ہر سہاٹی کا ہمدرد
ہن کر اس میں داخل ہوتا ہے۔ جب جیسے کو یہ دھیم کی چوٹی اور
بھاڑ کے دامن سے گزرتے اور نالہ کرتے تو اس کے پیچھے کر کے شیم کے
پھاٹک پر ہنسا تو وہاں سے شیم کے گھوڑوں میں سے ہو کر بھاگ ہی آئے۔
جس گھوڑوں وہ آگے بڑھے جاتے تھے اور دھیمز پادہ ہوتا تھا اور
دیکھتے دیکھتے گھوڑا اور دھیم کی ہنسیاں لے کر فحشہ نہ طور پر پڑتے اور
نہر نہر سے ہوشیاری۔ ہوشیاری کہتے جاتے تھے شیم کے باشندے
اپنے گھروں کے دروازوں اور کٹافوں کی کھڑکیوں پر سے ٹھیک ٹھیک
کر دیکھتے تھے اور پوچھتے تھے۔ یہ کون ہے؟ اہل گلیں اور

کی گئی تھی متفق ہوئے اور اُس کے پاس آکر کہنے لگے کہ تو اُس کے اختیار سے یہ بات کہنا اور یہ کام کرتا ہے، وہ دُک پینے عہد سے قہر شوکت لباس پہنے اور مدنی، عوازل و افتخار و دستار سر پہ رکھے ہوئے بڑے کڑے کڑے سہ قداس سادہ سے گیلی کے چھپے بڑے گئے۔ لوگوں کا اثر دہم اس عجیب ترانے کو دیکھ رہا تھا۔

خوڑی دہر کے بعد بحث کا بازار گرم ہوا مخالفوں نے وہ سوال پوچھنے شروع کئے جو پسے ہی سے نیا کر رکھے تھے، اور اس بیان کا اہتمام شاید اُن اشخاص کے سپرد کیا جو رشک افلاطون اور غیرت ارسطو سمجھے جاتے تھے۔ اُن کا مطلب یا تو خاندانہ عقائد سے خاص و عام کے سامنے شکست دے کر شرمندہ کرین یا یہ کہ اگر تقریر میں تیز ہو کر کوئی لسانِ لہو اُس کی زمین سے نکل جائے جو شمشاد وقت کی شان کے خلاف ہو تو اُس پر بدعت کی تہمت لگائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس سے پوچھا کہ قیصر کو حزب دینارو ہے یا نہیں، وہ جانتے تھے کہ اگر اُس سے کہہ "ہاں" تو اُس کا تمام جہ و جہاد اُن پر پڑا ہوگا ہے ایک دم میں کانور ہو جائے گا کیونکہ قیصر کی حکومت کے تابع رہتا لیکن اُن کے اُمیدوں کے بالکل برخلاف تھا اور اگر اُس نے کہا "نہیں" تو پھر اُسے قیصر سے باغی ثابت کر کے رومی حاکم کے دربار میں اُس پر سرکشی کی تاملش دائرہ کوں کے گرد وہ اُن کے بھندوں میں کب آئے وہاں تھے۔ پس وہ بڑی ہمت تک اُن کے حملوں سے بڑی خوبی کے ساتھ اپنے آپ کو بچا نہ پایا اور آخر کار اُس کی صاف دلی نے اُن کی رہا کاری کو فاش کر دیا اور اُس

کے طریق استدلال کی راستی نے ہرگز نہ کو جو اُس پر چلایا جانا تھا خائفوں ہی کے سینے میں جاگا اٹھا۔ اب جب اُن کا منہ بند ہو گیا تو اُس نے اُن پر حمد شروع کیا اور اُن کی صداقت کی کسی جگہ بھی نش کر کے تمام حاضرین کے دہم اُن کو ایسا شرمندہ کر کہ وہ پانی پانی ہو گئے اور پھر اُس کی زبان سے وہ غضب آمیز اور دستبست آئین الفاظ نکلے جو ملتی کے تیس سو تین باب میں درج ہیں جن سے اُن کے وہ عیوب جن پر اب تک خاصوشی کا پردہ پڑا تھا صاف طور پر ظاہر ہو گئے اور عادات و حرکات پر سے وہ پوست اُٹار ڈال گیا جس نے اُن کی ریاکار طبیعت کو بالکل چھپا کر رکھا تھا اور ایسے کلمات اُن کے حق میں کہے جو بھلی کی طرح اُن پر گرسے اور اُن کو نہ صرف اُس وقت صوب لوگوں کے سامنے شرمندہ کیا بلکہ مہینہ کے لئے اُن پر شرمندگی کی ٹھہر لگا دی۔ لیکن اُن باتوں کے موجب سے ناچاقی اور بھی بڑھ گئی کیونکہ یہ لوگ ملک کے سردار، وہ قوم کے رہبر سمجھے جاتے تھے جس ہزار بادامیوں کے سامنے عجز اور شرمندگی کے بیخبر ہیں گرفتار ہونا اُن کے لئے بڑی حقارت کا موجب تھا۔ سو اُنہوں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ گستاخیاں ہماری بروہمت سے باہر ہیں، اور جب تک اُن کا ہر نہ سے نہیں گئے تب تک ہم بھی اُن کی کیغیہ نہ سوچیں گے پس منیہ شہر میں کے شرکاء و طش میں آکر اُسی شام کو فراہم ہوئے اور اس غرض سے فراہم ہوئے کہ اُس کے نام و نشان کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیر نکالیں جن سے

کو نیکو کہیں یا رتبہ کے پست سے ان کی حاضرت اور مجتہد کا دروانی کو دیکھ کر کچھ نہ گفت کی ہو مگر انہوں نے ان کو بھی دھمکا کر خاموش کر دیا اور پھر بالافتی یہ فیصلہ کیا کہ قرین مصالحت ہی ہے کہ یسوع جان سے مار جائے۔ اب وہ چاہتے تھے کہ فیصلہ جس قدر جلد ہو سکے جس میں آئے عزم واقع اس خواہش کے برخلاف تھا۔ کیونکہ کم از کم متقدمی دستوروں اور قانون کی پیروی کرتا ان پر لازم تھا۔ دوسرا اس کے وہ تمام اجنبی جو اس وقت یروشلم میں آئے ہوئے تھے یسوع کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہیں ان سرداروں کو بہ اندیشہ دہش گہر ہو گا اگر انہیں نے اسے ان لوگوں کے گروہ پر گرفتار کیا تو کما حقہ کیا ہو جائے۔ بہرہ مناسب ہے کہ جب تک مشافہہ نہیں ہیں تب تک اس کو بچھڑ نہ کما حقہ لیکن ابھی وہ اس بات کا فیصلہ کرنے نہیں پاتے تھے کہ ایک ایسا واقعہ سرزد ہوا جس کی توقع ان کو ہرگز نہ تھی اور جس نے ان کے دلوں کو شاد کر دیا۔ وہ عجیب واقعہ یہ تھا کہ اسی کے شاگردوں میں سے ایک نے ان سے وضاحت کے لئے اسے بلڈواتے گا دھوکا دیا۔

یہوداہ اسکریوٹی وہ نام ہے جس سے ہرگز وائس واقعہ ہے۔ مشہور و معروف شاعر و شاعر نے اپنی کتاب "دوسرے کی روایت" میں اس شخص کو تمام درود اور سزا یافتہ اشخاص کے درمیان سب سے پہلی اور ادنیٰ جگہ دی ہے اور اس طرح ظاہر کیا ہے کہ گویا قریب ایک سو ستر میں جہت دار ہے جو خدا کی طرف سے بلیس جین پر نازل ہوئی ہے اور جو فتوے اس سے مرنے اس

پر لگایا ہے وہی تمام غیہ دم اس پر لگاتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہنا سبب نہیں کہ وہ ایسا شرارت کا پتلا نہ تھا کہ اس کی کارروائی سمجھ میں نہ آئے یا اس کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہ کی جائے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے گرد جانے کا افسوسناک واقعہ بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے اس نے بھی دوسرے دشمنوں کی طرح ایسی امید سے اس کی شاگردی اختیار کی تھی کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب مجھے ایک بڑی ملکی تحریک میں شمول ہونے کا فخر حاصل ہو گا اور فتح کے بعد مسیح کی زمینی بادشاہی میں مجھے ایک اعلیٰ منصب عطا کیا جائے گا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس میں پہلے کسی طرح کا خوش اور محبت کا کوئی اظہار دکھائی نہ دیتا تو شاید مسیح اسے بڑیوں کے گروہ میں داخل نہ کرتا۔ دشمنوں کی جماعت میں قریب ایک ایسا شخص تھا جس کے ہاتھ میں درویش کی تنہا برادر تھی اور اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ وہ نہایت بھرتیل اور انتظامی معاملات میں صاحبِ طاقت آدمی تھا، ہر قسم کی شخصیت کی جڑ میں وہ گھس لگا کرتا تھا جس نے رفتہ رفتہ ان تمام اچھی صفوں کو جو اس میں پائی جاتی تھیں کھالیا اور آخر کار ایک ہوناک جذبے کی شہوت اختیار کی۔ یہ کیڑا وہی تھا جسے مذہبی دوسری کہتے ہیں۔ اس نے اس کیڑے کو محبت سے پالا۔ چنانچہ شروع میں اس نے اس خیریت میں سے جو یسوع کو اس کے شاگردوں کے لئے یا ان غیرین کی مدد کے واسطے جن سے وہ ہر روز گھرا ہوا تھا، دی جاتی تھی۔ بعد ازاں غوراً چرانا شروع کیا اور یہ نتیجہ لگتی کہ جب میں بھی

بادشاہی میں شاہی خزانوں کا گھرانہ مقرر کیا جہاں گا تو درگھول
کہ زہر پرستی کی پیاس بجھوں گا۔ اب اس میں شک نہیں کہ بعد میں
دوسرے رشو لوں کے خیالات بھی اسی قسم کے دیوی تھے لیکن
ان کے اور اس شخص کے حال میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ تو
ہر دم رشو حافی بننے جاتے تھے مگر یہ ہر گھڑی دیوی مزاج میں
ترقی کرتا جاتا تھا۔ صبح کی صبح حیات میں تو بے شک بانی رشو لوں
بھی کبھی اس منزل تک نہ پہنچے کہ رشو حافی بادشاہی کو زمینی بادشاہی
سے بالکل جدا سمجھنے لگے اور خود اس نقص کے جو کچھ ان کے ہمت
نے ان کو روحانیت کی بابت سکھایا وہ ان کے دل میں گھر کر
گیا اور رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر گیا کہ دنیوی کے خیالات کو
رشو حافی تصورات بالکل الگ سمجھنے لگے یا پھر کہ دیوی بادشاہی کے
خیال کا ایک چھلکا سا باقی رہ گیا اور وہ بھی جب وقت آیا تو جیسے
کا طرح اڑ گیا مگر یہ وہ اس کے خیالات دن بدن دیباہی میں
بڑھنے لگے اور اس کی رشو حافی طواریاں روز بہ روز زراعی ہوتی گئیں یہاں
تک کہ وہ اپنی خواہش کے بسبب سے بے چین ہونے لگا کیونکہ وہ چاہتا تھا
کہ میری ہمت ایک دم میں پوری ہو جائے۔ منادی کرنا اور شفا بخشنا
اس کے نزدیک صرف وقت ضائع کرنا تھا اور اسی طرح رشو لوں کی
پاکیزگی اور اس کا دنیوی عزت و حرمت سے بے پروا ہونا
کی جان کا ہال تھا۔ وہ کہتا تھا کہ رشو لوں اپنی بادشاہی کو پہلے قائم
کیوں نہیں کر لیتا؟ اس کے بعد حتیٰ منادی کرنا چاہے کرے۔
جب اس نے دیکھا کہ جس بادشاہی کی ہی توقع کئے بیٹھے ہوں وہ

کبھی موجود میں نہیں آئے گی تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے بڑا
دھوکا کھایا اور جب یہ خیال اس کے دل میں جم گیا تو وہ نہ صرف اپنے
استاد کو نظر حقائق سے دیکھنے لگا بلکہ اس سے متفرق بھی ہو گیا اور
پھر جب اس نے اور کے روز جب کہ لوگ کچھو رکی ڈالیاں بکھاتے
اور پلاٹے تھے یہ دیکھا کہ رشو لوں ان لوگوں کی تیاری سے کچھ فائدہ
نہیں اٹھانے چاہتا تو اس کی رسی ہسی اُتید بھی جاتی رہی اور اس
نے سوچا کہ اب رشو لوں کی پیروی کرنا بالکل فضول ہے پس
اس نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو جہ ز غرق ہونے پر ہے
میں کیوں مفت میں اپنی جان کھوؤں۔ بہتر ہے کہ اس کشتی سے
گود کر سلامتی کے کنارے پہنچ جاؤں اور اس کے ساتھ ہی یہ
خیال آیا کہ اب مجھے رشو لوں کے زمرے سے نکلنا تو ہے ہی ایسے
طور پر کیوں نہ نہیوں کہ ایک پیشہ ور کارج کی شل میرے حق میں
پوری ہو۔ پس کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں کہ جب بھی گرم ہو اور
یہودی سوداگر بھی احسان مند ہو جائیں۔ ان نالائقی خیالات نے اس
کو ایسا اندھا کر دیا کہ وہ یہودی حاکم کے پاس حاضر ہوا۔ اور ایسے
موقع پر حاضر ہو گیا جب کہ اس کی مدد کی ان کو اشد ضرورت تھی۔
پس انہوں نے اس کی مدد کو غنیمت سمجھا اور دام بٹھرا کر اسے روزگار
یا اندھا کر دیا کہ جب اچھا موقع ملے آئے تو ہمیں خبر دینا۔ جس جلدی
سے اس نے اپنے مناسب کام کو پورا کیا انہیں اس کی امید بھی
نہ تھی چنانچہ جس رات یہ یعنی سوداگیا گیا اس سے دوسری رات
اس نے اپنے مہربان اور محسن نجات دہندے اور استاد کو فاعلوں

کے پیر کیا۔

یہ شروع اور موت ہے۔ اس ہفتہ میں موت اپنا منہ کھولے
یہ شروع کے سامنے کھڑی تھی اور جو حالت اس کی اس وقت تھی
اس کی یاد سے بڑھ کر اور کوئی بیش بہ خزانہ ہمارے پاس موجود
نہیں۔ یوں تو ہر وقت اس کی جلیل اور جلیل سیرت اپنا جلوہ دکھاتی
وہ تھی تھی مگر اس نے قابل برداشت عجیبیت کے دنوں میں پوشوکت اور
علیت نمایاں ہوئی اس کا بیان انسان بالکل نہیں کر سکتا۔ اتنا کہنا
کافی ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اس کی سیرت کی سب سے شان دار
اور نہایت طاقتور خاصیتیں اور اس کی انسانی اور الہی ذات کی بے نظیر
نویاں روز روشن کی طرح ظاہر ہوئیں۔

یہ تسلیم ہے اس نے سے کہیں ہے اس کو محکوم تھا کہ میں وہاں صاف
سے مارا جاؤں گا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ایک سال سے یہ کانٹا اس کے
دل میں کھٹک رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ میرے باپ کی یہی مرضی
ہے کہ میں اسی طرح اس دنیا سے کوچ کروں اور جب وقت آیا
تو اس نے ایک لمحہ شمال دلیری اور بہت سے مقصد کی طرف دم اٹھایا
مگر بڑی جلد و جہد کے ساتھ طرح طرح کے خیالات اس کے دل
میں پیدا ہوئے۔ کبھی اسی پھل جاتی تھی اور کبھی جو غم پیدا ہوتا
تھا۔ کبھی دیر تک دریا سے فکر میں ڈوبا رہتا تھا کبھی فتح مندی کی
خوشی اور سلامتی کے خیال سے بھر جاتا تھا غرضیکہ مختلف قسم
کے خیالات اس کے دل میں سمندر کے تہ و جزیر کی طرح موجزن
ہو رہے تھے۔

بعض لوگ ڈرتے ہیں اور یہ نہیں کہنا چاہتے کہ جس طرح عام
انسان موت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی اس
سے دور رہنا چاہتا تھا پر وہ اپنے دل کی مشغول وجہ پیش نہیں کرتے۔
ہم یاد رکھیں کہ یہ احساس قدرتی ہے اور بالکل اپنی ذات میں بے تد
ہے اور تعجب نہیں کہ اس میں یہ احساس ہماری نسبت زیادہ پایا
جاتا ہو کیونکہ اس کا جسم بالکل پاک تھا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے
کہ وہ اس وقت نوجوانی کی حالت میں تھا۔ یہ اس کی فکر کا نتیجہ تھا
سال تھا۔ زندگی کی دھارا بہت سے زور شور سے بہ رہی تھی اور
تمام جہات کی طاقت سرسبز تھی۔ پس جوانی کی طاقتوں کا جو سیل
رواں کی طرح بہ رہی تھی ایک بیک شوکھ جانا اور نخل زندگی
کا مڑھنا جانا بے شک اس کو ناگوار گذرنا ہوگا۔ اسی درد کو
ایک واقعہ سے جو پیر کے روز سرزد ہوا اس کے دل میں شدت
سے پیدا کر دیا۔ چنانچہ چند یونانیوں نے اس کے در شاگردوں
کے پاس آکر کہا کہ ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس زمانے
میں کبھی میت پرست لوگوں نے جو یونانی عملداری میں رہا کرتے
تھے اپنے ذمے کی بیدینی اور بد اخلاقی سے تنگ آکر ان
یہودیوں کے مذہب میں پناہ پائی تھی جو ان کے درمیان مقیم
تھے اور یہ وہاں کی بدستش اختیار کی تھی۔ یہ یونانی بولسوع
کو دیکھنا چاہتے تھے اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے مگر ان کی
درخواست نے اس کے دل میں وہ خیال پیدا کیے جن کا جواب بھی ان
کو کبھی نہیں آیا تھا۔ مسیح کو فقط دو یا تین مرتبہ ان لوگوں سے ملنے کا

اتفاق ہوا، وہ فلسفین کے ردِ گرد کے ملکوں میں رہتے تھے۔ مسیح صحتِ سرکاری کی کھوٹی ہوئی بھڑوں کے سٹے آیا تھا مگر جب اُسے ایسے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کا موقع ملا اُس نے اُن میں ایسا ایمان اور ایسی مشرقت پائی کہ کئی موقعوں پر اُس نے خود بخود یوں کی بے اعتدالی اور بے دلی اور کینٹلی سے اُن کا مقابلہ کیا۔ ب یہ خیال بار بار اُس کے دل میں آتا ہر گاہ کہ کائنات میں فلسفین کی حدود کو چھوڑ کر اُن قوموں سے جانوں جن کی طبیعت ایسی سادہ اور ایسی فیاض ہے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اُس کے کام کے معلق ایسے نظارے آتے ہیں گے جیسے بعد میں پلوں کو نصب ہوئے جس نے جابجا مسیح کے نام کی شادی کی اور ابھڑا اور زہم اور دیگر بڑے بڑے مغربی مرکزوں میں جا کر اُجس ماسا۔ اگر مسیح بھی اسی طرح کام کرتا تو اُس کو کیسی خوشحال ہوتی، کیونکہ اُس کے اندر ت کی نہیاں جاری اور رحمت کا دریا موجزن تھا اور یہ بعضیں اس قسم کے کام سے خاص مناسبت رکھتی ہیں۔ یہ موت اُتیا ہوں کے چراغ کو بجھانے کے سٹے سامنے کھڑی تھی۔ پس ان یونانیوں کی ملاقات نے ایسے خیالات کا سلسلہ برپا کر دیا کہ اُن کی درخواست کا جواب دیتے کے عوض وہ رنج کے بھنور میں پڑ گیا چہرے پر اُدا اسی چھا گئی اور تمام بدن نمونہ جہد و جد کے سبب کا نپ اُٹھا مگر یہ نساگ حالتِ خود کا اور ہر گز نہ اور اُس نے اُن خیالات کو جاہر کیا جن کے وسیلے سے ان دونوں اپنی روح کو معفیوہ کیا کرتا تھا۔ وہ خیالات ان الفاظ میں

قلندر ہیں۔ جب تک گیموں کا دائرہ زمین میں گر کر نہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مرجاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے اور میں گر زمین سے اوجھے پر چڑھتا جاؤں گا تو صحت کو اپنے پاس کھینچ لوں گا۔ ان کلماتِ مبارک کا کیا مطلب ہے؟ کیا ان کا یہ مطلب نہیں کہ اگر بہت اُس کو بڑی مصیبت کا معلوم ہوئی تھی تو بھی اُس کی حقیقت شناس نہ تھی اُس کے برے تک دیکھتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر یہ شخصی طور پر غیر فہموں میں جا کر کام کرتا تو اس کا اثر اور نتیجہ ایسا عظیم اور وسیع نہ ہوتا جیسا اب میری قربانی سے پیدا ہوگا لیکن ان تمام خیالات کے علاوہ ایک اور خیال اُس کے دل میں موجزن تھا جو ان سبب پر حاوی تھا۔ چنانچہ وہ سوچتا تھا کہ یہی موت تو وہ موت ہے جو میرے باپ نے میرے لئے مقدر کی ہے۔ یہ خیال نہ رتسلی کی سڑ اور ہمیشہ کا منبع تھا اور اسی سے وہ اپنی خاکسار اور شریک روح کی مستفی زس ہمد کے مشکل وقتوں میں کیا کرتا تھا۔ ”اب میری جان گھبراتی ہے۔ پس میں کی کہوں؟ اُسے باپ مجھے س گھڑی سے بچا رہیں میں اسی سبب سے اس گھڑی کو پہنچا ہوں۔ اُسے باپ اپنے نام کو حلا دے“

ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ موت اُس کے پاس کہیں نہیں آئی بلکہ ہر طرح کے مہنت ناک معذوں کو اپنے ساتھ لے کر آئی مائوں کہیں کہ کئی واقعات اُس کی موت کے ساتھ ایسے وابستہ تھے جنہوں نے اُس کے پیارے کو اور بھی تلخ کر دیا۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اُسے اپنے سی شاگرد کے زریب کا نشانہ بننا پڑا جسے

اُس نے جس کرا اپنے آخر حق محبت میں جگہ دی تھی اور پھر دیکھئے کہ کوئی غیر قوم اُس کی جان کے درپے نہ تھی بلکہ اُسی کی قوم اُس کے خون کی پیاسی تھی اور وہی تھرا اُس کا مقتل بنا جسے وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔ وہ تو اُس سے لے آیا تھا کہ اپنی قوم کو عرض ملک پہنچائے اور اُسے دلی و جان سے پیار کرتا تھا کیونکہ اُس کے تمام حالات سے خود ہی بُری واقفیت رکھتا تھا اور اُن لوگوں کو خوب جانتا تھا جو اُس کی مانند اُس سے ہیں اُس کو پیار کرنے کے لئے گزر گئے تھے اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ میں اُس کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہوں اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں مارا گیا تو فلسطین اور یروشلم پر ہزارہا قسم کی لعنتیں نازل ہوں گی۔ سچی کی وینچل کے چوبیسویں باب میں وہ الفاظ قلمبند ہیں جو اُس نے منگل کی شام کو اپنے شاگردوں کے درمیان اُس وقت بیان فرمائے جس وقت وہ کوہ زیتون پر بیٹھے تھے اور وہ شہر جس پر تہرانی نازل ہونے والا تھا اُن کے سامنے تھا۔ اُن الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے اُن واقعات کو جو یروشلم پر حادث ہوئے کورسے بڑی صفائی سے دیکھا۔ اگر ہم اُس کے غم کا اندازہ لگانا چاہیں تو اُن کلمات کی طرف متوجہ ہوں جو اُس کے لبوں سے اقوام کے روز نکلیے۔ وہ وقت اُس کی فطرت کی کا وقت تھا جو لوگ خوشی سے معمور تھے اُس کو خوشی کے نغمے ملتے پڑتے آگے لئے جاتے تھے مگر جب وہ اُس مقام پر پہنچا جہاں یروشلم ایک ایک کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوا تو وہاں ٹھہر گیا اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ

اُن حوادث کی جو اُس پر نازل ہوئے والے تھے موت کرنے لگا۔ لازم تو یہ تھا کہ وہ دن یروشلم کی شادی کا دن ہونا، اُن دن میں خد سے بیٹے کے ساتھ شادی کر کے اس لہجہ کو جس میں جانا چاہئے تھا مگر حسن کہوں، وہاں تو وہ زردی اور سردی یروشلم کے منہ پر بھائی ہوئی تھی جو موت کے وقت مرنے والوں کے چہروں پر نمودار ہوتی ہے۔ پس وہ جو اُسے اپنی چھاتی سے لگائے کو پیار تھا اور جس طرح مٹھی اپنے بچوں کو اپنے پروں سے چھپاتی ہے اُسی طرح اُس کو اپنی رحمت کے سائے تلے بیٹے کو آواز دے کہ اب دیکھتے ہے کہ ذرا غم و زخم ہوا میں اُڑ رہے ہیں اور مضطرب ہیں کہ فوس کے گونست و پرست کو نوح کہہ رکھا جائے۔

اس ہفتے میں وہ بروز شام کے وقت بیت عنیا کو کوٹھ حاتنا تھا یہ کبھی لمبی مان کر تیں سوتا تھا۔ اعلیٰ ہے کہ اُس نے اپنی کئی راہیں اس چلتے میں تنہا جاگ جاگ کر کاٹیں۔ غالباً وہ اکیلا پیادگی غیر آپد جوئی پر جایا کرتا تھا یا اُن فریون کے درختوں اور یاغوں میں جو پھاڑ کے بیڑوں میں لہراتے تھے جا کر اپنا وقت کاٹا کرتا تھا اور نامکن نہیں کو بار اُس سڑک پر بھی جاتا ہوگا جس پر سے اتوار کے روز جلوس گزرتا تھا اور جب چلتے چلتے اُس موقع پر پہنچتا ہوگا جہاں ایک دفعہ پہلے شہر تھا تو وہ دی میں سے شہر یروشلم کو دیکھتا ہوگا جس کے رہنے والے رات کی خاموشی اور حیات کی سڑائی میں نیند کے مزے لینے تھے اور اُسے دیکھ کر ایسے جگ و گارناے بلند کرنا ہوگا جو اُس کو جس سے بھی جس نے اتوار کے روز لوگوں کے دل

بلدے کیسے زید وہ دروازے پر کھڑے ہوں گے اور کئی ہزارات کی
تہائی میں اپنے تہنہ دل کو ڈھکیں، آئینہ میں گھٹنا تاہم گاہوں میں
نے یہ باتیں کہہ سانسے بیان قرائتیں؟

اُس وقت وہ بالکل کھینچا، ایسا کہ اُس کی غمناک تھکنی کو دیکھ
کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ساری دنیا اُس کی مخالفت پر تھی
کھڑکی تھی یہ شلیلیم کے لوگ جس کے مارے اُس کی جہاں کے
ہو یاں تھے اور جو پھر سے آئے تھے وہ بھی پاؤں ہو کر ڈوگڑاں
پر کھڑے تھے اور نہ کوئی اُس کے رسولوں میں ایسا تھا جو اُس کو
حادثہ سے بچا دیتی واقعہ ہونا اور اسے اپنا ہم راہ بنانا۔ پھر
سے بھی اس بات کی توقع تھی۔ اس ہولناک تہنہ کی نے اُس
کے تیغ بیاہے کو اور بھی گڑوا بنا دیا اور اُس نے محسوس کیا کہ اس
ہات کی ضرورت ہے کہ جس مرنے کے بعد بھی جنت میں رہے اُس نے
دیکھا کہ ہر بادشاہی میں قتل کرنے کے لیے آئے ہوں اُسے غنا میں ہونا چاہیے
وہ تو تمام دن کے لئے ہے اور اسے تمام پیشگوئوں کے ساتھ
نام نہاد اور غنی کے ہر حصے میں پھیلنا ہے مگر مرنے کے
بعد یہ کام میرے رسولوں کے لئے ہے اُسے گا جو اب اپنے تئیں ایسے
کہو اور دیکھو اور اپنے ظالم کو کہہ دے۔ کیا وہ اس کام کے
لاؤں میں آگ ان میں سے بھی ایک دشمن نہیں نکلا؟ کیا میرے پیچھے میرا
کام دشمن دشمنوں کے لئے اُس کو اسی طرح کہہ کر آگیا، تباہ نہیں
ہو جائے گا اور میری وہ تمام تدبیریں جو دنیا کی اصلاح کے لئے
کی گئی ہیں کافور میں ہو جائیں گی؟

لیکن وہ حقیقت میں کیسا نہ تھا۔ وہ درختوں کے گھنے سائے
میں جا کر اور کوہ زینوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اُس کے زوال تلی کو
دھونڈتا تھا جو اُس سے اُن دنوں میں تھی جیکر ہنوز اُس کی طبیعت
اس شدت کو نہیں پہنچی تھی اور اُس نے اُس کو اس بے بیان فکر کے
وقت کثرت سے حاصل ہوئی۔ اُس کا باپ اُس کے ساتھ تھا جس
جب اُس سے رو کر اور افسوس بیا کر دی مائی نو اُس کی تھی گئی
کہ وہ خود سے ڈرتا تھا۔ اُس نے اپنی شوح کی بے جانی کو اس
خس کے وسیلے سے دیکھا کہ جو کچھ مجھ پر بہت ہوتا ہے اُسے باپ
کی حکمت اور محبت نے بھیجا ہے اور میں اپنے باپ کا جہاں تھا کرتا
ہوں اور وہ کام کر رہا ہوں جو اُس نے میرے لیے دیکھا ہے۔ اس خیال کے
وسیلے سے وہ ہر طرح کے خوف کو دور اور اپنے اس کو ایک لے بیان
اور رنجیدی خوشی سے معمور کر سکتا تھا۔

آٹھ کارش قہر کا وقت اپنی یعنی جمعیت کی عہد نامہ آگے جس کے درمیں
کے ہر گھر میں قح کھایا جاتا تھا۔ لیٹوے بھی اپنے باپ کو دس کے
ساتھ کھانے پر بیٹھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس دن میں یہ میری آخری
برکت اور میرے دوستوں کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ یہ میری
خوش قسمتی سے اس وقت اور موقع کا شہنشاہی صلہ ہمارے ماس ہو چکا
ہے جس سے میری کم و بیش واقف سے یہ وقت اُس کی زندگی
میں ایک عظیم استفادہ وقت تھا۔ اُس کی راج کب سے میں محبت
اور حلالی سے معمور تھی۔ اسی شام کے شروع میں غم کے پادوں نے جی
ناری کی کچھ کچھ سایہ اس پر ڈال دیا مگر اب وہ بالکل غائب ہو گیا تھا اور وہ

وہی رات کا وقت پسند کیا۔ بیوی سرداروں کے نزدیک بھی یہی وقت زیادہ موردِ دل تھا کیونکہ وہ اُن گیلیوں کے مزاج کو خوب جانتے تھے جو اُس وقت شہر میں آئے ہوئے تھے۔ وہ اُن سے بہت ڈرتے تھے۔ پس وہ سوچتے تھے کہ اگر صبح ہوئے سے پہلے شروع کر دیاں تو چائے اور ٹیس پر قوم اور حاکم کی طرف سے سزا کا فتوے لگ جائے تو بیکری طرح کا خوف نہ رہے گا کیونکہ

اس وقت ہم اُسے ایسے مجرم کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے جو انہوں نے قانونِ مزا کے لائق سمجھا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ لاشیں اور متعلقات لائے کیونکہ ڈرتے تھے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ کسی غار میں گھس جاتے یا جس جنگل میں اُس کا بچھا کرنا پڑے مگر اُن کا یہ خیال غلط تھا کیونکہ جب وہ باغ کے دروازے پر پہنچے تو مینوراح خود بخود اُن کے پاس آیا اور اُس وقت اُس کی پیر جھل اور پیر شوکت حضورؐ نے اُس کے متعلقوں پر اس قدر کیا کہ وہ ٹھوکر مار کر گریز پڑے۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اُن کے حوالے کیا اور وہ اُسے قہر کی حرف لے گئے۔ رات کا باقی حصہ اُنہیں صبح کا وقت اُن قاضیِ رسوم کے ادا کرے میں گلاب جن کا بچا لالہ نامی امر تھا۔ لیوے کے نمات جاننے تھے کہ حسبِ تک یہ قاضیِ منزل میں لے رہے ہوں تب تک وہ جہں سے نہیں مدد جاسکتا۔

مسیح کی مہستی دودھلا سنوں میں ہوئی مران میں سے ایک دینی
آورد دوسری سرکاری خفیہ کوہ ہر ایک کی تین تین مہر میں نہیں۔
(۱۸)

پہلی پیشی، جسے جنت کے پھر کا لٹھا کے اور پھر صلیب پر دم کے ساتھ
 چوٹی۔ صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ
 صلیب پر صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ
 دفعہ اس وقت جبکہ ان کی مجلس باقاعدہ طور پر فرام ہو گئی تھی۔
 صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ
 صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ

[illegible]

اب تک دینی معنیت کا فیصلہ کرنے کا احتیاج خاصہ
 کبھی سنیدرم کسی مجرم پر یہ فتویٰ لگا دیا جتنی جتنی کہ
 حواسے اس مجرم کو قیصر یہ بھی طرٹ کھاتا کہ اس
 رومی حاکم خود کرے اور اگر وہ سنیدرم کے فیصلے کی
 مجرم جان سے مارا جاتا تھا اور یہ مری ہو جاتا تھا
 ایسے موقع پر یہ تسلیم میں حاضر ہوتا تھا کہ مجرم کو قیصر یہ نہیں جانا
 پڑتا تھا۔ بے شک وہ مجرم جو مسیح پر لگا گیا وہی تھا اس لئے
 اسے یہودیوں کی دینی کبریٰ میں کاٹا پڑا رو جو سنیدرم سے اس
 پر لگا ہوا تھا کہ وہ حیاں سے مارا جائے مگر رومی قانون کے مطابق
 سنیدرم کو یہ طاقت حاصل نہ تھی کہ اپنے فتوے کو پ عمل میں
 لائے۔ پس ضرور تھا کہ وہ جسے رومی حاکم کے حضور بھیجا جائے جو اس
 وقت پریشکر میں حاضر تھا کیونکہ فصیح کی تہرب پر وہ ہمیشہ پریشکر میں
 آتا تھا۔ تب ہم ان جہان گداز واقعات کا جو ان پیشووں سے
 وابستہ ہیں سمجھ مفضل حد بیان کر رہے۔

مسیح کے دشمن ہیں اس کو حق کے صل میں بے گتھے۔ بہر فرقت
 اس وقت اس ملل نکلا تھا اور سب سے ایک سردار کا من وہ چکا
 تھا۔ اگرچہ وہ اس وقت کماخت کے غم سے پر مامور نہ تھا تو بھی
 لوگ اس کو سردار کا سزا ہی کہا کرتے تھے اور اس کے بارے میں
 بھی اسی نقب سے ملقب تھے حالانکہ اب اس سے بھی کوئی
 اس وقت اس مجرم سے پر مامور نہ تھا۔ اس وقت جو شخص اس رتبہ
 پر تھا وہ کاٹا تھا جو حیا کا امان تھا۔ مگر سب اپنی جبری اور

لیاقت اور خاندانی مقدسیت کے بڑا بڑا گم سمجھا جاتا تھا اور گو وہ
 اس وقت انتظار میں طور پر نو سنیدرم کا مہر نہیں نہ تھا تو بھی حقیقت
 میں کسی نشین سونے کی نرکت اس کو دی جاتی تھی مگر اس سے
 مسیح کے متعلقے میں کوئی رشتہ نہ ہی۔ وہ صرف اسے دیکھتا اور
 چند سوالات پوچھتا جیتا تھا۔ پس تھوڑی دیر کے بعد اس نے اسے
 کاٹنے کے پاس بھیج دیا۔ کاٹنے کا نعل حق کے محل سے عابد بہت
 دور نہ تھا، بلکہ اس قہار میں واقع تھا جس میں یہودی خاندان رہا
 کرتے تھے۔ کاٹنے سردار کا بن بھنا اور سردار کا من ہونے کے سبب
 سے اس سنیدرم کا مہر بھی تھا جس کے سامنے یسوع کو جو فرجوتا
 پڑا۔ سنیدرم کی میٹنگ اور رشتے قانون طوبیہ آفتاب سے ہیں
 متعلقہ نہیں ہو سکتی تھی مگر یہ لوگ حوالقت کے سبب سے ایسے
 اندھے ہو رہے تھے کہ جینے اس جگہ اس وقت موجود تھے وہ
 سب ایک حیا فراموش ہو گئے تاکہ صبح سے ہیں پروردگار مجرم نیک
 کوئی اور صبح کے بھدمات اس کے مدعیوں کی گواہی جمع کریں۔
 مطلب یہ تھا کہ وہ جڑھے ہر ان لوگوں کو جو ماہر سے پریشکر میں
 آئے ہوئے تھے کسی طرح کی مداخلت کا موقع نہ دے اور جب
 سورج نکل آئے تو تھوڑی دیر کے لئے یا قاعدہ طور پر فراموش ہو کر
 اس سردار کا فتویٰ لگا دس اور پھر اسے حکم کے پاس لے جائیں۔
 اسی تھوڑی کی بیرونی کی گئی چاہے جس وقت پر تسلیم کے ہاتھ سے
 لمبی تالے پڑے تھے اس وقت یہ صمد کے سینے پر بیاہ اور ڈراؤنی
 تدبیروں کو پورا کرنے کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔

اس عجیب کچھری کی جو بات ہماری ذمہ سب سے پہلے اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس مقدمے کو کسی خاص جرم کی بنا پر شروع نہیں کرتے کیونکہ ایسا کر ثابت ہی مشکل تھا اور اس کا باعث یہ تھا کہ ممبران فیڈرل میں بھڑپا بڑی ہوئی تھی۔ بیج کی زندگی میں کئی باتیں ایسی تھیں جنہیں فریسی تو بہت برا سمجھتے تھے مگر صدیقی ان کی کچھ پروا نہیں کیا کرتے تھے۔ اس طرح کئی ایسی باتیں بھی تھیں جن کی بدولت صدیقی میں کرتے تھے مگر فریسی ان کو اچھا نہیں لگتے تھے مثلاً مسیح کا جیکل کو پاک و صاف کرنا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے صدیقیوں کو غیظ و غضب سے بھر دیا مگر فریسی اس سے بہت خوش ہوئے۔

کالٹھان نے اس کی تعلیمات اور اس کے رسوم کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا۔ غالباً اس کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو کہ اس کی تعلیمات میں کوئی ایسی تعلیم بھی پائی جاتی ہے جس سے بڑی شکل سے کہ وہ ملکی تنظیم کو دہم دہم کر چکا ہے اور اگر کوئی امید نکلنے ل جائے تو اس کی بنا پر اسے حاکم کے سامنے پیش کرے مگر یسوع نے اس کے سوس کا یہ جواب دیا کہ میں خفیہ نہیں بلکہ علانیہ تم میں سے ہوں۔ میں نے تعلیم دینا چاہا اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ میں نے کیا قصور کیا ہے۔ اس کے جواب کی غمخوئی طرز کو دیکھ کر کالٹھان کے کسی نمونہ میں ایک کار سے اس کے رخسار پر ہلچل مچا رہی تھی کہ ان منصف مزاج حضرات نے اس نابکار کو کچھ بھی نہ کہا۔ اس نامزد کردہ شخص سے روکنے کے لئے وہ ان بے انصافیوں سے کبھی

انصاف کی توقع رکھ سکتا تھا اس کے بعد کوشش کی گئی کہ اس کے برخلاف گواموں کی گواہی لی جائے اور اس سے کسی قسم کا الزام تیار کیا جائے۔ اس غرض کی انجام دہی کے لئے کئی شخص اٹھے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو یہ کہتے سنا ہے اور وہ کہنے لگتا ہے کہ اس کوشش کا نتیجہ کچھ نہ نکلا کیونکہ گواہ آپس میں متفق نہ تھے۔ آخر کار دو آدمی اٹھے جو ایک بات پر جو اس کے کام کے اندر ہی اس کی زبان سے نکل چکی تھی اس پر الزام لگائے گئے، کیونکہ ان کے زعم میں وہ بڑی خراب بات تھی مگر یہ الزام بھی بے سند تھا اور اگر اسے حاکم کے سامنے حرم کی مشورت میں پیش کرتے تو رین کی نادانی فاش ہو جاتی۔

ابن ابیہ تو انہوں نے معتمد بادشاہ رکھا تھا کہ اسے جان سے مار ڈالیں لیکن شکاہ ان کے ہاتھ سے نکل جانا تھا اور یسوع اہل خاومتی کھڑا دیکھ کر دیکھا کہ محاسنوں کی گواہیاں کس طرح ایک دوسری کو کاٹ رہی ہیں۔ اس کی عجیب خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اپنے مشورہ سے نہایت ہند اور علی ہے اور اس کے دشمن بھی اس بات کو غمخوس کر رہے تھے۔ پس آخر کار جب اس کو کچھ نہ ہو سکا تو میر جس آگ بگولا ہو کر اسے لوٹنے کے لئے مجبور کرتے لگا۔ کیا سبب تھا کہ وہ رعد کی طرح کڑکھٹے لگا؟ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک حرف تو وہ شرمناک لفظ تھا جو گماہوں کی جھوٹی گواہی سے عیاں ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کو شرمندہ کرنا تھا اور دوسری طرف یسوع کی یہ حال غمازی ان حضرات کی ضمیروں کو بھڑکادھی دات کے اندھیرے میں ایک بے غشور کے خون کی اوجھڑی میں لگے ہوئے تھے ستارہ ہی تھی۔

جب مقدمہ میں کچھ جان نظر نہ آئے تو کاٹھا اپنی جگہ سے اٹھ
اور مشنوعی سنجیدگی سے پوچھنے لگا "کیا تو خدا کا بیٹا سمجھتا ہے؟"
یہ سوال مشنوع پر محض ہنرمں لگانے کی نیت سے کیا گیا تھا، لیکن
اسم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خداوند جس وقت بول سکتا تھا اس وقت چپ
رہا تھا اس وقت جبکہ چپ رہ سکتا تھا بول اٹھا اور اس سے
بڑی سنجیدگی سے اقرار کیا کہ "جی ہاں میں خدا کا بیٹا ہوں۔ یہ بات س
کر وہ جو اس کی عداوت کرنے بیٹھے تھے، بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ
جواب ان کی طرف منہ تھا۔ پس انہوں نے مسخ ہو کر اس برکت
کا شوق لگایا اور اُسے واجب القتل ٹھہرایا۔

سادہ کاری کا روئی جلد حلقہ کی گئی، کسی سے ان قوانین کی
ہروانہ کی جو افسوس کے لئے ضروری ہونے لگی۔ ان کی کارروائی کا
مذہب یہ نہیں تھا کہ انصاف یا حق رسی ہو، بلکہ صرف یہ کہ مشنوع مجرم
گردانا جائے۔ کہا غصہ ہے کہ جو لوگ، اس کے مذہبی تھے وہی
اس کے منصف بھی تھے۔ کسی سے اس سے یہ نہ پوچھا کہ اسے
مشنوع کیا تو بھی اپنے گواہ اپنی بریت کے لئے پیش کر چکا تھا
ہے؟ ان دنوں اس کے مخالفوں کی تعریف میں کہتے تھے کہ
ہوتا ہے کہ ان کا ہفتہ سے ایک طرح کا سہارا تھا کیونکہ
کوئی انسان وہ دعویٰ نہیں کر سکتا جو سچ نے کیا۔ کوئی بستر ایسے آپ
کو خدا نہیں کہہ سکتا کہ ان کی مشاقت وہ پر معنی اس میں تھی کہ
انہوں نے کبھی اس کی حقیقت سے واقف ہونے کی کوشش نہ کی
اور نہ کبھی رضامندی ہی دکھائی۔ ان کے دل کی آنکھوں کو جو عین

اور مصائب نے اندھا کر دیا تھا۔ پس یہ فیصلہ جو انہوں نے اس
وقت کیا، ایسے دل سے تھا جس کے دروازے صداقت
کے برخلاف بند تھے اور جس میں عناد اور انتقام کا زہر اپنا
کام کر گیا تھا۔

ان کے نزدیک بیستی کے متعلق جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ
چوکا تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ صبح کے وقت جو اجلاس حسبِ قاعدہ
مستحق ہو گا وہ دو چار لمحوں میں ختم ہو جائے گا۔ اب یسوع ظلم
بینیہ اور رسم متعارف قوانین جیل اور ہر جمہور کے پیرو کیا گیا۔
اس کے بعد ایسی سرمناک سرکنس نکلتی ہیں آئیں جن کے بیان سے
قلم عاری ہے۔ طعن اور دشنام کی پوچھ کر تو ہمیشہ اہل مشرق کی
برنامی کا باعث سمجھی جاتی ہے مشنوع ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ
مشرقی سمیٹہ روم بھی اس بد لگامی میں شامل تھے کیونکہ یہ شخص جو
ان کو شرمندہ کرتا اور ان کے افسیارات پر حملہ آور ہوتا تھا اور ان کی
برکاری کی تلخی بھول دیا کرتا تھا ان کے نزدیک سخت لغت کا باعث
تھا۔ صدیقی لفظ کسی قدر بے پروا تھے مگر جب ان کو ایک دفعہ جوین
سجائے تھا تو ان کی بے پروائی بائبل دور ہو جاتی تھی اور وہ ایک دم آتش
عقربا سے بھر کر سہلہ اور چھوٹا ہو جاتے تھے اور اگر فریسیوں کے
عجیبانہ جوش کی پوچھ تو اس کی نسبت چپ ہی رہنا بہتر ہے کیونکہ
وہ طرح طرح کی ظالمانہ ترکیبیں ایجاد کر سکتے تھے۔ چنانچہ وہ کبھی اسے
گھونٹتے تھے، کبھی اس پر پتھر پھینکتے اور کبھی اس کی آنکھیں بند کر کے
اسے ٹھانچوں سے پیٹتے تھے اور اس کے پیغمبری دعوؤں کو ٹھٹھوں

میں اڑانے کے لئے اُس سے کہتے تھے اگر تو نبی ہے تو بت کہ
 مجھے کس نے مارا ہے؟ ہم بن باتوں کو جو نہایت ہمدردی لگاتی ہیں
 زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ یہ وہ مسیح کو چھ یا سات بچے صبح کے
 زنجیریں پہنا کر رومی حاکم کے مکان کی طرف سے چلے۔ وہ کیسا عجیب
 اور دل خراش نظارہ تھا جس وقت یہودی قوم کے کاہن اور علم اور
 ماضی اپنے مسیح کو ملے جاتے تھے تاکہ ایک عیروم شخص کے ہاتھ
 سے اُن کا خون کرائیں۔ یہ ساعت گواہی دہم کی خود کشی کی عت
 قی کیا اسی واسطے خدا نے اُن کو چنا اور ایسی نصیحت اور فطرت
 بخشی تھی کہ کیا کسی واسطے عقاب قدرت کے بازوؤں پر چھ کر اُن
 کو انسانوں کی ہوا کھلائی، اور ہر شکل اور آنت کے پیچھے سے پناہ
 دی تھی کہ کیا میں دن بچھنے کو اُن کے پاس اپنے اہل اور وہ
 بار بار بھیجتے تھے جنہوں نے اُن کے باپ دادا کو مصر اور بیل کے
 چنگل سے چھڑایا؟ کیا اسی نتیجے کے لئے وہ صدیوں سے اپنے
 جلال کے کرشمے اُن کو دکھا رہا تھا؟ اُن کی حرکت تو سی ظاہر کرتی تھی کہ
 گویا انتظامات ربی ٹھکانوں میں اڑائے جاتا ہے جس کو کون خدا کو ٹھکانوں میں اڑا
 سکتا ہے؟ اُس کے ارادے ہمیشہ تاریخ کے دائر میں اس طرح آگے آگے
 بڑھتے جاتے ہیں کہ کوئی چیز مسدود راہ نہیں ہو سکتی۔ وہ انسان کی رضامند
 اور مدد کا محتاج نہیں ہیں یہ اندوہناک گھڑی تھی جس میں یہودی قوم
 اُس کے انتظاموں کو ٹھکانوں میں اڑا رہی تھی، اسی لئے مقرر ہوئی
 تھی کہ اُس کی حکمت اور محبت کی گہرائی ہمہ جہت ہو۔
 جس رومی حاکم کے روبرو مسیح کو خدا فرعون تھا وہ پینٹس ہیل اُس

تھا جو چھ ماہ سے یہودیہ کا حاکم تھا۔ یہ شخص یگا رومی تھا مگر اُن
 پرانے اور سردہ رومیوں کی مانند نہ تھا جو گذشتہ زمانہ میں موجود
 تھے بلکہ یہ صریح زمانے کے رومیوں کی مانند تھا۔ اس میں شک
 نہیں کہ اُس کی طبیعت میں پرانے رومیوں کے انصاف کی کچھ
 کچھ رہن باقی تھی لیکن وہ عشرت پسند اور متکبر اور بد چلن آدمی تھا وہ
 اُن یہودیوں کو جن پر حکمرانی کرتا تھا سخت دت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا
 اور جب بھی ملے میں جاتا تھا تو اُن کا خون بھی پیا کرتا تھا اُس وہ
 اُس کو بیل عرب نہیں رکھتے تھے بلکہ اُس پرندہ انطاکی اور ظہر اور ٹوٹ
 مار کی خدمت لگایا کرتے تھے۔ ہیلٹس بیت شیم میں بہت ہی کم آتا تھا
 اور اس کا سبب یہ ہو گا کہ وہ شخص جو روم کے مشرقی سالوں کا سیغہ
 تھا جو تھیلوں اور طرح طرح کی خربخش کھیلوں کی گرم ہزارہی میں
 لگا ہوا تھا، اور عیاش سو سے مٹی کا فریفتہ ہو رہا تھا، کب ہو نہ سیم جیسے
 شہر کو جہاں ہمیشہ دینی باؤں کا سہرا ہوتا رہتا تھا اور بے وقت کی ہنگ
 سدا شگفتی رہتی تھی، بسند کر سکتا تھا، اور جب بھی آتا تھا تو
 متبرودیں کے شاہی محل میں اُتر کر رہتا تھا۔ یہ وہ رومی حاکم کا دستور
 تھا کہ جب وہ مہنہ مہمانک میں جاتے تھے تو اُن باؤں ہوں کے
 حلوں میں رہتے تھے جو حکومت سے برطرف کئے جاتے تھے۔
 اہل سیدیم اور وہ لوگ جو باہر میں اُن کے ساتھ مل گئے تھے
 یہودیہ کو اُس مڑک سے ملے گئے ہو اُس بارے کے سچ سے گذرتی تھی
 جس پر جو شہوت دہنیں اور تالاب اور دشت تھے جاتے تھے اور شاہی
 محل پر سچ کر سے محل کے سب سے کھڑا کیا۔ ہیلٹس میدان میں اُس

جنگ کے سامنے جہاں تل کے دونوں بازو آئیں ہیں ملتے تھے، اور جہاں
ورش پطرس کے رینگ اور قطع کے پتھر چڑھے ہوئے تھے اپنی
مسند پر بیٹھ کر پکھری کرتے لگا۔

یہودی سروروں کو یہ یقین تھا کہ پیلاطس ہمارے فیصلہ کو
قبول کرے گا اور مقدمہ کے فیصلہ و فرار پر غور کئے بغیر اس فتویٰ کی
تائید کرے گا جو ہم نے لگایا ہے کیونکہ رومی عہد بیات کے حاملہ
اوقات میں اس طرح کیا کرتے تھے یہ خصوصاً مدعی مقدمات میں یہ اتفاق
اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ روم کی وجہ یہ تھی کہ بسبب اجنبی ہونے
کے وہ مذہبی معاملوں کو جوتی سمجھ نہیں سکتے تھے۔ یہیں جب پیلاطس
نے پوچھا کہ یہ شروع سے کیا قصور کیا ہے تو وہ ایک مذہبی موکر چلا
آئے تھے کہ اگر یہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے۔ مگر
پیلاطس اس وقت اس کی درخواست قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ لہذا
اس نے کہا کہ اگر تم نہیں چاہتے کہ میں حالات دریافت کروں تو میرا
ہے کہ تم اسے وہ سراوے کر چھوڑ دو جس کے دینے کی اجازت تم
کو سرکار کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود
کے حالات سے کسی قدر واقف تھا۔ چنانچہ وہ جانتا تھا کہ اس کے
سبب سے جنہوں نے اس کو پکڑا ہے۔ یہود اس کے روزنامہ شہرت
سے جب یہ یقین میں داخل ہوا تھا تو اس عجیب و غریب کی خبر ضرور سرائس
کو ملی ہوئی مگر اس نے یہ دیکھ کر کہ یہود نے لوگوں کے بوجھ اور تعظیم سے
کوئی پولیشکل معتمد اور کرنے کی کوشش نہیں کی، نتیجہ نکال لیا ہو گا کہ وہ
سرکاری معاملات میں خلل اندازی کرنے والا آدمی نہیں اور اس کی بیوی کا

خواب بھی دلالت کرتا ہے کہ سچ کی نسبت محل میں بہت ہیبت پیدا کرتی تھی
اور ناممکن نہیں کہ اس دشاد و مذہب حاکم اور اس کی بیوی سے یہ دلچسپ
تخصیص میں کر کے یہ تسلیم میں ایک دہقان آیا ہوگا ہے جس نے کاپیوں کا دم
ناک میں کر رکھا ہے بڑی خوشی منائی ہو اور ہنس ہنس کر رہ کی نکل
کو دور کیا ہو۔ اب جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ اس کا کیا جرم ہے
اور تم کس طرح اس کو ثابت کرتے ہو تو انہوں نے طرح طرح کے
جھوٹے الزام لگائے شروع کئے جس میں سے میں بالکل عداوت ہیں۔
ہلہ الزام یہ تھا کہ وہ قوم کو بیکار کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ قید کو خرچ
دے سے منع کرتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے۔
چوتھے کے سپرد روم میں تو اس پر پھر کوئی الزام لگایا تھا، پھر اس الزام
لگائے جانے میں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ کفر کوئی
کا۔ الزام پلاطس کے دربار میں کارگردہ گا۔ رومی اس قسم کے الزاموں
اور جرموں کی چنداں پروا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب
چھ سال بعد پلاطس پر یہی الزام لگایا گیا تو اس
کے مدعیوں کی طرف از تو جرم کی بلکہ ان کو پکھری سے نکال دیا۔
پس مسیح کے مخالفوں نے ایسے نئے جرم گھڑے شروع کئے جو
ثابت کرتے تھے کہ وہ گورنمنٹ سے باغی ہے، لیکن یہ کیا کیمنہ
تھا۔ دیکھتے انہیں نہ صرف یہ کاری کے بند میں پھنسا پڑا بلکہ صان صان
حقوٹ بھی پوننا چڑ۔ اب ہم ان کو دروغ گو نہ کہیں تو اور کیا کہہ سکتے
ہیں؟ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے خلاف اس سے اسی معنیوں پر
سوال کیا گیا تو اس نے اس الزام سے بالکل مختلف جواب دیا تھا چنانچہ

اُس نے بڑی صفائی سے بتا دیا تھا کہ جو فیصلہ کا ہے قصہ کو دوہرا
 لیکن بلا طعوس خوب چاہتا تھا کہ یہ وقار داری جو اس وقت قصہ
 کو خواجہ دینے کے بارے میں دکھائی جاتی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔
 وہ اُن کی ملکِ صلاحی اور سرگرمی کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اُن کے
 اُن کے شور و غل سے چھان چکانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھتا اور
 بیچ کو محل کے اندر سے گہنا گہنا جانکڑوں سے خود حالات دریافت
 کرے۔ یہ گھڑی اُس کے لئے نہایت بخیرہ گھڑی تھی لیکن وہ اُس کو
 نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کا لفظ تھا تو اسے اس جگہ پہنچ لایا ہزاروں
 رومی حاکم جا بجا رومی سلطنت میں پائے جاتے تھے اور انہی اصولوں
 کے باعث تھے جن کا پابند بلا طعوس تھا مگر اس کا کیا سبب ہے کہ یہی حاکم
 جتنا کہ اُن اصولوں کو شیخ کے مقدمہ کے متعلق کام میں لائے؟ جن باتوں
 کا بلا طعوس اس وقت فیصلہ کر رہا تھا، اُن کے نتیجے میں اس کو معلوم ہو گئے۔
 شاید اس مجرم کو جو اس وقت اُس کے سامنے کھڑا تھا وہ اوروں کی نسبت
 کسی قدر زیادہ عجیب سمجھتا ہو گا، یہ کہتا ہو گا کہ میرا ایسے ایسے ہزاروں
 آدمیوں سے بلا طعوس ہے۔ میں وہ کب بہ خیال کر سکتا تھا کہ اگر یہ اس وقت
 انصاف کی پوکی برتوں میں ہی بیٹھا ہوا ہوں لیکن درحقیقت میری اور اس
 انتظام کی جس کے اصول کے مطابق میں عمل کر رہا ہوں، اس عمارتِ حقیقی
 کے روبرو پیش ہو رہی ہے جس کے کمال کا تو ہر شخص کے عجیب اور ہر
 انسانِ نظام کے نفس کو فاش کر دیتا ہے۔ بلا طعوس ہے، میں وقتِ مسیح
 سے چند سوالات اُن لوازموں کی نسبت کہے جو اُس پر لگائے گئے تھے۔
 خصوصاً اُس کے بادشاہی دعوے کے متعلق اُس سے دریافت

کہا۔ میسوع نے اُسے بتایا کہ میں نے پولیسنگ میں کبھی بادشاہ بننے
 کا دعوے نہیں کیا مگر صداقت کا بادشاہ ہونے کا دعوے کر کے ہے۔ یہ
 ایسا جواب تھا جو من صدائے دوست لوگوں کی دلچسپی کے لئے
 کافی تھا جو غیر قوموں کے درمیان تک نہیں جی میں سرگرداں ہو رہے تھے اور
 نتیجہ میں کہ شیخ نے یہ جواب اسی غرض سے دیا جو کہ دیکھ کر بلا طعوس کے
 دل میں جس کا احساس ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اُس قسم کی باتوں کا دوست نہیں
 رکھتا تھا لہذا اُس سے میسوع کی بات سننے میں اذادی۔ پھر بھی وہ اس
 بات کا قائل ہو گیا کہ میسوع کے پاک اور طہی اور غناک چہرے پر کوئی ایسے
 آثار نہیں پائے جاتے جن سے یہ ظاہر ہو کہ وہ سرکاری اس میں ابتر ہی
 نہ کرنا چاہتا ہے۔ میں وہ عمل سے لنگی آیا اور یہودیوں سے کہنے
 لگا کہ چونکہ میں میسوع ہیں کوئی قصور نہیں پاتا اس لئے اُسے چھوڑ
 دینا چاہوں۔

یہ سن کر یہودی ناپسی کے مار سے عرصہ سے بھر گئے اور رہا چلا
 کر اُن لوازموں کو جو شیخ پر لگائے گئے تھے دہرائے گئے۔ یہ طریقہ
 یہودیوں ہی سے مخصوص تھا جتنا کہ کئی دفعہ اس سے پہلے سنوں
 سے پہلے شور و غل کی سطح سے اپنے اجنبی حاکموں پر فتح پائی تھی
 اور اُن کے جھگڑوں کو اپنی برتری کے مطابق تبدیل کر دیا تھا۔ بلا طعوس
 کا درجہ یہ تھا کہ اُن کے شور و غل کی طوط ذرا تو خیر نہ کرتا بلکہ اُس کو اسی
 وقت چھوڑ دیتا مگر اُس کے حیرتوں وہ حکمت میں غسی ہوئی تھی اور وہی انتظام
 کی چھان تھی یعنی وہ باہمی امن اور نہ ہوا حال آدمیوں کا معتقد تھا۔ اس
 جب اُس نے اُن چیزوں کے درمیان جو اُس کے کانوں کے پر سے چھڑ

میں نہیں، ان کو یہ کہتے تھے تمہارے پیروں میں بلکہ گلیں سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھایا کہ تمہارا ہے۔ تو اس بات سے وہ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ لیکن اس وقت وہ معاویہ سے بالکل مبارک و خوش ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں یہودیوں کو ہیرودیس کے پاس جو گلیں کا حاکم ہے اور اس وقت یروشلم میں آیا ہوا ہے بھیج دوں گا تاکہ وہ اس کا مقدمہ کرے۔ یہودی عہداری میں یہ دستور تھا کہ جس واقعہ میں کوئی شخص گرفتار کیا جاتا تھا، اس کا حاکم اس کو جس علاقے کے حاکم کے پاس بھیج دیا کرتا تھا جس سے وہ مجرم علاقہ نہ گھستا تھا۔ لہذا پلاطوس نے یہودیوں کو اسے باڈی گارڈ کے ہمراہ ہیرودیس کے محل کی طرف روانہ کیا اور بھیج کے تمام بھیجے ان کے ساتھ اسی طرف چل پڑے۔

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ہیرودیس اپنے چھوٹے سے دربار میں خوشامدی اہل کاروں اور بندہوں کے بیچ مسند پر بیٹھا ہے اور ادھر ادھر کی گارڈ کے سیاسی موجود ہیں۔ ہیرودیس بھی گدیوں کی طرح جن کا وہ حلقہ گوش تھا باڈی گارڈ رکھ کر تھا اور اس وقت عدل سے لئے یروشلم میں آیا ہوا تھا۔ وہ یہ سن کر کہ یہودیوں کو اس سے بڑا خوش ہو گیا کہ جس ملک پر وہ حکمران تھا اس کے اسیر سے اس پر سے تک یہودیوں کی نہرت پھیل رہی تھی۔ ہیرودیس مشرقی رستاہوں کا ایک عمدہ نمونہ تھا کیونکہ اس کے دل میں صرف ایک ہی خیال تھا اور وہ یہ کہ اپنے دل کو ہر طرح خوش رکھنا چاہیے۔ عشرت اور لذت اس کا دستور تھا اور یروشلم میں بھی اس

دلت تماشے ہی گئے تھے آیا تھا۔ سو جب یہودیوں اس کے پاس لگا تو اس نے یہاں کیا کہ اب دل لگی کا اچھا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ کے لئے میری اور میرے درباروں کی طبیعت خوب لگی رہے گی۔ اسے اُمید تھی کہ یہودیوں صدمہ کسی نہ کسی طرح کی کرات دکھا کر ہمیں خوش کر دے گا۔ ہیرودیس کسی بات کی طرف توجہ کی سے وہاں نہیں لگا سکتا تھا چنانچہ یہودیوں کو خوش و خوش سے بھرے ہوئے اس بات کی اُمید رکھتے تھے کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے گا کہ اس نے ذرا نوہر نہ کی بلکہ اسے ترتیب سواں کے بندہ کے لئے شروع کئے کہ جو اب دینے کی مہلت نہ دی۔ آخر کار تھک کر چپ ہو گیا اور یہودیوں کے حاکم کی تظاہر کر کے دیکھا کہ یہودیوں نے اس کے سامنے ایک لفظ بھی اپنی رہا ہے نہ نکالا۔ ہیرودیس نے جوتہ بیٹھ دینے والے کے قتل کو بھول گیا تھا اور جو خیالات اس کی غور و خیز سے اس کے دل میں پیدا ہوئے وہ بھی کاغذ ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس کا دل چلنے پھرنے کی سہ تھا جس پر بال کی بوند کبھی میں ٹھہرنی، مگر یہودیوں کو قتل کو نہیں بھولا تھا اور وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ ہیرودیس کو میرے سامنے جو بوجھنا کا دوست ہوں آنکھ کھانے سے شرم کھانا چاہئے پس خداوند نے ارادہ کیا کہ میں اسے شخص کے ساتھ ہرگز ہرگز بات نہ کروں گا، جو مجھے فقط ایک اچھے دکھانے والا ہی تصور کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں اسے اپنی کرات کے تماشے سے رجحان مل سکے۔ اس شخص کی طرف میں نے اپنے آپ کو یہاں تک شراب کر دیا تھا کہ ہیرودیس اسے اپنے نام و نشان تک اس میں نہ رہا، دیکھ بھی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن ہیرودیس جو بالکل مردہ ہو گیا تھا اس خاموش نفرت کی سیٹھنے والی تاش کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

مگر میرودیس بھی اس منقذہ میں منجیدگی کو کام میں لایا اور مسیح سے معجزہ دیکھنے کی بے فائدہ کوشش کرنے کے بعد ب اُس نے اور اُس کے سپاہیوں کے مسیح کو ذیل کرتا شروع کیا۔ چنانچہ اُسے ایک ایسی جگہ دیا جہاں سناٹا تھا جس میں وہ لوگ بہت گہرے تھے جو شام کی تاریکی میں گھٹنے کی امید رکھتے تھے اور ہیرودیس کا بھی میں مطلب تھا کہ اس پوٹنگ سے ظاہر ہو کہ مسیح بھی یہودیوں کے تخت کا امیدوار ہے لیکن ایسا امیدوار جو وقت اور جگہ کے ساتھ اور کسی بات کے دلچسپ نہیں۔ اس وقت کے ساتھ مسیح کو پھر یہودی حاکم کے دربار کی طرف لوٹنا پڑا۔ اب یہودیوں سے وہ بائبل سرور ہونے کی وجہ سے اُس کو نہ سناٹا کا ایک ایسا نمونہ بنا دیا جس کو مسیح کی سب سے گہری کاغذ صدیوں سے فاض کرتا آیا ہے۔ اُس پر یہی تھا کہ جس وقت مسیح اُس کے پاس لوٹ کر آیا تھا اُس کو اسی وقت بڑی کردینا مگر اُس نے سیالائی سے کام لینا چاہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی میں گرفتار ہو گیا اور راستی کا بالکل حوالہ کھینچا۔ اُس نے یہودیوں کی طرف مخالفت ہو کر کہا کہ اس شخص میں نہ مجھے اور نہ ہیرودیس کو کوئی قصور معلوم ہوتا ہے، میں میں اُسے کو بڑے مار کر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس میں بلاطوس کی حکمت عملی یہ تھی کہ وہ فیصلہ کرنا تھا کہ کوثر سے یہودیوں کے آئسو کو پھردیں گے اور مسیح کو چھوڑ دینا انصاف کی دیوی کے لئے بھینٹ کا کام نہیں ہے گا۔

لیکن ابھی وہ اس خبر کو پورا کر کے نہیں آیا تھا کہ ایک اور واقعہ سرزد ہوا جس نے ایک مرتبہ پھر بلاطوس کو مسیح کے چھوڑنے کا موقع دیا۔ رومی حاکم کو احاطہ تھی کہ مسیح کے روز قید یوں میں سے ایک قیدی کو لوگوں کے لئے چھوڑ دے۔ اس دستور کو اہل یروشلم بہت پسند کرتے تھے کیونکہ قید خانہ میں بہت سے ایسے قیدی ہوتے تھے جو یہودیوں کے بڑے سے مستقر ہو کر آدھی آدھی بے یار و مددست کا بھینٹا بن جاتے تھے اور عوام کے نزدیک کسی حرکت کے سبب سے بڑے سارے گئے چلتے تھے۔ آج چونکہ مسیح بھی وہی تھا لہذا لوگ شہر کی گلیوں اور پوچوں سے بوق رب بوق مل آئے اور بڑے بڑے سخن و خروش اور شور و غل کے ساتھ ہی محل کے دروازے پر آئے سوچو محوئے ناکہ اپنا سالانہ کام یا نہیں۔ یہودیوں کی یہ درخواست بدلتوس کے حسب خواہش تھی کیونکہ اُس کے دل میں یہ آئینہ پیدا ہوئی کہ یہ اب بھی جس میں اس مشکل حالت سے جس میں میں پھنس رہا ہوں نکلیں گا مگر یہ اُس کی گروں کے لئے ایک نیا پھندا تھا۔ اب بلاطوس نے ان سے کہا کہ اگر چاہو تو مسیح کو تمہارے لئے چھوڑ دوں۔ یہودیوں کے لئے وہ خاموش رہے مگر جب یاد آیا کہ ہمارا ایک رفیق یہودیوں میں ابھی خید میں پڑا ہے تو اُس کی رائی کی درخواست کی۔ یہ شخص اپنی مرکزیت کے سبب شہر گھر کو کہہ کر اُس سے رومی حکومت کی یہ کمی کے لئے علم بغاوت ملنے کیا تھا۔ لوگ بھی اُس کی نصیحت سے متاثر ہوئے تھے کہ یہودیوں کے لئے سے کا تا بھومی شروع کر دی اور انہیں ترغیب دی کہ مسیح کی رائی پر متفق نہ ہوں۔ دیکھتے سنیدم کے ممبرن کی یہ کارروائی کیسی تباہ کن

جس۔ بھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ ہم جہاں تیار اور
دعا دار رہا ہیں اور دعویٰ قانون اور انتظام کو پسند کر کے ہیں لیکن جب
شیوع کے بڑا ہونے کی ایک صورت نظر آئی تو فوراً اس کی طرف چو
گئے جو لغات کا سرغنہ تھا اور اپنی کوششوں میں ایسے کامیاب ہوئے
کہ تمام لوگوں کو درخشا گیا۔ چنانچہ وہ سب کے سب برآیا ہوا پکارتے
گئے۔ پلاٹوں نے یہ سن کر کہا میں شیوع سے کیا کروں؟ شاید
وہ سوچتا تھا کہ میرے اس سوال کو سن کر لوگ کہیں گے کہ اس سے
بھی چھوڑ دے۔ مگر یہ اس کی غلطی تھی کیونکہ سنہ ۱۹۱۸ء والوں سے
ایسا کام ایسی خوبی سے کر لیا تھا کہ ہزار ہا آوازیں یہ کہنی پڑی تھیں،
”سے صلیب دے“۔ پس میں طرح ان کے دینی حاکموں نے کہا
میں طرح وہ بول اٹھے یا توں کہیں کہ جو قصہ ان کے دہروں
نے کیا اس پر انہوں نے بھی اپنے دستخط کو دینے۔ ان کی یہ حالت
دیکھ کر پلاٹوں بڑا غصے ہوا اور کہنے لگا: ”کیوں؟ اس نے کیا
قصہ کر لیا ہے؟“ مگر اس خطی اور ایسے جوابوں سے کچھ نہیں ہو سکتا
تھا۔ کیونکہ بصلہ تو ان کے ہاتھ میں جھوڑ دیا گیا تھا جن کے سر پر
شعرت ہو رہا تھا۔ پس اس کا یہ سوال سن کر وہ اور بھی چڑا گیا
کہ کہنے لگے: ”مے لے جا اور صلیب دے! صلیب!!“

لیکن پلاٹوں ابھی انصاف کا حق کہنے کے لئے فوراً سے طور پر
تیار نہ تھا۔ وہ ابھی ایک اور چار چہن چاہتا تھا مگر میرے اس نے یہ
محکم دیا کہ شیوع کے کوڑے لگائے جائیں۔ یہ فعل عموماً صلیب مینے سے
پہلے وقوع ہوا کرتا تھا۔ اب یہاں اس کو اپنی جگہ سے لگے اور وہ

اس کو بے عزت کر کے درگاہ دے کر اپنی ظلم پیدا طبیعت کو سر کیا۔
ہم اس شرمناک اور درد انگیز نظارے کا حال بخت و برنگ مٹانا
نہیں چاہتے۔ تو رکھیں کہ جب یہ لوگ اپنے سخت اظہار سے اس
کو جو سائنس کو ایسی عزت دیتا اور ایسا پیار کرتا تھا تو کچھ دیتے
ہوں گے تو اس کے دل میں کیا کچھ کرتا ہوگا اور کیا حمد و پختہ ہوگا
جب وہ اس قدر نزدیک سے اس بے حد ظلم کو دیکھتا تھا جو انسان
سے سرزد ہو سکتا ہے۔ یہاں اپنی ظالمانہ حرکات کے مرے لے
رہے تھے اور ظلم پر ظلم کرتے جاتے تھے چنانچہ جب کوڑے لگا چکے
تو اس کو ایک کرسی پر بٹھا دیا اور بادشاہوں کے ارغوانی جوئے کی
نقل میں کہیں سے پیٹ پڑانا چوندا کر، مے پینا دیا۔ عصا کی جگہ ایک
سرکڑا اس کے ہاتھ میں دیا اور ان جھارٹوں میں سے جو اس پاس
آگ رہی تھیں خار دار شیاں لے کر اور انہیں توڑ مروڑ کر تاج بنایا اور
اس کے سر پر رکھ کر ایسا دایا کہ کانٹے اس کی گردنی میں جبا
ہوئے۔ اس کے بعد سر پر ایک ٹھٹھے سے اس کے۔ سے جاکر سجدہ کرتا
اور اس کے منہ پر ٹھوکتا تھا اور جو سرکڑا اس کے ہاتھ میں تھا وہی
چھین کر اس کے سر اور منہ پر مارتا تھا۔

جب وہ اپنی ناشائستہ حرکات اور ظلم سے آخر کار میر ہو گئے،
تو سے درخواستی چوٹے اور کانٹوں کے تاج کے ساتھ پلاٹوں کے
پاس لائے۔ لوگ سامہوں کے اس نئے ٹھیکے کو دیکھ کر ہنسنے مہینے
پاگل ہو گئے۔ اب پلاٹوں نے اس کو ایسی جگہ رکھا کہ جہاں سے سب
لوگ اسے دیکھ سکتے تھے اور ہر دوڑوں سے کہا کہ ”اس آدمی کو دیکھو“

اس کا مطلب یہ تھا کہ تم اس آدمی کو دیکھو جس کے ساتھ اس سے زیادہ سختی کرے گی ضرورت نہیں۔ تم کہیں اس کی جان کے سچھے پیڑ سے مرہو؟ اس کو مارے سے نہیں کیا فائدہ ہوگا، کیا ایسا سخت حال آدمی کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتا ہے، مگر جو الفاظ بلاطوس کے منہ سے نکلے وہ ان کا مطلب یہ ہی نہیں سمجھنا تھا۔ اس کے یہ الفاظ اس آدمی کو دیکھو، تمام دنیا میں گونج رہے ہیں اور ان کے سبب سے ہر زمانہ کے لوگوں کی آنکھیں اس حروفِ عثمانیہ کی طرف مائل ہیں۔ لیکن جب ہم اس کی صرف نظر کرتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں؟ یہ کہ اس کے چہرے پر سے تو سرم کا سایہ دور ہو گیا ہے اور بلاطوس اور سیاہیوں اور کاپیوں اور دیگر مٹھانوں کے چہروں پر جا رہا ہے۔ اس کے جہاں کے ٹوٹنے بے خبری کے دھڑکوں کو دیکھ رہا ہے اور کاپیوں کے تازہ کیسٹروں کناروں کو جسے بگڑے شعلے کی طرح درختاں گرو رہا ہے۔ اب ہم غور کی دیر کے لئے بلاطوس کی طرف آتے ہیں جس طرح وہ بیسویں کی سلطنت کو محسوس کرنے میں قاصر ہو گیا، اسی طرح ان لوگوں کی طبیعت اور مزاج کے جانے میں مافوقِ رنگا جس پر حکومت کیا کرنا تھا وہ سوچتا تھا کہ وہ مسیح کو ایسی خستہ حالی میں دیکھ کر خاموش ہو جائیں گے اور ان کے انتقام کی پیاس اس ذلیل مظلوم سے سبب چھ جائے گی مگر وہ ان باتوں کو کب سنتے تھے وہ تو شروع ہی سے یہی جانتے کرتے تھے کہ یہ شخص جو نہ دولت کا غور رکھتا ہے اور نہ بادشاہ بننے کی طرح کب متاع ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، اور اب نواب اور بھی بگڑ گئی تھی کہ وہ وہ عہد و سبب میں ان کے لئے سے کوڑے لگ چکا تھا اور

بھٹکوں میں، مڑا یا جا چکا تھا۔ پس سب یہ بے خبری کا نظارہ ان کے دلوں کو بلاطوس کی بات، منہ کی تڑپیں کہاں سے سکھاتا تھا؟ نہیں بلکہ ان باتوں نے ان کو اور بھی نفرت اور دلوانہ پن سے بھر دیا اور وہ پہلے سے زیادہ زور سے جلاتے تھے اور اسے حبیب دے، اسے صلیب دے، آخر کار انہوں نے وہ الزام بھی اٹھل دیا جو اب ملک ان کے دلوں کی تڑپ چھپا چکا تھا اور جسے اب زمانہ چھپ نہیں سکتے تھے جتنا بچہ وہ جلاتے تھے، ہم ان شریعت ہیں اور شریعت کے موافق وہ قتل کے وارث ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا، مگر یہ بات سن کر بلاطوس کے دل میں اور ہی خیالات پیدا ہو گئے ہو یہودیوں کے وہم میں بھی کبھی نہیں آئے تھے پہلے تو اس کے وطن میں کئی پرانی یہ واقعات دیوتاؤں کے بیٹوں کی مروج تھیں جو بتائی تھیں کہ وہ زمین میں غریب بن کر آئے اور اسے خود پرہیزگار کہ کوئی ان کو عام لوگوں سے امتیاز نہیں کر سکتا تھا اور لوگوں کا ان کے متعلق یہ عقیدہ بھی تھا کہ ان سے دو چار ہونا بڑے خطرے کا باعث ہوتا ہے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ اگر ان کو کسی سے دکھ پہنچا تو ان کے دیوتا پھر زور دکھ دیتے، دے کو دکھ پہنچائیں گے۔ لیکن اب لوگ اس قسم کے قصوں کو ماننا چھوڑ چکے تھے کیونکہ بنی آدم میں کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا تھا جس میں ایسی عجیب و غریب باتیں نہ ہوں جن کے سبب سے وہ دیوتاؤں کا فرزند نہ مانا جائے لیکن بلاطوس کی آنکھوں سے پتھر میں کچھ ایسے پتھر کی بات محسوس کی ہوئی جس کے سبب سے اس کا دل دہشت سے بھر گیا اور اب اب اس

نے لوگوں کے ہجوم کو کہنے لگا کہ "اُس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا
 ٹھہرایا" تو یہ زیادہ کا شفق بھلی کی طرح اُس پر آیا۔ یوں مفسکوں سے اُس کے
 حافظے کی نسلوں میں سے ان کو مارنے اور بھروسے ہوئے بھگتوں کو جو اس
 نے عام فطرت میں سے تھے نکال کر اُس کی "ناکھوں کے سامنے کھڑا
 کر دیا اور اُس کے دل میں ایسا خوف بھریا جو بہت پرستی سے خاص
 ہے اور جس پر کوئی زبان میں کی بڑے بڑے نالک (ڈرٹے) اور
 ہیں یا یوں کہیں کہ ایسے ڈرٹے تھے جو تھے ہیں جن کے مضمون سے
 ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگ ڈرٹے تھے کہ کہیں بھول چوک سے ہیں
 ایسا مجرم نہ ہو جلتے جس کے سبب سے آسمانی طاقتیں اقامت میں
 پر آمادہ ہو جائیں۔ اب بلاطوس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس
 طرح کیسٹر اور بالکس جو پیٹر کے بیٹے تھے کہیں کسی طرح مسیح
 بھی یسویوں کے بیٹا کا بیٹا نہ ہو۔ پس وہ فوراً اُسے محل میں
 لے گیا اور ایک نئے تخت اور ذوق سے اُس کی طرف دیکھ کر
 پوچھنے لگا "تو کھل سے سچے ہو مگر مسیح نے اُس کے جواب
 میں ایک لفظ نہ کہا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب مسیح نے اُسے
 اپنی بابت سب کچھ بتانے کو تیار تھا اُس وقت اُس نے اُس کی
 طرف ذرا التفات نہ کی بلکہ اُسے کوڑے لگا کر انصاف کا امتیاز اس
 کر دیا۔ اور دیکھنا چاہیے کہ جو کوئی اُس وقت مسیح کی طرف توجہ میں کرنا
 وقت وہ اُس سے بولتا یا بولنا چاہتا ہے وہ ایک ایسا وقت دیکھ گا
 جب وہ چاہے گا کہ مسیح بولے لیکن اُسے کچھ جواب نہ دیا جائے گا۔
 اب یہ مقررہ حاکم کہیں مسیح کی اس خاموشی سے تعجب کرتا تھا

اور کبھی غصہ ہوتا تھا۔ آخر طیش میں آکر کہنے لگا تو مجھ سے بولتا میں؟
 کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے تیرے چھوڑ دینے کا بھی اختیار ہے اور
 مسبب دینے کا بھی؟ اِس کے جواب میں مسیح نے اُس کا نام نہ
 دیا یہ سے جو یاد چودہ ظالمین ذلت و خواری کے اُس کی ضرورت سے
 ٹپک رہا تھا یہ کہ "اگر تجھے اوپر سے نہ دیا جاتا تو تیرا گھر پر کچھ
 اختتام نہ ہوتا"۔

پلاطوس اپنے اختیار اور طاقت پر ناز کر کے کہتا تھا کہ میں
 جو چاہوں سو تیرے ساتھ کر سکتا ہوں مگر درحقیقت وہ بہت ہی
 کمزور تھا کیونکہ وہ اس کے ارادے سے باہر کیا تھا کہ جس مسیح کو
 چھوڑ دوں گا مگر اُس پر قائم نہ رہا۔ یسویوں نے اُس کے چہرے کو
 دیکھ کر معلوم کر لیا کہ اُس کے دل میں کیا ہے۔ پس جنہوں نے اپنا
 آخری جملہ ان الفاظ کے وسیلے سے کہا جنہیں وہ اب تک دل میں
 چھپائے ہوئے بیٹھتے تھے یعنی اُسے دھکی دے کہ اگر تو اسے
 چھوڑ دے گا تو ہم تجھے پھر قیصر کے دربار میں تلاش کریں گے۔ ہمارا
 دوست میں اسقاط مذکورہ ذیل کا جو اُن کی زبان سے نکلے ہی مطلب
 ہے "اگر تو اسے چھوڑ دیتا ہے تو قیصر کا خیر خواہ نہیں ہی اور نہ ہی
 کے شروع سے پلاطوس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔ یہی وہ بات تھی
 جس کے سبب سے پلاطوس منصف نہ فیصلہ پر قائم نہ رہا۔ رومی حکام
 کسی بات سے اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا اُن نالاشوں اور فکایتوں
 سے جو اُن کے برخلاف قیصر کے دربار میں کی جاتی تھیں۔ پلاطوس کے
 زمانہ میں اس قسم کی شکایتیں اور بھی نقصان دہ سمجھی جاتی تھیں کیونکہ اس

وقت ایک ایسا شخص دیکھ کر تعجب ہوتا تھا جو بڑا آدمی اور سید گھل
اور نظام آدمی تھا۔ وہ اپنے خادموں کو بے عزت کر کے خوش ہوتا تھا،
اور اگر اپنے ماموتوں میں سے کسی کو کسی غصے کے دعوے دار کی رہایت
کرتے دیکھ لیتا تھا تو فوراً آگ بگولا ہو جاتا تھا۔ ملاطیس پر بھی خوب
جانتا تھا کہ میراکام کے حلقے کے لاشیں نہیں کیونکہ اُس میں علم اور خزانہ
کے ذرائع گئے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شخص کو نیکی کو سننے
سے کوئی بات اتنا نہیں روکتی جتنا اُس کی گدھتہ ٹھکر کی بدی ہوئی
ہے۔ پس بیوروں کا ڈراوا ملاطیس کے ارادے کو ہلانے میں دُوبی
کام کر گیا جو یہاں کے سیلاب مگرور اور بے بین دھارتوں کے
گرواٹنے میں کر جاتے ہیں اور یہ سیلاب بھی اُسی وقت آئے جب کہ
اُس نے اپنے نصیب کی خدمت کا قصد کر لیا تھا۔ مگر وہ ایسا بے در
نہیت کہ ایسا نقصان گوارا کر کے بھی اس بات کی بیرونی کرنا جس
کو وہ دوست سمجھتا تھا۔ وہ دُوبا کا غلام تھا، سو اُس نے فوراً دیکھ
لیا کہ مصیبت اسی میں ہے کہ بیوروں کو بیوروں کے سولے کر دے۔
اب سمجھ تو وہ اس بات سے غصہ جو رہا تھا کہ ان بیوروں نے
مجھے بڑا لٹاڑا ہے اور مجھ پر مذہبی خیال کے سبب سے بھی خیر خواہ
خاطر ہو رہا تھا۔ اس آخری خیال کے سبب سے اُس نے اپنی تنگدلیا
اور سب کے سامنے اپنے ہاتھ دھو کر کہا میں اس راستہ پر گئے جو حق
سے بڑی عورت۔ لیکن اُس نے بڑی غصہ کی کیونکہ ہاتھ دھونے کے
عرض لازم یہ تھا کہ وہ اُنہیں مسیح کی رانٹ کے لئے استعمال کرنا حق
آسانی سے دھوپا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پلاٹس کے سین و

وقت ایک ایسا شخص رومی تخت پر بیٹھا ہو، تھا جو بڑے بڑے آدمیوں اور بزرگوں اور علم آدمی تھا۔ وہ اپنے خادموں کو بے عزت کر کے خوش ہوتا تھا، اور اگر اپنے ہاتھوں میں سے کسی کو کسی تخت کے دعوے والی کی رعایت کرتے دیکھ لیت تھا تو فوراً اُنک بگولا ہو جاتا تھا۔ پلاطوس یہ بھی خوب جانتا تھا کہ میرا کام لاشے کے لائق نہیں کیونکہ اُس میں ظلم اور غلامی کے دینے لگے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی شخص کو شہر کرنے سے کوئی بات تماشیاں روکنی جتنا اُس کی گتہ شدہ عمر کی بڑی لگتی ہے۔ پس یہودیوں کا ڈر اور پلاطوس کے ادارے کو لایسے میں وہی کام کرنا جو پانچویں کے سیلاب کمزور درجے میں دھار توں کے گرائے میں کر جاتے ہیں اور یہ سیلاب عین اُس وقت آتے جب کہ اُس نے اپنے نظیر کی طاعت کا قصہ کر لیا تھا۔ مگر وہ ایسا بہادر نہ تھا کہ اپنا نقصان گوارا کر کے بھی اس بات کی بیروی کرتا جس کو وہ راست سمجھتا تھا۔ وہ دنیا کا غلام تھا، سو اُس نے خود دیکھ لیا کہ مصیبت اسی میں ہے کہ یسوع کو یہودیوں کے حوالے کر دے۔

بہرحال تو وہ اس بات سے غصہ ہو رہا تھا کہ ان یہودیوں نے مجھے بڑا سزا دے کر مجھ کو نہ ہی خیال کے سبب سے بھی پڑھ کر خاطر ہو رہا تھا۔ اس آخری خیال کے سبب سے اُس نے پانی منگوا دیا اور اس کے سامنے اپنے ہاتھ دھو کر کہا میں اس راستہ کے خون میں۔ لیکن اُس سے بڑی غلطی کی کیونکہ ہاتھ دھونے کے تاکہ وہ امیں مسیح کی ربائی کے لئے استعمال کرتا تھا۔

یہ نہیں جانتا۔ لوگوں نے پلاطوس کے پاس و

پیس کر کے کو خوب ہتھکڑیوں میں اڑایا اور جلا کر کٹ شروع کیا اُس کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر پڑا۔

اب پلاطوس نے اُن کی بے ادبی سے تنگ آکر یہ ارادہ کیا کہ میں بھی ان کو خوب شرمندہ کر دوں گا۔ پس اُس نے یسوع کو ایک ایسی جگہ جہاں سے اُسے سب دیکھ سکتے تھے کھڑا کر کے اُن کو ہتھکڑیوں میں اڑانا شروع کیا۔ چنانچہ یسوع کو یہودیوں کا بادشاہ نہ کہ یہ خدا نے لگا کہ یہی شخص جو ہمایہ کنگال اور لاچار ہے حق حقیقت میں غمناک بادشاہ ہے۔ کیا میں عمار سے بادشاہ کو صلیب دوں؟ وہ یہ سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے "نیکمر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں"۔ دیکھئے یہ قرار یہودیوں کے ہوں سے کیسے سننا ہے! یہ کہنا گویا اپنی قوم کی آزادی اور توبہ کو بر باد کرنا تھا۔ پلاطوس نے اُن سے اس اقرار کو تسلیم کیا اور یسوع کو اُن کے حوالے کر دیا۔

صلیب۔ جب وہ پلاطوس کے ہاتھوں سے اپنا فنکار چھیننے میں کامیاب لگے تو اُسے صلیب دیے کو منتقل کی طرف روانہ ہوئے۔ اب اُن کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ چنانچہ وہ راستے میں اپنی نالائقی اور ناروا فحتمندی کو طرح طرح سے ظاہر کرتے جاتے تھے۔ یوں تو مسیح کے جلاؤ یہودی مسردار تھے، وہ اس خراب کام کے متعین ایسے سرگرم تھے کہ اُسے سرکاری پیادوں کے ہاتھ میں نہیں پھوڑ سکتے تھے بلکہ ساری جماعت کے آگے آگے خود جا رہے تھے تاکہ منتقل میں جاکر اُس کی تکلیفوں کو دیکھ کر

اُس کے خون سے اپنے انتقام کی سیاس چھایا اُس وقت قریباً صبح کے دس بج گئے تھے۔ لوگوں کا شمار جو حاکم کے محل پر حاضر تھے، دفتر رفتہ بڑھ گیا تھا اور جب وہ پل منہ ڈرم کے پیچھے پیچھے شہر میں سے گزرتے ہیں گے تو اُس وقت اور لوگ بھی اُس سے آٹے ہوں گے اور چونکہ آج صبح کا دن تھا اور لوگوں کو اپنے کاروبار سے دستِ عقی اُس کے لئے ہزار ہا لوگ ترشے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ لوگ جو منہ ڈرم کے گھروں کے بند روئے مسج کو صلیب پر دیکھنے کے لئے منہ ڈرم موجود ہوئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم فیاس کر سکتے ہیں کہ ہمارے خداوند کو ہزاروں سختیوں اور بے درد لوگوں میں سے گزر کر اپنے مقتول کو جانا پڑا۔ جس جگہ وہ صلیب پر کھینچ گیا اُس کا ٹھیک بتہ معلوم نہیں۔ غالباً یہ جگہ شہر کے باہر تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی جگہ لوگ پھانسی دیئے جاتے تھے۔ انجیل میں کوئی ایسا مقام نہیں پایا جاتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ جگہ کوری کمراتی تھی اور نہ مقتول کے قریب ہمارے کوئی ایسا پتہ ہی واقع ہے جسے دیکھ کر ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ پتہ پر مصلوب ہوا تھا۔ فلان تھا کی جس کا ترجمہ دیکھو بڑی کی جگہ لکھا گیا ہے یا تو یہ دھرم سمیہ ہے کہ اُس جگہ کی شکل انسان کی کھوپڑی کی مانند تھی یا یہ کہ وہاں اُن لوگوں کی کھوپڑیاں پائی جاتی تھیں جو تین اوپر موت کا شکار ہو چکے تھے۔ یہ دھرم زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے۔ ہر حال یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر جگہ ایسی گستاخ اور کھلی مٹی کی کثرت سے لوگ وہاں سے لے سکتے تھے اور اسی طرح یہ بھی روشن ہے کہ وہ مرگ کے کنا سے تھی۔

کیونکہ انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کے ساتھ وہاں پہلے سے موجود تھے اُسے جاتے وقت اُنھی کھڑے ہو کر مینوع کے دیکھوں کو دیکھنے لگ گئے تھے۔

صلیب کی موت واقعی بڑی جہالت کی موت تھی۔ مسٹر جی اُس سے خوب واقف تھا مگر اسے کہ وہ نہ سمجھتا۔ مسٹر جی اُس کی موت کو دیکھ کر حیران رہا تھا کہ وہ کسی مذہب کے بدن کے لئے کیے جانے والے ہیں یا اُس کے حیات۔ اور انکھوں اور کالوں کے اس بھی نہ اُسے پائے۔ یہ مسٹر جی اُس اور باپور کو دیکھ جاتی تھی اور اُن کی ذہن کا اس میں اتنا سمجھ جاتی تھی۔ واقعی ایک نہ وہ آدمی کو صلیب پر بچوں سے گستاخ ایک ایسا نظارہ تھا کہ اُس سے زیادہ صلیب کے ہر کوئی نظارہ میں پرستار۔ اگر مٹھیں گارے گارے موت اُجھائی تو مٹی صلیب کو بڑی تکلیف، کھائی بڑی تھی۔ مٹی کی بڑی تباہی تھی کہ مصلوب کے دو دشمن تین دن تک عذاب کے ماتے کر سنا پڑتا تھا۔ ہاتھ کھڑے ہاتھ جن میں مٹھیں کھنکھاتی تھیں۔ اُن کی طرح ہیں اُٹھتے تھے۔ بدن کی کھنکھاتی جاتی تھیں اور پیاس اس قدر لگتی تھی کہ اس قدر دم نہ تھی کہ جانی تھی کہ مصلوب پیاس پیاس لگتا رہتا تھا۔ بدن کو ساکن رکھنا بڑا مشکل کام تھا کیونکہ جب درد منہ سے ہوتا پھا تو اس سے بچنے کے لئے جسم خود بخود ہلنے لگتا تھا مگر جبری ہر بیش دکھ کی تھی مگر موت چب کر تھی تھی

ہم اس ہیئت نامک نظام سے کہ بیان کو طول دینا نہیں چاہتے۔ مسٹر جی اس کا کہ چھوڑ کر اس بات پر غور کریں گے کہ کس طرح پیشروانی

[illegible]

اُسے صلیب پر پھیل سے لٹکا رہے تھے اُس وقت وہ مجھوں کے دروازہ کھول کر پیسے خریدیں گے میں نے عدنی کی دعا مانگنا تھا اور جس صلیب پر لٹکا گیا تو جس نے اسی تکلیفوں کو اُس جور سے وچسپ کھٹک کر کے ہلکا کیا جو اُس کے ساتھ مصلوب ہوا تھا اور اسی طرح پیسے رک کر شدت کے وقت ہی مال کے آرام و آسائش کے لئے ایک ناکھ پر تھوپ مریا۔ جس حسب اُس کو صلیب پر دیکھتے میں سوچتا کہ کب یہ یسوع میں دکھائی دے گا بلکہ اُس یسوع معلوم ہوتا ہے جو ہوسٹر سے بائیں دروازہ دریں کے لئے یہاں کو تار کرنے دلا تھا۔

صلیب تک جاتی تھیں، پھر ہوا تھا۔ اس کی روح ہر طرح کے داغ سے
منزہ تھی۔ پاکیزگی اس کی جان تھی مگر گناہ اس وقت اس پر گرا پڑا
تھا اور اس سے اس پر گناہ چاہتا تھا مگر اس کا ایک ایک پرچہ اس
سے جتنا چاہتا تھا۔ سمجھو کہ اسے ہر طرح کے عبادت آمیز محسوس
اور حامدانہ فحش سے بھر کے پگھلے تھیں کاپی باغ دیا اور
سب کو اس سے بڑی ود داری سے اس کی عقید کی بکلی پروک کر دیتے تھے
کہ یہ فحش نہ تھے جن کو وہ منہ سے پھونکتا رہا اور سب بھی کرتا تھا مگر
اسی لوگوں سے اس کی محبت کو پائیاں کیں۔ اس کے لحاظ کے لیے
سے مشن سے پھر وہی رہا اس پیش کی جس کے ساتھ وہ اس پر
پہنچ کر نہ رہا۔ قہر سے کہ یہ نہ کہ اسے کوئی نئی اساتذت
کو منہ دکھا کر سب بھی اپنی قوم کو مطیع بنائے۔ ان لوگوں کو جو اس
وقت اس سے بھرے کھڑے تھے جن کے چہروں کو اس کے ولی
کینے اور حمد نے مدحیت بنا رکھا تھا تمام بنی آدم کی بدی کا
ایک خداوند متعال چاہیے اس کی آنکھیں ان کو دکھاتی تھیں۔ اس
کی سختی اس کی بدحالی اس کے گھر اور اس کے کھینچنے سے
بڑھ چکیوں کی طرح اس کے سینے کو چھین چھین کر ڈال دیا
پھر اس کے دکھوں میں ایک اور دردناک دکھ شامل تھا اور وہ
یہ کہ دنیا کا گناہ نہ صرف اپنی لوگوں سے وسیع سے ہو اس وقت
اس کے پاس حاضر تھے، اس پر، گناہ، گناہ، گناہ اور ابد کے
نراٹے کا یہ تھی اس پر دکھ اور خدا کی ہنسنے والی خاموشیت
جو اس پاکیزگی اور محبت کے نور کا دوسرا پہلو ہے اپنی ہنسنے والی

آگ کے سیکے مسح کے بدو گناہ گناہ ہی تھی مگر گناہ کا گناہ جو اس پر
پڑا تھا، بھگت میں جاتے۔ خدا کو یوں ہی پتہ آیا کہ وہ اس کو جو گناہ سے
وقت نہ تھا یہی ہوئے تھے گناہ گناہ ہی تھے۔
جن دکھوں کا وہ پرکھو۔ وہی وہ دکھ تھے جنہوں نے صلیب کا
موت کو محسوس کر کے ہر گناہ گناہ دیا۔ وہ تھکے کے بعد اس نے اس
وہا سے ہر منہ پھر کہ عام جودانی کی عورت طرح کیا۔ اس وقت تک
عجیب قسم کی نادی تمام سر میں برچھ گئی، اور یہ شعلہ اس کا سے باہر
کے سے اس کی برہمنی ہوئی سب اس کی سزا کی مانند معلوم ہوئی تھی
اس کا آٹھ فریاد سب لوگ اسے چھو کر دکھنا سے چھوٹے اور وہ
اس نے اس میں جو امر چھپی ہوئی تھی اور اس علم کے دھیرے میں جو
باہر میں تھیں۔ اس وقت تک صلیب پر شکار بنا اور شکار
نورانی دکھ کے سمندر کی اس سے وہ آوار پنہ ہوئی جس کا مطلب
میان کرنا اس کی طاقت سے لیا ہے۔ اب میرے خدا اے
میرے خدا اے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ یہ وہ وقت تھا جبکہ
اس مرد عورت کی روح سے اسے دکھ کی سب سے گہری نہ کو
چھوڑا۔

صوفی ویر کے خداوند صبر میں کی سطح پر سے کا اور ہوگا اور
مردح ہوگا اور اس کی روح بھی رکت کے گناہ سے نکل آئی
جنت بچ جو شعلہ اس سے بنی آخری حد و حد پر تھی اس کی قدرت
ان لفظوں کے وسیع سے نکلی ہوئی ہوگا جو اس کے بعد اس
نے اپنی جوں ایک پس پس رہو کی میت کے لحاظ ہی زمان سے لکاتے

پڑے خدا کے چہرے کی۔ اس کے لئے اپنی روح تیسے باغوں میں سویتا ہوں۔
مردوں میں سے بھی اٹھنا اور مسلمان پر چڑھ جانا۔ دیکھا
میں کبھی کسی کام یا جہد کے نام پر جو سے ایسی باتیں نہیں ہوئی تھیں
مسیح کے کام سے اس صفت کے روز ہوئی جو میرے جہد نامہ کا آخری
صفت تھا معلوم ہوتا تھا کہ اب یسوع کے راستے کبھی پورے نہیں
ہوں گے جب وہ مر گیا اور اس کی کیا کیا فیہ معلوم ہوتا تھا کہ گواہی
دے رہا بھی نہ ہو گیا اور اس کی قبر میں اس کے ساتھ کاڑ گیا ہے۔
ہم جو اس زمانے کے ہیں جب گزشتہ صدیوں کی طرف لوٹ کر دیکھنے میں
فوجیں قبر پر سے پھڑپھڑاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ہمارے دل میں وہ کیفیت
پیدا ہوتی ہے جو اس وقت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئی اور اس کا سبب
ہے کہ جب کے وقت نے ہم کو انتظام ربی کے عہد سے نکال
کر دیا ہے۔ اس صدمہ اس کی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارے
دل میں ایسی ہیسی سنی کیوں کر ہم جانتے ہیں کہ پھر بٹایا جائے گا اور
وہ بھی کھڑے گا بلکہ جب وہ کھڑا ہوگا اس وقت وہاں ایک شخص بھی
ہو گا کہ وہ خدا کو خدا روئے روز حاضر سے بے کبھی مردوں میں سے ہے
جو کھڑے ہو گا۔

وہ سردرم کے سر کی اور بیوی سردروں میں بائیں کے ہاتھ
تھامی ہو گئے۔ موت ہر طرح کی بحث اور جھگڑوں کو تمام کر دیتی ہے۔
اسی طرح مسیح کی موت نے بھی اس جھگڑے کو جو اس کے اور عہدوں پر
کے وصال پر چھوڑا تھا تمام کر دیا اور اس صورت میں مسیح کی موت
پیشروں کے حشر میں آتی ہے جس نے مسیح کو خود ہونے کا نام لیا ہے۔

وہ سے کے ساتھ اس کے لئے مارا۔ جس سے جان کے جو کچھ تھے کوئی بھی
کی حسب خواہش دیکھا یا نہ دیکھا۔ ہم نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ کبھی مر گیا اور
اس کے ساتھ ہی جے خارا مارا یا نہ مارا تھے۔ یہ اس کے نام سے
دیکھا جاوے گا تو وہ بھی دونوں سال سے زیادہ مر کا تھا۔ وہ خود اس وقت
جس میں سے میں وہ کھڑے ہوئے۔ اس کو اس کو دیکھنا تھا۔
سنگروں کی دل سستی۔ اس کو کوئی مسرت دیتی تھی چنانچہ اس وقت وہ
بکرا لگا اس وقت وہ مسرت دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ وہ اس کا
کے لئے تھا کہ اس کے ساتھ ہو گا۔ مگر وہ اس جہاں اور بھی زیادہ مسرت دیتا
میں اس وقت ہوا۔ چنانچہ یہ نامہ کا تذکرہ کرنا چاہئے۔ یہ کھڑے ہوئے اور
سنگ اس کے ساتھ دیا گیا وہ بھی شہیدانہ تھی۔ اس وقت اس کا
کہ ممکن ہے کہ اب بھی وہ صلیب سے اترے اور وہ اس کے
پر رونق افروز ہو لیں یہ آخری لمحہ بھی گزرا گیا اور وہ اس کے
اب یہ نہ گروں میں کے سو اور کہ کر کہنے تھے کہ ان کو اس سو گز
گھر دے گا اور اس میں اور پھر بھی گہری کا مینہ جلتا۔ اس کے
اپنی غلطی کو جس کے سبب سے انہوں نے ایک جہنم میں
پہنچائی کی تھی۔ یہ اس کے اپنے نہ تھا کہ اس کے اپنے ہونے سے
کہ وہ تختہ لٹاں میں بن کر ہو کر کھڑے ہو گا وہ اس کے
بہشت کی صورت کے واسطے نہ تھیں اور وہ اس کے
جہان کو دے دی تھی مگر وہ ان کے واسطے کہ مصلوب نہیں سمجھتے تھے۔ یہ
یا وہ ان کو بالکل بھول گئے تھے یا ان کا مطلب اور اثر سے
گئے تھے۔ سو جب وہ اس کو دیکھا تو جنت کے گہلوں میں باقوں سے

نہ گھر پہنچی مددی۔ چنانچہ وہ عورتیں جو پہلے ہی مسرت کے دل اُس
کی جبر کی تھیں، اس اُمید سے کہیں نہ تھیں کہ خبر کو خدائی پاؤں گی بلکہ وہ
اس لئے تھیں کہ، اس کو سنا کر اور خوشیوں سے اور مسرت کریں۔ مگر
مذاکرہ کے بعد اس نے وہی روٹن ہیں گئی تھی کہ ان کو یہ سنا
کہ خدا اور بڑا اٹھا جسے حکم وہ ان کو یہ کہنے لگی تھی۔ اس کی خوش خبر
ہیں میں ہے معلوم نہیں کہ روگن کے لئے کس دیکھ داپہے، پھر جب
عورتوں سے ساگروں کو بیا کہ خدا وہ سے ہو سے ملاقات۔ کچھ ہے
اُس کے اندر جس شکر اور کمال سے معلوم ہوئے۔ جو خدا کو دباتا
ہوئے کہ یہ بظاہر اور نہ تو یہ تھا کہ وہ خوشی کے مطابق ہرجی
اُٹھ گیا۔ یا تو انھوں سے جو ان دوستاگروں کے لئے سے تھے پر
ماؤں کو ہر سے جتنے شکر کروئی اور وہ طبعی تائید تھی،
وہ کہے تھے، نہ تو اُمید تھی اس میں کو محض ہی دیکھ بھیبناکو
فراموش ہوئے فوہود سے روہ اور نام کر، سرور کیا۔ ان ان لوگوں
سے زیادہ اور لولی ماؤں اور شستہ دل نہ تھا۔

مگر ہم خوش ہو کر وہ معجزہ اور ماؤں روئے۔ وہ شک لائے تاکہ
ہم، میان میں یہی عقیدہ ہو مشکل سوال کا حل ہے کہ وہ کیا بات
تھی جس کے سبب سے جیندہ ہی دلوں کے بعد یہ لوگ جو کب تو اس معلوم
ہوئے ہیں تھی تو خدائی اور بھروسے سے بھر گئے اور ان کا ایمان روزانہ
جوا وہ بھی ہمیں ایسی مانگی اور طاعت سے حوریت ہو، کہ وہیں تالی ہر
ط... اس بات سے بھی نظر نہیں آئی تھی، ہر لوگ ہمیں چاہتے ہیں کہ اس کا
صوبہ نہ تھا کہ مہیج مردوں میں سے جی اٹھا تھا۔ وہ ہم کو تہ سے

کہ وہ کس طرح حال قہر پر گئے کس طرح لہجہ خریم لگائی اور دوسری طرف
کو دیکھ کر دیا کس طرح بظاہر پر اور ان دوستاگروں پر جو ماؤں کو چاہتے
تھے کہ ہر شو کس طرح اس کے بعد ایک مرتبہ دس کو اور ایک دفعہ گیارہ کو نظر
ایا کس طرح ایک دیکھا کہ کو نظر آیا کس طرح ایک دیکھا کہ کو نظر
ایا کس طرح سب نے اس کو دیکھا کہ یہ شہر و شہر کے قبل تھیں، اگر یہ شہر و شہر
میں تو شاید ہم اس کو نہ ماننے لگیں جو دیکھتے ہیں کہ سچ کا مردوں میں سے جی اٹھا
دھیر کا خوشی وہ کرتے ہیں الیہ واقعہ تھا جس کے ساتھ سبھی مذہب بھی
اپنی قہر میں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر یہ دعویٰ تھی میں وہ
سبھی مذہب جو اس کی موت کے سبب سے بے جان ہو گیا تھا کس طرح
پھر نہ ہو، نہ یہ کہ یہ کہے کہ لہجہ نے ان کے دلوں کو سنا نہ
تقدیروں سے ہر وہ تھا اور اگر وہ اُمید ہی پوری تھی تو بھی
ان لوگوں کے سے مشکل تھا کہ ایسی اُمید دل کو دل میں ایک مرتبہ
جگہ دے کہ یہاں پہ اوئی کاموں میں مصروف ہوں۔ اس انہوں سے

نے نئے نئے قہر کے مردوں میں سے جی اٹھے کا ایک بھتہ گھر واپس نہ
کوئی یہ کہے کہ انہوں نے حقیقت میں تو مسیح کو دیکھ میں تھا لیکن نہیں
وہم ہو گئی تھا کہ ہم نے سے دیکھ ہے مگر یہ دعویٰ ہے ہم میں رہ سکتے
کیونکہ حسب ان کے ایمان سے پھر مطہب پانی و مہنوں سے دوسری خیالات
کو مانگی جھوٹا اور دھمکی مزاج بن گئے۔ پھر وہ تختوں کی اُمید نہیں
دیکھتے تھے بلکہ ہر دم ہے آپ کو، بڑا اور موت کا شکار سمجھتے تھے کہ بارگاہ
اس کے ایسی دانی اور سرگرمی در بڑے بڑے نتائج کی اُمید دیکھتے تھے
یہاں سے سچ کے نام کی مددی میں مصروف تھے کہ پیشتر کبھی ایسی مہیاں

گو اس کے ساتھ ہی ایسے نشانات بھی موجود تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا جہاں پر اس کی انسانیت میں جی اٹھنے کے بعد ایک قسم کی جذباتی پیدا ہو گئی تھی مثلاً جب مریم نے اس کے پاؤں کا پکڑنا چاہا تو اس نے اس کو چھوٹے سے منہ کیا۔ وہ اپنے دوستوں کے درمیان ایسے طور پر ایک بیک نمودار ہو جاتا تھا کہ اس راز کا بیان ہماری طاقت سے بعید ہے۔ اور جس طرح ایک ایک ظاہر ہوتا تھا اس طرح غائب بھی ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی دکھائی دیتا تھا کیونکہ جس طرح پہلے اُن کے ساتھ شہرہ شہرہ تھا اس طرح اب نہ تھا۔ آخر کار چالیس دن کے بعد جب وہ غرض جس کے لیے وہ اتنے دن تک زمین پر رہا پوری ہو گئی اور اس کے شاگرد اپنی خوشی کی نئی طاقت کے ساتھ تمام قوموں کو اس کی زندگی اور جنت کثروہ دینے کے لیے تیار ہو گئے تو اس کی پہلائی انسانیت اس دنیا کو محدود کر گئی جو اس کا اصلی وطن تھا۔

فائدہ یہ کہ جب وہ جسم جس کے وسیلے سے کوئی زندگی اس دنیا میں نمودار ہوئی ہے، فنا ہو جاتا ہے تو اس زندگی کا تعلق اس دنیا سے قطع نہیں ہوتا کیونکہ وہ جی آدم کی زندگی کے دریا میں گہرے اپنے سارے زور سے اپنا اثر دکھائی رہتی ہے۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ بسا اوقات یہی تاثر جو بعد میں ظاہر ہوتا ہے ثابت کرتی ہے کہ آدمی کی زندگی درحقیقت کبھی وزن دار تھی۔ مسیح کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ انجیلوں کے بے مبالغہ بیان سے تو اس تاریخِ آفرین قدرت کا یہ نہیں لگتا جو اس کی زندگی سے اس وقت جاری ہوئی جس وقت معلوم ہوتا تھا کہ

لیسوس بالکل فنا ہو گیا ہے۔ جو اس کی زندگی نے موجودہ دنیا پر پیدا کر رکھا ہے اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں کیا عظیم الشان شخص تھا۔ ہاں جو نتیجہ اب ہم کو نظر آتا ہے اسے دیکھ کر یہ گستاخانہ ہے کہ جو کچھ اس نتیجے میں نظر آتا ہے وہ صرف کچھ اس کے منسوب یا علت میں بھی موجود تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی زندگی تمام بنی آدم کی زندگی پر چھائی ہوئی ہے اور اس کی تاثیروں کے فیصل سے انسان کے دل میں وہ حاکمیت کی گلزار کھلی ہوئی ہے اور تمام تاثیروں کو اس طرح جذب کرتی جاتی ہے جس طرح کسی دریا میں جو ٹنک سے بیج سے گزرتا ہے اس کے معاون کر کے معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس کی وقعت کی نسبت اس کی خاصیت زیادہ قابلِ غور ہے۔

پھر اس کی حقیقت کی اصل شہادت نہ تو نہ مانہ حال کی تہذیب کی عام تاریخ میں ملتی ہے اور نہ کلیسیا کی ظاہری سرگزشت میں اس قدر پائی جاتی ہے جس قدر ان ایمان داروں کے مسلسل تجربوں میں دیکھی جاتی ہے جو مسیحی کشتیوں کے بیچ میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سلسلہ باندھ کر اپنے خداوند سے جاملتے ہیں وہ لکھنؤ کے جیو جی جنس اس نے اُن کے گناہ اور دنیا سے نجات دہی اپنے تجربہ کے وسیلے سے ثابت کرتی ہیں کہ تاریخِ نئی پیدائش جتنے والے نجات دہندہ کے وسیلے سے جو بنی آدم کے سلسلے میں ایک عام کوئی نہ تھا وہ کارٹے ہو گئی ہے۔ اُن کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے بنی آدم اپنی طاقتوں کے وسیلے سے پیدا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ایک کامل نمونہ ہے اور بنی آدم میں خاص ابن آدم وہی ہے۔ وہ لوگ جو ایک

حیات

رہتے جن سے ظاہر
کھتا تھا چنانچہ اُس
مجدد کی پیدائش
ماں اُس نے اُس کو
ان ایسے طریق پر
حالت سے بعید ہے
یہ بھی ہو جاتا تھا
ان کے ساتھ شہر
کے بعد حبیب وہ غرض
جو خوشی اور اُس کے
میں کو اُس کی زندگی
کی اہمیت اُس

زندگی اس دنیا
کی کا اعلق اس
کے دنیا میں گھر
کی تو یہ ہے کہ
رہتی ہے کہ آدمی
کی کامیابی حال
ن قدرت کا پیش
معلوم ہوتا تھا کہ

انقدر ہی ایسے نشان
اس دنیا سے کچھ
جی اُٹھنے کے بعد
یہ سنے اُس کے پاؤ
انہ اپنے دوست
تھا کہ اس راز کا
بظاہر ہوتا تھا
دیتا تھا کیونکہ حیر
باز تھا۔ آخر کار
نے دن تک زمین
کی طاقت کے ر
لے تیار ہو گئے تو
س کا اصلی وطن
جس میں جس کے وہ
فنا ہو جاتا ہے
یونکہ وہ بنی آدم
اپنا اثر دکھاتی
مد میں ظاہر ہوتی
دورن دار بھی
بیان سے قوا
ن وقت جاری
(۲۳۶)

گمراہ
ہوتا تھا کہ
کی انسانیت
تھی منظر
چھوٹے
ایک نمود
جس کا
اور
نہ تھا اُس
نہ
شاگرد اپنی
کے مشورہ و
دنیا کو معصوم
فائدہ
میں نمودار
دنیا سے قطع
اپنے سارے
ایسا اوقات
کی زندگی درحقیق
ہے۔ انہیوں کے
گناہ جو اُس کی زندگی

مکہ غافلہ

لیسوع بالکل فنا ہو گیا ہے
پیدا کر رکھا ہے اُس کو دیکھ
عظیم الشان شخص تھا۔ بل
یہ کہنا چاہتا ہے کہ جو کچھ اس
سبب باعثِ اعلیٰ میں بھی ہو
بنی آدم کی زندگی پر چھائی ہو
انسان کے دل میں وہ حاکمیت
کو اس طرح جذب کرتی جاتی
سے گزرتا ہے اُس کے تعاون
کی نسبت اُس کی خاصیت زیادہ قابلِ خود ہے۔

یہ اُس کی حقیقت کی اصل شدادت
کی عام تاریخ میں ملتی ہے اور
تدریجاً جاتی ہے جو قدر گزریاں
دیکھی جاتی ہے جو مسیحی پستور
ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سلسلہ
وہ لاکھوں گزریں جنہیں اُس نے
اپنے تجربہ کے وسیلے سے ثابت
والے نجات و مہذب سے کہہ دیتے
گڑی نہ تھا دو ٹوک سے ہو گئی ہے
بنی آدم اپنی طاقتوں کے وسیلے
کامل نمودار ہے اور بنی آدم میں

طرح خدا کی پاکیزگی کو محسوس کرتے اور دوسری طرف اپنی گنہگاروں کو پورے طور سے جانتے ہیں مگر پھر بھی اُس سلامتی سے خوش وقت و محض حال ہیں جو پاک زندگی کا ایک ایسے زوال منہج ہے جن کا تجربہ نہایت کرتا ہے کہ دنیا میں حقیقی مسیح کی ایک راہ کھل گئی ہے جس کے وسیلے سے گنہگار انسان خدا سے پاک کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ہزاروں آدمی جو اُس خدا کے دیدار سے ناواقف ہیں جو مسیح کے کلام سے صاف کی چوٹی آکھد کو ایسا خاص طور معلوم ہوتا ہے جس میں تاریکی کو نور و خل نہیں اپنے تجربہ سے ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی خدا کا آنور کا شفق دنیا کو اُسی کے وسیلے سے پہنچا جو خدا کو ایسے کامل طور سے جانتا تھا کہ اُس کے علم کو دیکھ کر اُسے خدا سے کم نہیں کہہ سکتے۔

مسیح کی زندگی دنیا کی تواریح سے کبھی معدوم نہ ہوگی بلکہ اس کا اثر دن بدن زیادہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ موجودہ دنیا میں قدرتی باتیں ظاہر ہوتی جاتی ہیں آدمی آدم کے افضل تصورات جس قدر نشوونما پاتے جاتے ہیں جس قدر ان کی اعمالی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور بہتر مہارتیں پاک ہوتے جاتے ہیں اُس قدر مسیح کی حقیقت روز بروز منور ہوتی جاتی ہے اور اپنی نوع انسان پر چاہتے ہیں کہ تمام انسانی زندگی اُس کے تصورات اور اُس کی سیرت کے سانچے میں ڈھالی جائے۔

التناس

کتاب حیات المسیح جو اب مجرا جھپ کر بدیشہ ناظرین کی جاتی ہے اوراق نورانی ہیں مگر صراحتاً حیات کی نظر سے گزر چکی ہے۔ اردو زبان میں مدین نامکمل کتابوں کو چھوڑ کر اور کوئی کتاب اس قسم کی جہاں تک پہنچے عید ہے موجود نہیں اور مجھے اُمید ہے کہ جب تک اس سے بہتر کوئی اور حیات المسیح تیار نہ ہو تب تک یہی سوچہ ضرورت کو دفع کرتی رہے گی۔ انگریزی زبان میں مگر اس مضمون پر پائی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے پُر صحت دل کو بہشت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مسیح کی زندگی کے تمام واقعات سلسلہ وار ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ ان لوگوں واقعہ اُس کی زندگی کے انوار وقت سے علاوہ رکھتا ہے۔ یہ کام آسانی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ جو ایسا کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں ان کو اشغال زندگی نصیب نہیں دیتے اور جنہیں فرصت حاصل ہے وہ شاید لیاقت نہیں رکھتے۔ لہذا اناجیل کے مطالعہ میں اس قسم کی کتابیں بہت مدد دیتی ہیں۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حیات المسیح خواہ کیسی ہی مطلق اور مفصل ہو پھر بھی وہ رتبہ نہیں رکھتی جو اناجیل کو حاصل ہے۔ پس حیات المسیح کو یا ایک طرح کی مدد ہے جس کے وسیلے سے انجیلوں کے بیانات روشن ہو جاتے ہیں جو شخص انسان کے تابع کردہ سوانح عمری پرکتا کرتا ہے اور انجیلوں کا مطالعہ نہیں کرتا وہ اس دھواں نطف سے جو کلام کے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے محروم رہتا ہے۔ پس مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب حیات اس

کتاب کو پڑھیں گے وہ اس سے اس ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی تحریک پائیں گے جس میں خداوند کی زندگی کا اصل حال درج ہے۔ میں یہ بھی چاہتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کتاب کی تالیف کا بھی حق حاصل نہیں گو اس کے تیار کرنے میں میں نے ایڈر شام اور فیرر اور انڈر ووز اور بلیندر کی تصانیف سے بھی بعض بعض جگہ مدد لی ہے اور میں ان کی کتابوں سے بہت کچھ اس میں درج کر سکتا تھا مگر چونکہ اس بات کا خیال دامن گیر تھا کہ کتاب کی ضخامت بڑھنے نہ پائے، لہذا فقط چند موقعوں پر اکتفا کی۔ زیادہ تر مدد اس کے تیار کرنے میں سٹاکر صاحب کی کتاب حیات المسیح سے لی گئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس کتاب کا بہت سا حصہ اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ ترقی میں جو کچھ مشائخ ہوا وہ صرف سٹاکر صاحب کی کتاب کا خلاصہ تھا، مگر اب اس پر بہت کچھ بڑھایا گیا ہے کئی مفید اور کارآمد حواشی بھی اضافہ کئے گئے ہیں اور جتنا حصہ ترقی میں مشائخ ہو چکا ہے اس کی نظر ثانی کی گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے اور میری دعا بھی یہی ہے کہ اس کتاب کے وسیلے سے بہت لوگوں کی زندگیاں اس کی زندگی کی مانند بن جائیں جس کی پاک اور النی زندگی کا بیان اس کتاب میں قلمبند ہے اور کئی ایک کے دل میں اس کا ایسا عشق پیدا ہو کہ جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائیں تب تک ان کو دلی آرام نہ ملے کیونکہ دلی آرام کی ندیاں اسی طرح ان کے اندر جاری ہو سکتی ہیں۔

خادم طالب الدین پاسٹر۔ ہندوستانی پریسبٹیرین چرچ۔ لاہور